

۶۷

تاریخِ مِلّت

جلد سوم

خِلافَتِ بنی اُمیّہ

قاضی زین العابدین میرٹھی

مصنفین جامعہ مدنیہ
مدوۃ امین، کراچی

DATA ENTERED

تاریخِ ملت

حصہ سوم

خلافتِ بنی اُمیہ

اس میں تمام خلفائے بنی اُمیہ کے حالات و واقعات قدیم و جدید
تبر و مستند تاریخوں کی بنیاد پر نہایت کاوش اور تحقیق سے یکجا کیے
گئے ہیں، اسی کے ساتھ ہر خلیفہ کے دورِ حکومت اور اس کی خصوصیات
پر بصیرت افروز تبصرہ بھی کیا گیا ہے

تالیف

قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی

مصنفین دہلی
تذوقہ بین دہلی

طبع چہارم

شوال المکرم ۱۳۴۹ھ مطابق اپریل ۱۹۶۰ء

قیمت ... غیر مجلد تین روپے آٹھ آنے

قیمت ... مجلد چار روپے آٹھ آنے

مطبوعہ عالی پریس وہلی

۱۰۱	فتوحات افریقیہ	۶۶	۱۰۱	بانی کی گرفتاری
۱۰۵	فتوحات خراسان	۶۷	۱۰۰	تغیر امارت کا محاصرہ
"	فتوحات ہجستان	"	۹۹	مسلم کی گرفتاری اور شہادت
"	مرگ یزید	"	۹۸	امام حسین کا عزم کو فدا و سہروردی
"	اولاد یزید	۷۰	۹۷	کی نصائح
۱۰۷	سعا و بیثانی در ۶۳ھ	۷۲	۹۶	امام حسینؑ کو ذکر
۱۰۸	عبدالشہید بن زبیر ۶۳ھ	۷۳	۹۵	مزار حسرت
"	مروان بن حکم ۶۳ھ	۷۶	۹۴	میدان کر بلا میں قیام
"	مروان	۷۷	۹۳	بانی کی بندش
۱۱۰	شام	۷۷	۹۲	تاکیر جنگ
۱۱۳	جامع دمشق میں پہلا گھر	"	۹۱	صحیح شہادت
۱۱۵	موت محمد جاہلیہ اور مروان کا انتخاب	۸۰	۹۰	خراب زبیر امام حسینؑ کے قدموں میں
۱۱۶	جنگ مرجع رابطہ	۸۳	۸۹	شہادت حسینؑ
"	مروان کا مہر پر قبضہ	۸۴	۸۷	اہل بیت کا قافلہ شام کو
۱۱۷	وفات مروان	۸۷	۸۶	اہل بیت کی واپسی وطن
"	ترجمہ مروان	۸۹	۸۵	حسینؑ و یزید
۱۱۹	عبدالملک بن مروان ۶۵ھ	۹۰	۸۴	واقعہ حرہ
"	عبدالشہید بن زبیر ۶۵ھ	۹۲	۸۳	محاصرہ مکہ
۱۲۰	توابین کا خروج	۱۰۰	۸۲	فتوحات
۱۲۲	خرم و مختار یمنی	۱۰۱		

۱۵۸	فتنہ ازارقہ	۱۲۵	مختار کا کوہ پر قبضہ
۱۶۶	مہلب کی قدر افزائی	۱۲۸	انتقام حسینؑ
۱۶۸	قطری کا قتل	۱۲۸	محمد بن حنفیہ قید میں
۱۶۸	ہنگامہ صالح و شبیب	۱۳۰	ابن زیاد کا قتل
۱۷۵	فتوحات	۱۳۱	مختار کی عرب دشمنی
۱۷۶	مشرقی فتوحات	۱۳۲	کرسی علیؑ
۱۷۶	وفات مہلب	۱۳۳	مصعب اور مختار کا مقابلہ
۱۷۷	چند قیمتی وصیتیں	۱۳۶	عبدالملک کا عراق پر حملہ
۱۷۹	آل مہلب کی معزولی	۱۳۸	محاصرہ مکہ اور عبداللہ بن زبیر کی شہادت
۱۸۰	افریقی فتوحات	۱۳۸	شہادت
۱۸۳	شمالی فتوحات	۱۳۲	حجاج عراق میں
۱۸۵	ولیعہدی	۱۳۵	فتنہ ابن جارود
۱۸۵	وفات عبدالملک	۱۳۶	بغاوت رقیل
۱۸۷	خاندان عبدالملک	۱۳۸	خروج ابن اشعث
۱۸۸	سیرت عبدالملک	۱۵۰	جنگ تستر
۱۹۰	تعمیر کعبہ	۱۵۱	جنگ زاویہ و جنگ یرجہ
۱۹۲	اسلامی دینار کا اجراء	۱۵۳	شعبی اور اعشیٰ
۱۹۳	ولید بن عبدالملک	۱۵۵	ابن اشعث کی موت
۱۹۵	فتوحات	۱۵۶	خوارج

۲۳۲	ثلی عہدی	۹۵	محمد بن قاسم
۲۳۵	وفات حجاج	۱۹۷	فتح دیبل
۲۳۷	وفات ولید	۲۰۰	فتح ملتان
"	سیرت ولید بن عبد الملک	۲۰۲	قتیبہ بن مسلم
۲۳۱	سلیمان بن عبد الملک	۲۰۵	فتح بخارا
	۹۶ھ تا ۹۹ھ	۲۰۶	یزک کی بغاوت اور اس کا قتل
۲۳۲	محمد بن قاسم کا قتل	۲۱۱	فتح سمرقند
"	قتیبہ بن مسلم کا قتل	۲۱۳	چین پر حملہ اور خاقان سے صلح
۲۳۴	موسیٰ بن نصیر کی تفریر	۲۱۷	موسیٰ بن نصیر
۲۳۵	فتوحات سرخ قستان و جرجان	۲۱۸	یولیان دربار قیروان میں
۲۳۶	قسطنطینہ پر حملہ	۲۲۲	طارق کی روانگی اندلس
۲۳۸	ولیعہدی	۲۲۴	پیش قدمی
۲۳۹	وفات نیلمان	۲۲۵	فتح قرطبہ
"	سیرت سلیمان	۲۲۷	فتح نرسیہ
۲۵۱	قائدین ثلاثہ کا معاملہ	۲۲۸	فتح طلبطہ
۲۵۵	حضر عمر بن عبد العزیز	۲۲۹	موسیٰ کا ورود اندلس
	۹۹ھ تا ۱۰۱ھ	"	فتح قرمونا
۲۵۶	بیعت خلافت	۲۲۹	فتح اشبیلیہ
۲۵۸	اصلاحات	۲۳۰	فتح ہاروہ
۲۶۰	امراء سے باز پرس	۲۳۱	بغاوت اشبیلیہ
۲۶۳	فدک سے دستبرداری	"	موسیٰ اور طارق کی ملاقات
۲۶۴	جاگیروں کی واپسی	۲۳۲	نقیہ فتوحات اندلس
		"	فتح یورپ کا ایک رنگین نقشہ
		"	موسیٰ کی اندلس سے واپسی
		۲۳۳	مسلمہ بن عبد الملک

۲۹۲	خاقان کا قتل	۲۹۵	سب علی کا افسرداد
۲۹۳	نصرین سیارہ	۲۹۶	حوادث خارجیہ و داخلیہ
۲۹۴	کورصول کا قتل	۲۹۸	وفات
۲۹۵	آرمینیہ و آذربایجان	۲۹۹	سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز
۲۹۸	ایشیک کوچک	۳۰۰	یزید بن عبدالملک
۳۰۰	شہادت زید بن علی	۳۰۰	۱۱۵ تا ۱۱۶ھ
۳۰۲	دعوت عباسیہ	۳۰۲	آل مہلب کی بغاوت اور اس کا
۳۰۴	ولی عہدی	۳۰۴	استیصال
۳۰۶	وفات ہشام	۳۰۶	صغد کی سرزنش
۳۰۷	سیرت ہشام بن عبدالملک	۳۰۷	خزر کی سرکوبی
۳۱۱	ولید ثانی بن یزید بن عبدالملک	۳۱۱	ولی عہدی
	۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ	۳۱۱	وفات یزید
۳۱۳	یحییٰ بن زید کا خروج اور شہادت	۳۱۳	۱۲۵ تا ۱۲۶ھ
۳۱۴	یزید کی مخالفت	۳۱۴	ہشام بن عبدالملک
۳۱۶	قتل ولید	۳۱۶	مہات عراق و خراسان
۳۱۶	یزید بن ولید بن عبدالملک اور	۳۱۶	مسلم بن سعید
۳۱۷	ابراہیم بن ولید بن عبدالملک	۳۱۷	اشدین عبداللہ
	۱۲۶ تا ۱۲۷ھ	۳۱۷	اشدین مکہ
۳۱۶	شام کی شورش	۳۱۶	واقفہ
۳۱۸	عراق و خراسان کی شورش	۳۱۸	حنید بن عبدالرحمن
۳۱۹	وفات یزید بن ولید	۳۱۹	واقعہ شوب
۳۲۰	ابراہیم کی جانشینی اور دستبرداری	۳۲۰	ہام بن عبداللہ
		۳۲۰	بغاوت عارث بن سرج
		۳۲۰	اسد بن عبداللہ قسری

۳۲۹	ظہور دعوت عباسیہ	۳۲۲	مروان بن محمد بن مروان ۱۲۶ھ تا ۱۳۲ھ
۳۳۱	قبائل عربیہ کا اتحاد اور افتراق	۳۲۳	عبد اللہ بن معاویہ کا خروج شام میں بغاوتیں
۳۳۲	ابو مسلم کا مرو پر قبضہ	۳۲۴	سلیمان بن ہشام کی مخالفت خوارج عراق
۳۳۳	خراسان و عراق عجم کی تسخیر	۳۲۵	خوارج یمن و حجاز
۳۳۴	مروان کی مجبوری	۳۲۶	خراسان میں فتنہ عصبیت
۳۳۵	عراق پر قبضہ	۳۲۷	ابو مسلم خراسانی
۳۳۶	خلیفہ عباسی کی تخت نشینی	۳۲۸	
۳۳۷	فیصلہ کن جنگ	۳۲۹	
۳۳۸	مروان کا فرار اور قتل		

ب

امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ

سنہ ۵۹ھ

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ بانی خلافتِ امویہ قبیلہ قریش کی شاخ بنی امیہ میں سے تھے، آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:-
معاویہ بن ابی سفیانؓ بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔
اس طرح عبد مناف پر پہنچ کر آپ کا نسب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

ہجرت سے پندرہ سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، فتح مکہ کے موقع پر تیس سال کی عمر میں اپنے خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ ساتھ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔
امیر معاویہ پڑھے لکھے، عقلمند و جوان تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوہر قابلِ دیکھ کر کا تبانِ وحی میں شامل کر لیا۔ اطرافِ ملک سے جو وہود بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے ان کی مہانداری بھی آپ ہی کے سپرد فرمائی۔
سنہ ۳۱ھ میں حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں جب لشکر اسلام نے مکہ شام پر

یلعار کی تو ان کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان کی ماتحتی میں بھی ایک فوج دمشق کی طرف بھیجی گئی۔ امیر معاویہ کو اپنے بھائی کی امداد کے لیے اس فوج کے ایک دستہ کا افسر بنایا گیا۔ شام کے ساحلی شہروں صیدا، عرقہ، جلیل اور بیروت کی فتوحات میں مقدمتہ الجیش کے افسر ہی تھے۔ قیساریہ کے معرکہ کا سہرا، جس میں انہی ہزار رومی قتل ہوئے۔ آپ ہی کے سر رہا۔

حضرت عمرؓ نے ان کی کارگزاری سے خوش ہو کر انہیں ولایت اردن کا حاکم مقرر کر دیا۔ طاعونِ عموا میں یزید بن ابی سفیان نے وفات پائی تو امیر معاویہ ان کی جگہ دمشق کے والی مقرر ہوئے۔ اردن کی ولایت بھی بدستور ان سے متعلق رہی۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں امیر معاویہ پورے ملک شام کے والی قرار پائے۔ ماتحت عمال کا عزل و نصب انہی سے متعلق تھا۔

۳۵ء میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد، جب حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے امیر معاویہ کو شام کی ولایت سے معزول کر دیا۔ مگر امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم کرنے ہی سے انکار کر دیا۔ اور ان پر حضرت عثمانؓ کی مدافعت سے پہلو تھی اور ان کے قاتلوں کی حمایت کا الزام لگایا۔ اہل شام نے قضا ص عثمانؓ کے مطالبہ پر امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

میدانِ صفین میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی فوجوں میں لڑائی ہوئی اور آخر کار اس فیصلہ پر لڑائی ملتوی ہوئی کہ دونوں طرف سے دو حکم مقرر کیے

جائیں اور وہ جو کچھ طے کر دیں اس پر دونوں فریق کار بند ہوں۔
 فریقین کے حکم اس بات پر متفق ہوئے کہ حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ
 دونوں کو معزول کر دیا جائے اور انتخاب خلافت کا مسئلہ امت کی رائے پر چھوڑ
 دیا جائے۔

اس فیصلہ کے بعد اہل شام نے امیر معاویہ کو اور اہل عراق نے حضرت
 علیؑ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ دونوں بزرگوں کے درمیان مسلسل جنگ و جدل کا
 سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ شکرہ میں حضرت علیؑ ایک خارجی کی تلوار
 سے شہید ہوئے اور شکرہ کے آغاز میں حضرت حسنؑ نے حق خلافت سے
 دست بردار ہو کر اپنے بے نظیر اہل بیت سے اس خانہ جنگی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ سال
 "عام الجماعۃ" کہلاتا ہے، اور اسی سال امیر معاویہ کی متفق علیہ خلافت کا دور
 شروع ہوتا ہے۔

جس وقت امیر معاویہ نے عثمان حکومت ہاتھ میں لی اس
فرق سیاسیہ | وقت میدان سیاست میں تین سیاسی جماعتیں مصروف
 ترک تاز تھیں

۱) حامیان بنی امیہ۔ یہ وہ لوگ تھے جو ابتداءً قصاص عثمانؓ کا مطالبہ
 لے کر اٹھے تھے، حضرت علیؑ کو شہادت عثمان میں متہم قرار دے کر ان کی خلافت
 کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے حضرت معاویہ کو حضرت عثمانؓ کے
 جانشین کی حیثیت سے خلیفہ تسلیم کیا، یہ تمام اہل شام اور کچھ دوسرے شہروں
 کے رہنے والے تھے۔

(۲) شیعیان علی یہ امامت کا حق اہل بیت نبی ہونے کی حیثیت سے حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے لیے مخصوص سمجھتے تھے۔ حضرت معاویہ کو جائز خلیفہ تسلیم نہیں کرتے تھے لیکن حالات کی ناسازگاری سے مجبور ہو کر انہوں نے گردن اطاعت خم کر لی تھی۔ پھر حضرت معاویہ نے اپنی کرپانہ طبیعت اور حلیمانہ طرز عمل سے ان کے دلوں کو مسخر کرنے میں بھی کوتاہی نہ کی۔ یہ لوگ زیادہ تر اہل عجم و اہل عراق اور اہل مصر تھے۔

(۳) خوارج یہ فرقہ جنگ صفین کی پیداوار تھا۔ بنی اُمیہ اور شیعیان علیؑ کو دین سے خارج اور واجب القتل سمجھتا تھا۔

یہ گروہ اگرچہ تعداد میں تھوڑا تھا مگر اپنے عقیدہ کا سخت اور عمل پر نہایت ثابت قدم تھا۔ اس میں جب تک سکتا رہی جان مہمبلی پر رکھ کر اپنے مخالفین کا مقابلہ کیا اور کسی مصلحت، خوف یا طمع کو پاس نہ دیکھ سکے دیا۔ اُمت کے پڑے سیاسی عنصر تھے جن سے امیر معاویہ کو واسطہ پڑا۔ ایک بات ان سب میں مشترک تھی، وہ یہ کہ سب بہادری اور بہت کے اوصاف سے متصف تھے۔ ایسی اُمت پر حکومت کرنے اور ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے مدبرانہ سیاست درکار تھی۔ حضرت معاویہ میں یہ جوہر بدرجہ کمال موجود تھا۔ آپ ان مختلف عناصر کے سرگروہوں کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئے جہاں تک ہو سکا ان کی برائیوں کو برداشت کیا اور ان کی زیادتیوں کو انگیز کیا، آپ کے حلم اور رواداری کی مثال بادشاہوں میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔

تاہم آپ کی مصالجانہ پالیسی خارجیوں کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکی

یہ جماعت برابر ملک میں بد امنی پھیلاتی رہی اور اس کی تلوار برہاں ملت کے نظام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں مصروف رہی۔ اس لیے سب سے پہلے آپ کو ان ہی کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

خارج اہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ فروہ بن نوفل اشجعی پانچ سو خوارج کو ساتھ لے کر شہر زور چلا گیا تھا اور موقع کا منتظر تھا، جب اسے معلوم ہوا کہ امام حسنؑ نے خلافت کو امیر معاویہ کے حوالہ کر دیا ہے تو اس نے کہا اب تلوار کو بے نیام کرنے کا وقت آ گیا ہے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر مقابلہ کے ارادہ سے مقام نجیلہ میں آ کر کھڑا۔

امیر معاویہ نے اس کے مقابلہ کے لیے شامیوں کی ایک جماعت بھیجی، لیکن فروہ نے اسے شکست فاش دی۔ امیر معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا "اگر میری طرف سے تم نے ان کا مقابلہ نہ کیا تو میں تمہیں امن نہ دوں گا۔ اہل کوفہ فروہ کے مقابلہ کو نکلے۔ خوارج نے ان سے کہا "کیا معاویہ ہمارے اور تمہارے مشترک دشمن نہیں؟ تم انہیں تنہا ہمارا مقابلہ کرنے دو۔ اگر ہم نے انہیں شکست دیدی تو تم ان کے پنجہ سے چھٹکارا پا لو گے اور اگر انہوں نے ہمیں شکست دی تو تم ہماری طرف سے بے فکر ہو جاؤ گے۔"

مگر اہل کوفہ نہ ملنے انہوں نے خوارج کا مقابلہ کیا اور فروہ کو زندہ گرفتار کر کے کوفہ میں لے آئے ماب خوارج نے عبداللہ بن ابی الحوسار کو جو بنی سہل کے قبیلہ کا تھا اپنا سردار بنا لیا۔ اہل کوفہ نے پھر مقابلہ کیا۔ ابن ابی الحوسار بہادرانہ طریقہ پر مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا یہ واقعہ ربیع الاول کا ہے۔

ابن ابی احوسار کے قتل کے بعد خوارج پھر جمع ہوئے۔ انہوں نے موثرہ بن ودیع اسدی کو اپنا سردار منتخب کیا۔ موثرہ ایک سو پچاس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مقام نخیلہ پہنچا۔ ابن ابی احوسار کے بچے کھچے ساتھی جو کچھ زیادہ نہ تھے، اس سے آئے۔

امیر معاویہ نے موثرہ کے باپ ابو موثرہ کو جو کوفہ میں رہتا تھا بلایا اور اس سے کہا کہ "اپنے بیٹے کو سمجھاؤ" ابو موثرہ بیٹے کے پاس گئے اور اسے سمجھایا، مگر وہ نہ مانا ابو موثرہ نے کہا میں تیرے بچے کو تیرے سامنے لانا ہوں شاید اس کی صورت دیکھ کر تجھے رحم آئے اور اپنے ارادہ سے باز آئے موثرہ نے جواب دیا، مجھے کسی کافر (غیر خارجی) کے نیزہ کی اتنی پرکروٹیں بدلنا اپنے بچے کو گود میں کھلانے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ابو موثرہ لوٹ آئے اور امیر معاویہ سے اپنے بیٹے کی گفتگو نقل کی۔ امیر معاویہ بولے، تمہارے بیٹے نے تو بڑی سرکشی پر کمر باندھی ہے۔ اب امیر معاویہ نے عبداللہ بن عوف احمرو کو دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ موثرہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ خود ابو موثرہ بھی اس فوج میں شامل تھے۔ لڑائی شروع ہوئی تو بیٹے کو مہارت کے لیے بلایا۔ موثرہ نے کہا میرے علاوہ آپ کے مقابلہ کے لیے اور بہت ہیں۔ پھر عام جنگ شروع ہوئی۔ خوارج بڑی بہادری کے ساتھ لڑے موثرہ اور اس کی فوج کے اکثر آدمی مارے گئے۔ صرف پچاس آدمی زندہ بچے جنہوں نے اطاعت قبول کر لی۔ یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۳۸ھ کا ہے۔

امیر معاویہ کوفہ میں ہی تھے کہ شیب بن بجرہ اس کے پاس آیا اور کہا

میں نے اور ابن ملجم نے مل کر حضرت علیؑ کو قتل کیا ہے۔ اور ان سے انعام و اکرام کا خواستگار ہوا۔ امیر معاویہ فوراً گھر میں چلے آئے اور قبیلہ اشجع سے کہلا بھیجا کہ تم شیب کو شہر سے نکال دو، ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔

شیب نے یہ شورہ پستی اختیار کی کہ رات ہوتے ہی نکل کھڑا ہوتا اور جو سامنے آتا اسے قتل کر دیتا۔ آخر جب مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے والی مقرر ہوئے، انہوں نے خالد بن عرفطہ کی ماتحتی میں سواروں کا ایک دستہ اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا شیب اور اس کے ساتھی مارے گئے۔

غرض خوارج کی جماعتیں اسی طرح یکے بعد دیگرے ہنگامہ آرائی کرتی رہیں اور بلاد عراق میں انہوں نے دہشت پھیلا دی۔ حضرت معاویہ نے سوچا کہ عراق میں امن و امان اور نظم و نسق قائم کرنے کے لیے بااثر اور صاحب تدبیر حکام کی ضرورت ہے اس مقصد کے لیے ان کی نگاہ انتخاب زیاد بن سمیہ اور مغیرہ بن شعبہ پر پڑی۔ یہ دونوں حسن تدبیر اور کمال سیاست میں مشہور تھے۔

زیاد بن ابیہ زیاد بن ابیہ شیبیان علیؑ میں سے تھا اور ان کی طرف سے فارس کا والی تھا۔ امیر معاویہ کو فارس میں اس کے استحکام اور اس کی قوت و اثر کا حال معلوم تھا۔ مغیرہ بن شعبہ جو اس وقت کوفہ کے والی تھے، جب ان سے ملنے گئے تو امیر معاویہ نے ان سے زیاد کی طرف سے اپنے خدشہ کا اظہار کیا۔ مغیرہ بن شعبہ نے زیاد کو ہموار کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ مغیرہ زیاد کے پاس گئے اور اسے سمجھایا کہ امام حسنؑ کی دستبرداری کے بعد خلافت تو معاویہ کے ہاتھ آ ہی گئی ہے، بہتر یہ ہے کہ تم ان سے مصالحت کر لو۔ اس وقت

وہ اس کے خواہشمند بھی ہیں اس لیے تمہاری من مانی شرائط پر یہ معاملہ طرہ ہو جائیگا
 زیادے مغیرہ بن شعبہ کے مشورہ کو قبول کر لیا۔ امیر معاویہ نے مغیرہ کی واپسی کے
 بعد زیاد کو امن نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ زیاد امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے
 اس سے فارس کی آمد و خرچ کا حساب طلب کیا زیاد نے جو کچھ حساب کتاب
 پیش کیا امیر معاویہ نے اس کی تصدیق کر دی۔

زیاد نے امیر معاویہ سے کوفہ میں رہنے کی اجازت مانگی۔ امیر معاویہ نے
 اجازت دیدی، مگر مغیرہ بن شعبہ کو لکھا کہ زیاد اور دوسرے شعیان علیؑ حجاز
 عدی، سلیمان بن مرداشیث بن ربیع، ابن الکوا وغیرہ کی نگرانی رکھیں۔ یہ واقعہ
 ۳۲۲ھ کا ہے۔

۳۲۳ھ میں امیر معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ
 زیاد کی ماں سمیہ، حرث بن کلدہ طبیب ثقفی کی باندی تھی، حرث کے صلب سے
 سمیہ کے دلڑے پیدا ہوئے ابو بکرہ اور نضیح۔ پھر ابوسفیان نے سمیہ سے زنا نہ
 جاہلیت کے طرز پر (جو اصل میں زنا کی ایک صورت تھی) نکاح کر لیا۔ اور ان کے
 صلب سے زیاد پیدا ہوا۔ مگر زیاد کا ابوسفیان سے یہ تعلق مشہور نہ تھا اور وہ ابن
 ابیہ (اپنے باپ کا بیٹا) ہی کہلاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں کوئی خدمت
 زیاد کے سپرد کی۔ زیاد نے اسے بحسن و خوبی انجام دیا۔ جب واپس آیا تو حضرت
 عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک فصیح و بلیغ تقریر کی۔ حضرت عمرؓ اور ہاجرین
 و انصار جو اس موقع پر موجود تھے اس کی خوش بیانی سے محظوظ ہوئے۔ عمرو بن
 عاص نے کہا اگر اس غلام کا باپ قریش میں سے ہوتا تو یہ اپنی لاکھی سے سارے

عرب کو ہنکا دیتا، ابوسفیان نے کہا میں جانتا ہوں کہ اس کا باپ کون ہے، اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان نے خود اپنی زندگی میں کھل رزید کو اپنا بیٹا تسلیم نہیں کیا۔

حضرت معاویہ نے زیاد کو خوش کرنے کے لیے بعض شہادتوں کی بنا پر حوران کے سامنے گزریں زیادہ کو اپنا سوتیل بھائی تسلیم کر لیا تاہم امیر معاویہ کے اس فعل کو عامہ مسلمین کی تائید حاصل نہ ہوئی۔ دراصل حق استحقاق ابوسفیان کو تھا اور وہ بھی زمانہ جاہلیت میں۔ امیر معاویہ اس حق کو استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ زیاد نے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور اس کے آغاز میں لکھا ”زیاد بن ابی سفیان کی جانب سے“ اسے توقع تھی کہ حضرت عائشہ اسے اسی نام سے خطاب کریں گی اور اس کے لیے ثبوت ہو جائیگا۔ مگر حضرت عائشہ نے اس کا جواب بھیجا تو لکھا ”سب مسلمانوں کی ماں عائشہ کی طرف سے زیاد بیٹے کے نام“

۲۵ء میں حضرت معاویہ نے زیاد کو بصرہ کا والی مقرر کیا۔ یہاں کی حالت سابق والی عبداللہ بن عامر کے زمانہ میں اور بھی بدتر ہو گئی تھی۔ وہ بہت نرم خو تھے اور کسی پر سختی کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور اہل بصرہ فطرۃ شورش پسند تھے۔ بغیر سختی کے باز نہ آتے تھے۔

زیاد آخر ربیع الاول میں یہاں آیا تو فتنہ و فساد کی گرم بازاری دیکھی اس نے آتے ہی جامع کوفہ میں ایک پرزور تقریر کی جو خطبہ ”تبراء“ کے نام سے

مشہور ہے، کیونکہ اس میں حدود شمار نہ کئی۔ اس تقریب کے بعض اجزاء یہ ہیں

”سخت جہالت، اور تاریک گمراہی نے ہر چھوٹے بڑے کو گھیر رکھا ہے
گویا تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں دیکھی اور اس میں اہل طاعت
کے لیے ثواب عظیم، اور اہل معصیت کے لیے عذاب الیم کا ذکر
نہیں پڑھا۔ تم نے اسلام میں نئے دستور جاری کیے ہیں۔“

مذہبوں پر ظلم ڈھایا جاتا ہے اور تم ان کی مدد کیوں نہیں کرتے
دن دہارے ضعیف عورتوں کا مال لوٹا جاتا ہے اور تم ان کے
کام کیوں نہیں آتے۔ کیا تم میں ایسے لوگ نہیں ہیں جو رہزنی
اور غارت گری سے روکیں۔ تم قرابت کا خیال کرتے ہو، اور دین
کی پروا نہیں کرتے۔“

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر حالات درست نہ ہوئے
تو غلام کی بجائے آقا کو، مسافر کی جگہ مقیم کو، نافرمان کی جگہ
فرمانبردار کو اور بیمار کی جگہ تندرست کو پکڑو ننگا اور اسے سزا
دو نگا۔ جس شخص کے گھر میں نقب لگیگا، میں خود اس کا مال ادا
کر دو نگا، اور جو شخص رات کو باہر پھرتا پایا جائیگا موت کے گھاٹ
اتار دیا جائیگا۔ صرف اتنی مدت کی مہلت دی جاتی ہے کہ جانے
والا کو فہمائے اور لوٹ آئے، اس مدت کے بعد کوئی عذر نہ سنا
جائیگا۔“

میں کسی کی زبان سے جاہلیت کی صدائے بے ہنگام نہ سنوں،

ورنہ اس کی زبان تراش دوں گا۔ تم لوگوں نے نئے نئے جرائم ایجاد کیے ہیں، ہم نے بھی ان کی نئی نئی سزائیں تجویز کر لی ہیں۔ سنو! جس نے کسی کو غرق کیا اُسے غرق کر دیا جائیگا۔ جس نے کسی کو آگ میں جلایا اُسے بھی آگ میں جلا دیا جائیگا۔ جس نے کسی کے گھر میں نقب کیا، اس کے دل میں شگاف دیا جائیگا، جس نے کسی کی قبر کو کھودا، اُسے زندہ قبر میں دفن کر دیا جائیگا، تم اپنے ہاتھ اور زبان مجھ سے بچاؤ میں اپنے ہاتھ اور زبان تم سے الگ رکھو۔

میرے اور بعض قوموں کے درمیان کچھ عداوت تھی لیکن کج میں گسے اپنے پیروں تلے روندتا ہوں۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص میری دلی عداوت کی وجہ سے سب کے مرض میں مبتلا ہو گیا ہے تب بھی میں اس کی پردہ درمی نہ کروں گا، لیکن اگر وہ کھلم کھلا دشمنی کا اظہار کریگا تو پھر میں اُسے نہ چھوڑوں گا۔ تم اپنے طریقہ عمل کو درست کرو اور نیک روی اختیار کر کے خود اپنی مدد کرو۔ کچھ لوگ ایسا جو میرے آنے سے غمگین ہیں، لیکن آخر کار وہ خوش ہو جائیں گے اور کچھ لوگ ہیں جو خوش ہو رہے ہیں لیکن آخر کار وہ رنجیدہ ہوں گے۔

اے لوگو! ہم تمہارے حاکم اور تمہارے نگہبان ہیں، تمہیں ہماری اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے اور ہمیں تمہارے ساتھ عدل انصاف لازم ہے۔ لہذا ہماری خیر خواہی یا اختیار کر کے ہمارے انصاف کے مستحق بن جاؤ۔ خدا کی قسم میں تم میں سے بہتوں کو اپنے ہاتھ سے بچاؤں گا۔

دیکھ رہا ہوں۔ لہذا ہر شخص کو ڈرنا چاہیے کہ وہ میرے ہاتھ سے نہ
پھپھڑے لے۔

زیاد نے عبداللہ بن حصن کو تو ال شہر مقرر کیا، عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھی جاتی
پھر زیاد کسی قاری کو حکم دیتا کہ وہ قرأت کے ساتھ سورہ بقرہ یا اس کی مثل کوئی
طویل سورہ پڑھے۔ اس کے بعد اتنا انتظام کیا جاتا کہ آدمی کو فد کے انتہائی حصہ
تک جاسکے۔ پھر زیاد عبداللہ بن حصن کو گشت کا حکم دیتا۔ عبداللہ بن حصن
گشت کے دوران میں جسی آدمی کو گھر سے باہر دیکھتا اسے قتل کر دیتا۔ ایک دن
کو تو ال لے ایک دیہاتی کو بکڑا اور اسے زیاد کے سامنے حاضر کیا۔ زیاد نے اس
سے پوچھا کیا تو نے منادی نہیں سنی تھی؟ دیہاتی کہا نہیں، خدا کی قسم میں تو اپنی
بکریاں لے کر شہر میں آیا تھا، راستہ میں رات ہو گئی، میں بکریوں کو لے کر ایک گوشہ
میں بیٹھ گیا کہ رات گزار دوں مجھے امیر کے حکم کی کچھ خبر نہیں۔ زیاد نے کہا تو مجھے
سچا معلوم ہوتا ہے لیکن تیرے قتل میں اُمت کی اصلاح ہے۔ پھر اس بے
گناہ کو قتل کر دیا۔ زیاد کے اس ظالمانہ طرز عمل سے کوفہ میں خوف و ہراس
طاری ہو گیا، مفسدہ جماعت نے فتنہ و فساد سے توبہ کر لی اور شہر میں امن و امان
کا دور دورہ ہو گیا اب شہر کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ اگر کسی کے ہاتھ سے کوئی چیز
گر پڑتی تو دوسرا اسے ہاتھ نہ لگاتا تھا، جس کی چیز ہوتی وہی اُسے اٹھا کر لے جاتا
دکاندار اپنی دکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ دیتے اور ان کا ذرہ برابر نقصان
نہ ہوتا۔

زیادے اس سختی کے ساتھ جہاں موقع دیکھا ترمی کے بھی کام لیا بھینہ بن
 کمیشن کو ایک خارجی سردار کی گرفتاری کا حکم دیا جو بنی سعد کے قبیلہ سے تعلق
 رکھتا تھا۔ بھینے نے اُسے جا پکڑا خارجی نے بھینے سے وضو کر لینے کی اجازت چاہی
 بھینے نے کہا اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم وضو کر کے واپس آ جاؤ گے۔ خارجی
 نے کہا میں اللہ تعالیٰ کو ضمانت بنا تا ہوں۔ خارجی حسب وعدہ وضو کر کے
 حاضر ہو گیا اور زیاد کی مجلس میں پیش کیا گیا زیاد نے حمد و نعت کے بعد خلفاء
 ثلاثہ کی تعریف کی، پھر خارجی سے کہا۔ تم ہم سے بے تعلق رہے، ہمیں تمہارا یہ طریقہ
 پسند نہ آیا۔ خارجی نے حمد و نعت اور شیخیں کی تعریف کے بعد کہا۔ تمہیں اپنے
 قول و قرار پر پابند رہنا چاہیے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ جو شخص ہم سے تعرض کریگا
 ہم اس سے باز پرس نہ کریں گے۔ زیاد نے اپنی غلطی تسلیم کی، اور خارجی کو خلعت
 اور بہت کچھ انعام دے کر رخصت کیا۔

اسی طرح زیاد کو ایک بااثر خارجی ابوالخیر کی طرف سے اندیشہ ہوا زیاد
 نے اُسے بلا کر چند سیابور کا عامل مقرر کر دیا۔ چار ہزار درہم ماہوار اس کا وظیفہ
 اور ایک لاکھ درہم سالانہ تنخواہ مقرر کر دی۔ وہ خارجی کہا کرتا تھا کہ جماعت
 میں شامل رہنا ہی بہتر طریقہ ہے۔

ابوالعباس مہر کا قول ہے: ”زیاد اس خارجی کو قتل کرتا تھا جو
 میدان میں آ کر مخالفت کرتا۔“ جو درپردہ مخالفت ہوتا اس سے تعرض نہ کرتا اور
 اس وقت تک تلوار کو بے نیام نہ کرتا جب تک جرم ثابت نہ ہو جاتا
 ولایت کوفہ سنہ ۳۰ میں مغیرہ بن شعبہ والی کوفہ کا انتقال ہوا تو کوفہ کی

دلاہیت بھی زیادہ کے شہر و کردی گئی۔ زیادہ چھہ مہینے بصرہ میں رہتا اور چھہ مہینے کوفہ میں۔

زیادہ پہلی مرتبہ بحیثیت والی کے کوفہ پہنچا تو اس نے یہاں بھی جامع کوفہ میں ایک خطبہ دیا۔ کوفہ کے شورش پسندوں نے اپنی عادت کے مطابق اس پر کنکریاں پھینکیں۔ زیادہ نے فوراً مسجد کے دروازے بند کر دیے اور خود مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ چار چار آدمی باہر نکلیں۔ جو شخص قسم کھا کر کنکریاں پھینکنے کا انکار کرتا اسے چھوڑ دیا جاتا اور جو اس میں تامل کرتا اسے روک لیا جاتا۔ اس طرح تیس آدمی روک لیے گئے اور ان کے ہاتھ اسی وقت کاٹ دیے گئے۔ اس واقعہ کے بعد زیادہ نے مسجد میں اپنے لیے ایک مقصورہ بنوایا۔

مُحْرِبِ عَدِي كُوفَةَ كَيْ بَاثِرًا مِيَانِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي تَحْتَهُ جَب
قتل محربن عدی امام حسن نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو سب سے

پہلے ہی حضرت امام کے پاس پہنچے اور ان کے اس طریق عمل سے سخت اختلاف کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا اے ابن رسول اللہ! میں آج کے دن سے پہلے مرجانا تو بہتر تھا۔ آپ نے ہمیں انصاف کے ہاتھوں سے نکال کر ظلم کے پنجہ میں دسے دیے۔ ہمیں حق کو چھوڑنا پڑتا ہے اور باطل کو قبول کرنے پر جس سے ہم بھاگتے تھے مجبور ہو گئے ہیں۔ حضرت امام نے جواب دیا اے محرب! میں نے اپنے اکثر ساتھیوں کو نفاق کا خواہشمند اور لڑائی سے متنفر پایا میں نے پسند نہ کیا کہ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور کروں، میرے حامیوں کا فائدہ اسی

ہیں تھا کہ صلح کر کے ان کا خون نہ بکھرنے دوں۔“

یہاں سے مایوس ہو کر حجر حضرت امام حسینؑ کے پاس گئے اور انہیں حضرت معاویہ کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کا مشورہ دیا۔ مگر حضرت امام حسینؑ نے بھی یہ فرما دیا ”ہم بیعت کرنے کے بعد سے نہیں توڑ سکتے۔ حجر مایوس ہو کر لوٹ آئے۔ مغیرہ بن شعبہ والی کوفہ ایک نیک سیرت بزرگ تھے تاہم حضرت معاویہ کے احکام کے مطابق وہ بھی حضرت علیؑ کی خدمت اور حضرت عثمان کے لیے دعا لیا کرنے تھے۔ حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں سے یہ برداشت نہ ہوتا اور وہ بھی جمع عام میں حضرت علیؑ کی تعریف اور حضرت عثمان کی مذمت کرتے۔ مغیرہ بن شعبہ ان سے تعرض نہ کرتے بلکہ انعام و اکرام سے ان کا منہ بند کرنے کی کوشش کرتے۔

ایک دن مغیرہ بن شعبہ اپنے آخری زمانہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ حجر دوران خطبہ میں کھڑے ہوئے اور باواز بند کہا اے شخص! تو نے ہمارے وظیفے بند کر دیے ہیں، تجھے اس کا حق نہ تھا تو ہمارے وظیفے جاری کر اور امیر المؤمنین کی بدگوئی کے شوق سے باز آ۔ اس پر دو تہائی نمازی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے حجر نے ٹھیک کہا۔ ہمارے وظیفے جاری کرو اور مغیرہ بن شعبہ منبر سے اتر آئے۔

مغیرہ بن شعبہ کا یہ طرز عمل ان کے ساتھیوں کو پسند نہ آیا۔ انہوں نے ان کا کہا اپنے حجر بن عدی کو بڑا جری کر دیا ہے، اس طرح حکومت کا دبدبہ قائم نہیں رہ سکتا۔ امیر المؤمنین تک خبر پہنچ گئی تو وہ بھی اسے ناپسند کرنے لگے۔ مغیرہ بن

بن شعبہ نے جواب دیا: تم سمجھتے نہیں، میں نے تو حجر کو قتل کر دیا ہے۔ میری زمی سے وہ حکومت کی مخالفت کے عادی ہو گئے ہیں۔ میرے بعد جو والی آئیگا اس کے زمانہ میں بھی وہ یہی طرز عمل اختیار کریں گے وہ انہیں قتل کیے بغیر نہ چھوڑیگا۔ یہ میری زندگی کے آخری ایام ہیں۔ میں اپنے ہاتھ اس شہر کے بزرگوں کے خون سے رنگین کر کے انہیں سعید اور اپنی ذات کو شقی بنانا نہیں چاہتا۔

مغیرہ بن شعبہ کا یہ خیال درست تھا، ان کے بعد زیاد کوفہ کا والی مقرر ہوا۔ وہ صرف چھ مہینے کوفہ میں رہتا تھا اور اس کی غیر حاضری کے زمانہ میں عمرو بن حریث اس کی قائم مقامی کے فرائض انجام دیتا تھا۔ ایک جمعہ کو عمرو بن حریث خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا تو حجر بن عدی نے اپنی عادت کے مطابق اس پر بھی کنکریاں پھینکیں۔ عمرو بن حریث منبر سے اتر آیا اور قصر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور واقعہ کی اطلاع بصرہ میں زیاد کو پہنچائی۔ اس نے یہ بھی اطلاع دی کہ حجر کے مکان پر شعیبان علی جمع ہوتے ہیں، اور حضرت معاویہ پر لعن و طعن کیا جاتا ہے۔

زیاد بصرہ سے کوفہ آیا اس نے جامع کوفہ میں ایک تقریر کی اور اہل کوفہ کو حکومت کی مخالفت کے انجام سے ڈرایا، پھر اس نے حجر بن عدی کو طلب کیا۔ حجر نے حاضر ہونے سے انکار کیا۔ زیاد نے پولیس کے ذریعہ انہیں طلب کیا۔ حجر کے ساتھیوں نے پولیس والوں کو گالیاں دیں۔ زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کر کے پھر ایک تقریر کی اور کہا:-

”تم لوگوں کی بھی عجیب حالت ہے، ایک ہاتھ سے سر کھپوڑتے

ہوا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی مرہم پٹی کرتے ہو، تمہارے جسم
میرے ساتھ ہیں اور دل حجر کے ساتھ، یا تو تم سیدھے ہو جاؤ
ورنہ تھکے کے سے بل نکال دوں گا۔“

اہل کوفہ اس تقریر سے مرعوب ہو گئے اور کہنے لگے: ”معاذ اللہ! ہم آپ
کی اطاعت سے کس طرح گردن موڑ سکتے ہیں“

زیاد نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے اپنے رشتہ داروں کو جو حجر کے ساتھ ہیں
اس کا ساتھ دینے سے روکے۔ اس طرح حُجْر بن عدی کے اکثر ساتھی ان سے
علیحدہ ہو گئے۔ اب زیاد نے حُجْر بن عدی اور ان کے گئے چنے ساتھیوں کو جو
نعداد میں تیرہ تھے گرفتار کرنا کر قید کر دیا۔

پھر زیاد نے حجر کے خلات کوفہ کے معززین کی شہادتیں جمع کیں۔ ان
لوگوں نے شہادت دی کہ حجر اور ان کے ساتھی خلیفہ کو گالیاں دیتے ہیں، حکومت
کے مخالف ہیں اور اس مقصد کے لیے اپنے پاس ایک گروہ بھی جمع رکھتے ہیں
پھر ان شہادتوں کو حُجْر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ دربار خلافت
میں دمشق بھیج دیا گیا۔ زیاد نے حضرت معاویہ کو یہ بھی لکھا کہ یہ لوگ عراق میں
فتنہ کی جڑ ہیں۔ اگر انہیں قتل کر دیا گیا تو فتنہ کا قلع مٹ ہو جائیگا۔

امیر معاویہ نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور چھ کو
جنوں نے اپنے طرز عمل کو بدلنے کا وعدہ کیا چھوڑ دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جب حُجْر بن عدی کی گرفتاری اور دمشق کی طرف
ان کی روانگی کی اطلاع ملی تو انہوں نے عبدالرحمن بن عمارت کے ذریعہ ان

کے لیے سفارش نامہ بھیجا مگر عبدالرحمن اس وقت دمشق پہنچے کہ حجر قتل ہو چکے تھے۔

حجر بن عدی کا قتل ایک افسوسناک واقعہ تھا۔ حضرت معاویہ نے کو
 ٹوکر گزرے مگر بعد میں ان کو بھی پشیمانی ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کے سفیر عبدالرحمن
 نے ان سے پوچھا۔ اے معاویہ حجر کو قتل کرتے وقت تمہاری خاندانی بردباری
 کہاں چلی گئی تھی؟ حضرت معاویہ نے جواب دیا، جب تم جیسے بردبار لوگ
 مجھ سے علیحدہ ہو جائیں تو ابن سمیہ کی ہر بات مجھے ماننی ہی پڑے گی۔ حضرت
 معاویہ جب حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ان سے
 یہی سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا مجھے کوئی سبب وار مستبیر نہیں آیا۔ اے
 ۶۵۳ء میں زیاد کی موت واقع ہوئی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ زیاد
 مرگ زیاد نے حضرت معاویہ کو لکھا "میں نے عراق کو اپنے بائیں ہاتھ سے قابو
 میں کر لیا ہے۔ میرا دایاں ہاتھ خالی ہے، اسے حجاز دے کر مشغول کر دیجئے۔"
 حضرت معاویہ نے اس کے نام حکومت حجاز کا بھی پروانہ لکھ دیا۔ اہل حجاز کو
 یہ خبر معلوم ہوئی تو بہت پریشان ہوئے، ان کا ایک وفد حضرت عبداللہ بن عمرؓ
 کی خدمت میں حاضر ہوا اور فریاد کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے قبلہ رخ ہو کر دعا
 مانگی "اے اللہ! یہ زیاد کے شر سے محفوظ رکھ" یہ دعا قبول ہوئی۔ زیاد کے دائیں
 ہاتھ کی انگلی میں طاعون کی گلٹی نکلی اور وہ مر گیا۔ جب اس کی موت کی خبر

حضرت عبداللہ بن عمر کو پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ ”جیسے ابن سمیہ نہ تو نے آخرت ہی پائی اور نہ دنیا ہی تیرے لیے باقی رہی!“ لے

مغیرہ بن شعبہ | حضرت مغیرہ بن شعبہ کی سیاست نرم تھی، وہ صلح و اہمیتی کو پسند کرتے تھے۔ مخالفین کے پیچھے نہیں پڑتے تھے۔

لوگ ان سے آکر کہتے تھے، فلاں شخص خارجی عقیدہ رکھتا ہے۔ فلاں شخص شیعی خیال کا ہے۔ آپ یہ فرما کر ٹال دیتے تھے ”خدا کی حکمت ہی اس کی مقتضی ہے کہ اس کے بندوں کے خیالات میں اختلاف ہے، قیامت کے دن وہ ان کے اختلافات کا خود فیصلہ فرمائے گا۔“ لیکن خوارج کب چین سے بیٹھنے والے تھے، وہ امن و اطاعت کو گناہ سمجھتے تھے اور فساد و بغاوت کو ثواب۔

انہوں نے مستورد بن حلقمہ کو اپنا سردار بنا کر مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں

کوفہ میں حیان بن ظبیان کے مکان پر خفیہ مشورہ ہوا اور قرار پایا کہ خاص

عید الفطر ۳۳ھ کے دن میدان میں نکلا جائے۔

مغیرہ بن شعبہ کو اس اجتماع کی خبر ہوئی۔ پولیس نے حیان کے مکان کا

محاصرہ کر لیا۔ مستورد اور اس کے کچھ ساتھی نکل بھاگے اور باقی گرفتار ہو گئے

مستورد نے کوفہ سے نکل کر پھر اپنے ساتھیوں کو مجتمع کیا اور مقابلہ

کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مغیرہ بن شعبہ نے اہل کوفہ کو جمع کیے کے ایک موثر

تقریر کی اور خارجیوں کے فتنہ کی سرکوبی کے لیے ان سے مدد چاہی۔ معقل بن

قیس رباحی نے کہا۔ اے امیر قبیلہ کا سردار اپنے اپنے قبیلے کی ذمہ داری لے۔

میں اپنے قبیلہ کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ مغیرہ بن شعبہ نے اس رائے کو پسند کیا اور ہر قبیلہ کے سردار کو حکم دیا کہ وہ اپنے قبیلہ کو اس فتنہ کی آگ میں کودنے سے بچائے۔ تمام سرداران قبائل نے اس حکم کی اطاعت کی، اور اللہ کا واسطہ دے کر اپنے اپنے قبیلہ کو اس شورش سے باز رکھا۔

مستورد اس وقت قبیلہ عبد القیس کے ایک شخص سلیم بن مہرج کے مکان میں پناہ گزین تھا۔ صعصعہ بن صوحان عبیدی جو اس قبیلہ کا سردار تھا اپنے قبیلہ میں آیا۔ ایک پرزور تقریریں انہیں اس فتنہ سے باز رہنے کی تلقین کی۔ تمام قوم نے صعصعہ کی رائے کو قبول کیا۔ اور خارجیوں سے الگ تھلاگ رہنے کا اقرار کیا۔ مستورد کو جب صعصعہ کی کوششوں کا علم ہوا تو وہاں سے چلا گیا۔

مستورد نے پھر اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور تین سو کی جمعیت کو ساتھ لے کر سوار سے عسکر کی طرف مقابلہ کے ارادہ سے روانہ ہوا۔

مغیرہ بن شعبہ کو جب ان کے خروج کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے سرداران کو فتنہ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ عدی بن حاتم نے کہا اے امیرو! ہم سب ان سے بیزار ہیں اور آپ کے فرمانبردار آپ جسے حکم دیں گے ان کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جائیگا۔ معقل بن قیس نے کہا یوں تو سب اشراف کو فتنہ ہی آپ کے مطیع اور ان ظالموں کے دشمن ہیں لیکن میں سب سے پیش پیش ہوں، ان کے مقابلہ کے لیے مجھے بھیجیے۔

مغیرہ بن شعبہ نے تین ہزار شیعہ جماعت کے منتخب افراد معقل بن قیس کی کمان میں مستورد کے مقابلہ کے لیے بھیجے۔ ابو رداغ لشکری تین سو ساتھیوں

کے ساتھ مقدمہء بحیثیت کے طور پر آگے گیا۔ ان دونوں جماعتوں میں مختلف مقامات پر متعدد معرکے ہوئے جن میں خارجی ہی غالب رہے۔ آخری معرکہ مقام دہلیا پر نہایت سخت تھا۔ فریقین انتہائی شجاعت کے ساتھ لڑے مستورد اور معقل دونوں ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے، مستورد کانیزہ معقل کے سینہ کے پار ہو گیا اور معقل کی تلوار نے مستورد کے سر کے پرچے اڑا دیے۔ اس لڑائی میں پانچ آدمیوں کے سوا خارجیوں میں سے کوئی زندہ نہ بچا۔ اس طرح خوارج کی شورش کچھ عرصہ کے لیے دب گئی۔

مغیرہ بن شعبہ سات سال اور کچھ مہینے کوفہ کے والی رہے ۳۵ھ میں ان کا انتقال ہو گیا، اور کوفہ بھی بصرہ کے ساتھ زیاد کی ولایت میں شامل کر دیا گیا۔

مغیرہ بن شعبہ، نرم خو، صلح جو اور با ایزمیر والی تھے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں اہل کوفہ کا خون بہا کر انہیں سید اور اپنی ذات کو شقی نہیں بنانا چاہتا۔ میں نکو کار کو جزائے نیک دینگا، غلط کار سے درگزر کرونگا۔ سنجیدہ سخن کی تعریف کرونگا اور بوقوف کو سمجھاؤنگا۔ حتیٰ کہ قضا کا ہاتھ میرے اوزان کے درمیان جدائی ڈال دے۔ اہل کوفہ کو میرے بعد دوسرے سے سابقہ پڑے گا۔ تو مجھے یاد کیا کریں گے۔ کوفہ کے ایک شیخ نے ان کے انتقال کے بعد کہا: فدائی قسم ہم نے اہل کوفہ کو معاف کرنے والے تھے اور عذر خواہ کے عذر کو قبول کر لیتے تھے۔ امام شعبی نے فرمایا ہے: مغیرہ بن شعبہ کے بعد ان جیسا کوئی والی نہ آیا۔ وہ سلف

صلح کا بقیہ تھے؛ البتہ حضرت علیؑ کی مذمت اور حضرت عثمانؓ کے لیے دعا کی رحمت ان کا بھی معمول تھا۔ مگر اس زمانہ میں حامیانِ بنی امیہ اور شیعیانِ علیؑ دونوں اس مرض میں مبتلا تھے، دونوں اپنے فریقِ مخالف کے اکابر کی عیب جوئی کو برانہ سمجھتے۔

زیاہ کی موت کے بعد حضرت معاویہؓ نے عبید اللہ بن
عبید اللہ بن زیاہ | زیاہ کی درخواست پر اسے خراسان کا والی مقرر

کر دیا تھا۔ ۵۵ھ میں عبید اللہ بن عمر بن عیلام کو معزول کر کے عبید اللہ بن زیاہ کو بصرہ کی ولایت بھی دیدی گئی۔ زیاہ کی موت کے بعد خوارج میں پھر حرکت پیدا ہوئی تھی۔ عبید اللہ بن زیاہ نے اپنے باپ سے بھی زیادہ سخت طرز عمل اختیار کیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ وہ گھڑ دوڑ میں شریک تھا اور گھوڑے کا انتظار کر رہا تھا کہ عروہ بن ادیہ نے اُسے نصیحت کرنا شروع کی، اور قرآن کی یہ آیت بھی تلاوت کی:

کے آتم ہر اونچی جگہ پر بے ضرورت یادگار بنائے اور محل تعمیر کرتے ہو، گویا تم دنیا میں ہمیشہ رہو گے اور جب ہاتھ ڈال لے تو اس کو بڑی سختی سے پکڑتے ہو۔

أَتَّبِعُونَ بَيْكُنَّ رَجِيعًا يَنْتَعِبُونَ
وَتَتَّخِذُونَ مِمَّا آتَاكُمْ
تَخْلُدُونَ وَإِذَا بَطَشْتُمْ
بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ۝

عروہ خارجی عقیدہ کا تھا، عبید اللہ بن زیاہ نے خیال کیا کہ اس کے پس پشت بڑی طاقت معلوم ہوتی ہوگی، تب ہی تو اس نے مجھ سے اس قدر حرمت

کے ساتھ کلام کیا ہے۔ عبید اللہ گھڑ دوڑ کے میدان سے فوراً واپس ہو گیا، اور عروہ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ عروہ گرفتار ہو کر آیا تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے۔ ابن زیاد نے پوچھا: اب تمہارا کیا خیال ہے؟ عروہ نے جواب دیا۔ میرا خیال ہے کہ تم نے میری دنیا اور اپنی عاقبت خراب کر لی ہے۔ ابن زیاد نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کی بیٹی کو بھی قتل کرا دیا۔

اسی طرح بنی یربوع کے قبیلہ کی ایک عورت ابن زیاد کی بڑائی کیا کرتی تھی۔ ابن زیاد نے اُسے طلب کیا۔ لوگوں نے اُسے روپوش ہو جانے کا مشورہ دیا۔ اُس عورت نے کہا میں اپنی جان بچا کر دوسروں کو مصیبت میں نہیں پھنسانا چاہتی۔ ابن زیاد کے سامنے حاضر ہوئی تو اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر قتل کرا دیا۔

پھر ابن زیاد نے خوارج کی عام گرفتاری کا حکم دیا، یہاں تک کہ قید خانہ بھر گیا۔ عروہ بن ادبہ کا بھائی ابو ہلال مرد اس بھی گرفتار ہوا۔ مرد اس بڑا عبادت گزار شخص تھا۔ داروغہ قید خانہ نے اُسے اجازت دیدی تھی کہ رات کو اپنے گھر چلا جاسکے اور صبح کو آجایا کرے۔ ابن زیاد کی مجلس میں ایک رات خوارج کے قتل کا مشورہ ہوا، وہاں مرد اس کا ایک دوست بھی موجود تھا۔ مرد اس کے دوست نے اُسے خبر دیدی کہ تمہارے قتل کے احکام جاری ہو چکے ہیں۔ مگر مرد اس حسب معمول قید خانہ چلا گیا۔ داروغہ نے مرد اس سے پوچھا: کیا تمہیں امیر کے ارادہ کی خبر نہیں ہوئی تھی؟ مرد اس نے کہا خبر تو ہو گئی تھی، مگر میں نے اپنے محسن کو مصیبت میں پھنسانا پسند نہ کیا۔ داروغہ

اس جواب سے بہت متاثر ہوا اور اس نے ابن زیاد سے سفارش کر کے اس کی جان بخشی کرادی۔ مرد اس اہواز کی طرف چلا گیا۔

اہواز میں مرد اس نے یہ طریقہ اختیار کیا جب حاکم حکومت کا پوچھ بیت المال روانہ ہوتا تو اس میں سے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے وظائف کی رقم چھین لیتا، باقی چھوڑ دیتا، ابن زیاد نے اس کے مقابلہ کے لیے دو ہزار کا لشکر دے کر اسلم بن زرعہ کو بھیجا، مرد اس نے اپنے چالیس آدمیوں سے دو ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی۔

الغرض ابن زیاد خوارج کی آتش فساد کو آب شمشیر سے بھی سرد نہ کر سکا۔

مصر کے والی فارخ مصر، اور مصر کے حالات کے نبض شناس ولایت مصر عمرو بن عاص تھے، ۳۳ھ میں ان کا انتقال ہوا تو ان

کے بیٹے عبداللہ بن عمرو والی مقرر ہوئے۔ پھر ان کو معزول کر دیا گیا اور دوسرے لوگ والی مقرر ہوئے اس کا ذکر آگے آئے گا۔

حجاز کی ولایت بنی امیہ کے لیے مخصوص تھی۔ مدینہ کا والی ولایت حجاز کبھی مروان بن حکم ہوتا، اور کبھی سعید بن عاص۔ امیر معاویہ کا طریقہ یہ تھا کہ کسی نئے اموی کو والی بناتے تو پہلے اسے طائف کی حکومت سپرد کرتے۔ اگر وہ کامیاب ثابت ہوتا تو وہ اسے مکہ کی حکومت بھی دیتے۔ پھر اگر وہ ان دونوں مقامات کی ذمہ داری کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرتا تو مدینہ کی حکومت بھی اس کو عطا کر دیتے۔

مدینہ کے والی ہی امیران کج کے فرائض انجام دیتے تھے۔ امیر معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں صرف دو مرتبہ حج کیلئے ۲۳ھ میں پھر ۲۵ھ میں۔

فتوحات

امیر معاویہ کے عہد میں مشرقی سرحدوں پر بہت کم فتوحات ہوئیں۔ زیادہ تر بغاوتوں کو فرو کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ عبداللہ بن سوار عبیدی نے جو سرحد سندھ پر متعین تھے، دو مرتبہ قیقان پر حملہ کیا۔ دوسری مرتبہ اہل قیقان نے ترکوں کی مدد سے ان کو قتل کر دیا۔

۳۴ھ میں حلب بن ابی سفیر نے سرحد سندھ پر حملہ کیا اور تباہی اور لاہور کو جو کابل اور ملتان کو درمیان واقع ہے، فتح کیا۔ یہاں ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا۔ ایک مرتبہ انہیں بارہ ترک سواروں نے گھیر لیا، حلب نے ان سب کو قتل کر دیا۔

اسی زمانہ میں مسلمانوں کی توجہ زیادہ تر شمال و مغرب کی طرف رہی جہاں عظیم الشان رومی حکومت مسلمانوں کو دعوت مقابلہ دیتی رہتی تھی۔ رومی بادشاہوں میں سے امیر معاویہ کے معاصر دو بادشاہ ہوئے۔ قسطنطین ثانی بن ہرقل ثانی (۳۶۱ء تا ۳۶۸ء) اور قسطنطین رابع بوغاناقس (۳۶۸ء تا ۳۷۹ء) ان دونوں بادشاہوں کے عہد میں مصر و شام کی سرحدوں پر رومیوں اور مسلمانوں کی چھیڑ چھاڑ جاری رہی۔ امیر معاویہ نے سمندر اور خشکی میں ان کے مقابلہ کے بہترین انتظامات کیے۔

سمندری مقابلہ کے لیے انہوں نے ایک زبردست جنگی بیڑہ تیار کیا
سترہ سو جہاز سامان جنگ سے مسلح جہازوں کے ساتھ تیار رہتے تھے۔ ان جہازوں
کی تیاری کے لیے شام میں جہاز سازی کے کارخانے کھولے گئے اور لبنان
کے پہاڑوں سے لکڑی حاصل کی جاتی تھی۔

امیر معاویہ کے اس جنگی بیڑے نے بحر روم کے سینہ کو چیر کر بار بار روم
طاقت کے مقابلہ میں اسلامی سطوت کا سر بلند کیا۔ جزیرہ قبرس، بعض جزیرے
یونان اور جزیرہ رودس مسلمانوں کے ہاتھوں مفتوح ہوئے۔ یہ جزیرے
سمندری چھاوٹیوں کا کام دیتے تھے۔ رومی جہازوں کو اسلامی علاقوں
طرف نہ بڑھنے دیتے تھے۔ امیر معاویہ نے بحری فوج کی تنخواہ بھی پیش قرار مقرر
کی تھی۔

شکی میں مقابلہ کے لیے امیر معاویہ نے شواتی اور صوائف کے نام
دو مستقل فوجیں تیار کی تھیں۔ شواتی وہ فوجیں تھیں جو موسم سرما میں دشمن
مقابلہ کرنے کے لیے نکلتی تھیں اور صوائف وہ جو موسم گرما میں۔ اس طرح لڑائیوں
کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا اور دشمن کو اسلامی سرحدوں کے پاس پہنچنے
اہمیت نہ ہوتی تھی۔

۳۹ھ میں امیر معاویہ نے مشرقی رومی سلطنت کے
قسطنطنیہ پر حملہ

کے لیے زبردست فوجیں بھیجیں۔ سفیان بن عوف اس فوج کے سالار تھے۔ مقام فرقدونہ میں یہ فوجیں
بخارا اور چچک میں مبتلا ہو گئی۔ امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی ساتھ لیا

حکم دیا تھا۔ مگر وہ بیماری کا بہانہ کر کے بیٹھ رہا تھا۔ جب اُسے مجاہدین کی مصیبت کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنی بزمِ عشرت میں یہ شعر پڑھے :-

فان ابالی بما لاقت جموعهم
بالفرقدۃ من حمی من موم
اذ انکات علی الاما ط مرتفعاً
بدیر مران عندی ام کلثوم

مجھے کیا پروا اگر فرقہ و نہ میں لڑنے والوں کے
جھتوں کو بخارا اور حچک کی مصیبت سے پالا
پڑا ہی جب کہ میں دیر مران میں قالینوں پر
تکیہ لگاؤں ہوں ام کلثوم (بیوی) کے
ساتھ دادِ عشرت کے رہا ہوں۔

امیر معاویہ کو بیٹے کی اس عشرت کو لٹی کی خبر پہنچی تو قسم کھا کر کہا کہ یزید کو بھی ارضِ روم میں جانا پڑیگا، اور شکرِ اسلام جن مصیبتوں میں مبتلا ہے ان میں حصہ بنانا پڑیگا۔

چنانچہ امیر معاویہ کے حکم سے ایک دوسرا لشکر پہلے لشکر کی امداد کے لیے روانہ کیا گیا۔ جس میں یزید کے علاوہ صحابہ کرام حضرت ابو ایوب الانصاری حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر بھی شامل تھے، یہ دونوں لشکر خشکی کے راستے سے ساحلِ باسفورس پہنچے۔ ان کے علاوہ ایک بحری پٹہ جس کی کمان بسربن ارطافا کے ہاتھ میں تھی، رودبار و انیال کو عبور کرتا ہوا قسطنطینہ کی دیواروں کے نیچے پہنچ گیا۔

شہنشاہِ روم نے قسطنطینہ کی مدافعت کے لیے بڑے انتظامات کیے تھے۔ آتشِ یونانی کے ذریعہ مسلمانوں پر آگ برسائی جا رہی تھی مسلمان متعدد

معرکوں میں بڑی جان بازی کے ساتھ آگ اور خون کا کھیل کھیلے۔ عبدالعزیز بن
 زرادہ کلبی کا تو یہ حال تھا کہ شوق شہادت میں بار بار گے بڑھتے تھے اور
 دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے۔ آخر کار رومیوں نے گھیر لیا
 نیزوں سے اُن کا بدن چھلنی کر کے شہید کر دیا، تاہم مسلمان قسطنطینہ کے بہتر
 محل وقوع، اس کی فصیل کی بلندی و مضبوطی اور دشمن کے اعلیٰ انتظامات
 مدافعت کی وجہ سے کسے فتح نہ کر سکے اور ناکام واپس آئے۔ اس معرکہ میں
 مسلمانوں کو آدمیوں اور جہازوں کا بڑا نقصان اٹھانا پڑا

رسول اکرم صلعم کے مدینہ کے میزبان حضرت ابو ایوب انصاریؓ دور
 محاصرہ میں وفات پلگئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو دیوار قسطنطینہ
 نیچے دفن کر دیا گیا۔ رومی اپنے عہد سلطنت میں آپ کی قبر پر حاضر ہو کر بارش
 کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ جب ترکان عثمانی نے قسطنطینہ کو فتح کیا تو آپ
 کی قبر پر ایک مقبرہ اور اس سے متعلق ایک شاندار مسجد بنوادی خلفاء
 کی تاج پوشی کی رسم اسی مسجد میں ادا کی جاتی تھی۔

۶۲۷ء میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ والی مصر اور
فتوحاتِ افریقہ دو سال کی ولایت کے بعد معزول ہوئے ان کی
 معاویہ بن خدیج کا تقرر ہوا۔ پھر ۶۳۷ء میں معاویہ بن خدیج کے ہاتھ سے
 کی حکومت نکال لی گئی اور عقبہ بن نافع فہری کے سپرد کی گئی۔
 عقبہ نے عمرو بن عاص کے زمانہ میں افریقہ میں کارہائے نمایاں کیے

۱۔ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۸۳ اور محاضرات خطیری ج ۲ ص ۱۶۶۔

وربرقہ اور زدیکہ میں مقیم تھے۔ افریقیہ کے بربری بڑے بدعہد اور سرکش تھے، جب
 نونی امیر ان پر فوج کشی کرتا تو اظہار اطاعت کرتے بلکہ حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے
 اور جب وہ لوٹ جاتا تو علم مخالفت بلند کرتے اور مرتد ہو جاتے۔ امیر معاویہ
 کے حکم سے عقبہ بن نافع فہری نے دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ افریقیہ کے
 اندرونی علاقوں میں فوج کشی کی۔ باغیوں کو مطیع کیا۔ اور ملک میں امن
 مان قائم کیا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر انہوں نے سوچا کہ اس علاقہ میں ایک اسلامی
 شہر بسانا چاہیے جو اسلامی قوت کا مرکز ہو، اور خطرہ کے وقت مسلمانوں کے لیے
 جائے پناہ بن سکے، چنانچہ انہوں نے گھنے جنگل کو صاف کر کے شہر قیروان کی
 بنیاد ڈالی، یہاں ایک شاندار جامع مسجد بھی تعمیر کرائی۔ یہ شہر پانچ سال کی
 مدت میں تکمیل کو پہنچا۔ قیروان کی آبادی سے مسلمانوں کو جمعیت خاطر نصیب
 ہوئی۔ انہوں نے اطمینان کے ساتھ بربریوں کا مقابلہ کیا اور بہادری کے ساتھ
 ان علاقوں میں بڑھتے چلے گئے۔ اس طرح اسلام کی طاقت مضبوط ہو گئی
 اور بربریوں کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔

۵۵۰ء میں مصر اور افریقیہ کی ولایت پر مسلمہ بن مخلد انصاری کا تقرر
 عمل میں آیا۔ انہوں نے اپنے غلام ابوالہماجر کو افریقیہ کا والی مقرر کیا۔ ابوالہماجر
 نے افریقیہ پہنچ کر عقبہ بن نافع کے ساتھ توہین امیر بڑتاؤ کیا۔ عقبہ شام چلے آئے
 اور امیر معاویہ سے ابوالہماجر کی بدسلوکی کی شکایت کی۔ امیر معاویہ نے ان کو
 دوبارہ افریقیہ کی ولایت پر بھیجنے کا وعدہ کیا، مگر اپنی زندگی میں یہ وعدہ پورا نہ کر سکا۔

مغیرہ بن شعبہ ایک مرتبہ دمشق گئے تو انہوں نے یزید
 یزید کی ولیعهدی کی بیعت کی تجویز پیش کی۔ صورت یہ ہوئی کہ دوران

ملاقات میں انہوں نے یزید سے کہا: "اکابر صحابہ اور بزرگان اہل بیت دنیا
 سے رخصت ہو چکے ہیں، اب ان کی اولاد رہ گئی ہے، تم نسبی بزرگی، حسن
 رائے، علم سنت اور مہارت سیاست میں کسی سے کم نہیں ہو، میں نہیں سمجھتا
 کہ امیر المؤمنین کو تمہیں ولیعهد قرار دینے میں کیا تامل ہو سکتا ہے؟ یزید نے
 کہا: کیا یہ ہم آسانی سے سر ہو سکتی ہے۔ مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا: بیشک
 یزید نے اس گفتگو کا ذکر امیر معاویہ سے کیا، انہوں نے مغیرہ بن شعبہ کو

طلب کیا اور کہا: یزید کیا کہتا ہے؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا: حضرت عثمانؓ کے
 بعد مسلمانوں میں جو اختلاف و خونریزی ہوئی، اس سے کوئی ناواقف نہیں
 ہے۔ لہذا یزید کی جو آپ کی جانشینی کی صلاحیت رکھتا ہے، بیعت لے کر
 اسے اپنا جانشین بنا دیجیے، تاکہ اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ مسلمانوں کے لیے
 پشت و پناہ ثابت ہو اور خلافت میں فساد و خونریزی کا امکان نہ رہے۔ امیر
 معاویہ نے کہا: اس کام کی تکمیل کی ذمہ داری کون لیگا؟ مغیرہ بن شعبہ نے
 کہا: کوفہ کی ذمہ داری تو میں لیتا ہوں۔ بصرہ کا معاملہ زیادہ کے سپر کیجیے۔ ان
 دو شہروں کے ہوا رہ جانے کے بعد کہیں اور مخالفت کی آواز بلند نہیں
 ہو سکتی۔ امیر معاویہ نے کہا: اچھا تو تم اپنا کام شروع کرو، آئندہ جو مناسب
 ہوگا کیا جائیگا۔

مغیرہ بن شعبہ کوفہ آئے تو انہوں نے حامیان بنی امیہ میں یزید کی

ہندی کی تحریک شروع کر دی۔ سان لوگوں نے اس تحریک سے اتفاق کا
 ارا کیا۔ اور کوفہ کے معززین کا ایک وفد موسیٰ بن مغیرہ کی سرکردگی میں
 روانہ ہوا اس وفد نے امیر معاویہ کے سامنے اپنی طرف سے یزید کی
 ہندی کی تجویز پیش کی، اور اس کی صفتیں بیان کیں۔ امیر معاویہ نے کہا
 تمہارے مشورہ پر غور کرونگا۔ اس معاملہ میں جلد بازی مناسب نہیں جو
 کی مرضی ہوگی ہو رہیگا۔ اس وفد کے آنے سے امیر معاویہ کے ارادے
 قوت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے زیاد کو لکھا کہ وہ بھی اس معاملہ میں اپنی رائے
 پر کرے۔

زیاد نے اپنے مشیر عبید بن کعب خیری کو بلایا اور کہا کہ امیر المومنین کی
 اہمیت ہے کہ وہ یزید کو اپنا ولیعہد بنائیں، لیکن یہ اسلامی حکومت کا
 مالہ اور دین کی ذمہ داری کا کام ہے اور یزید بے فکر اور غیر ذمہ دار نوجوان
 ۔ بجز سیر و شکار کے اُسے کسی اور کام سے دلچسپی نہیں لہذا میں چاہتا ہوں
 امیر المومنین سے مل کر اس کے یہ عیوب ان پر ظاہر کرو، اور میری طرف
 سے ان سے کہہ دو کہ اس اہم کام میں ابھی جلدی نہ کریں۔

عبید بن کعب نے کہا، امیر المومنین کی رائے کی مخالفت، اور ان سے
 بیٹے کی بڑائی مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ میں دمشق جا کر خود یزید سے
 مل اور اس سے کہوں کہ تمہارے والد بزرگوار نے زیاد سے تمہاری ولیعہدگی
 متعلق مشورہ طلب کیا ہے۔ زیاد کی رائے یہ ہے کہ جب تک تم اپنے عادات
 بطور کو درست نہ کرو یہ کام انجام نہیں پاسکتا۔ موجودہ حالت میں مسلمان

تمہاری مخالفت کریں گے، لیکن اگر تم نے اپنی اصلاح کر لی تو پھر کسی کو اختلاف کی گنجائش نہ رہے گی، یوں امیر المومنین کی خیر خواہی اور امت کی سلامتی دونوں حاصل ہو جائیں گی۔

زیاد نے عبید بن کعب کی رائے کو بہت پسند کیا، اور اسے اس کام کو انجام دینے کے لیے دمشق روانہ کر دیا۔ عبید نے دمشق پہنچ کر یزید کو بہت کچھ نصیحتیں کیں، اور اس نے عبید کے کہنے سے بہت سی برائیاں چھوڑ دیں۔ عبید نے زیاد کی طرف سے امیر معاویہ کو یہ پیغام بھی پہنچایا کہ ابھی وہ اس کام میں جلدی نہ کریں۔

زیاد کے انتقال کے بعد امیر معاویہ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل کا فیصلہ کر لیا۔ شام تو خود ان کا دار الحکومت تھا۔ بصرہ اور کوفہ کا معاملہ بھی کچھ مشکل نہ تھا۔ اصل مرحلہ حجاز کو ہوا کرنا تھا کہ اکابر ملت ہمیں مقیم تھے، اور عس خلافت راشدہ میں اہل حجاز ہی کی رائے سے خلافت کا انتخاب ہوتا رہا تھا۔ اکابر حجاز میں حضرت عبداللہ بن عمر، علم و فضل اور دیانت و تقویٰ میں ممتاز تھے، علاوہ ازیں اس منصب کے اہل ہوتے ہوئے انہوں نے کبھی اس کی خواہش نہ کی تھی۔ اس لیے امیر معاویہ نے ان کے ذریعہ کام نکالنا چاہا۔ امیر معاویہ نے اس مقصد کے لیے ایک قاصد ان کے بھیجا۔ قاصد نے ایک لاکھ درہم ان کی خدمت میں پیش کیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے عطیہ شاہی سمجھ کر قبول کر لیا۔ اس کے بعد جب قاصد حروف مقربان پر لایا تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میرا دین اس قدر ستا نہیں

کہ ایک لاکھ درم میں بیک سکے بنا اور امیر معاویہ کی یہ رقم واپس کر دی۔
 اس کے بعد امیر معاویہ نے امیر مدینہ مروان بن حکم کو لکھا:
 ”اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے۔ میرے قومی کمزور ہو گئے ہیں اور
 مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد امت میں پھر جھگڑے اٹھ کھڑے ہوں گے
 لہذا میری رائے یہ ہے کہ اپنی زندگی ہی میں کسی کو اپنا جانشین
 بنا دوں۔ لیکن یہ کام میں بغیر اہل مدینہ کے مشورہ کے نہیں کرنا
 چاہتا۔ تم میرے اس خیال کو اہل مدینہ کے سامنے پیش کرو
 اور جو کچھ وہ جواب دیں اس کی مجھے اطلاع دو۔“

مروان نے اکابر اہل مدینہ کو بلا کر انہیں امیر معاویہ کے ارادے کی اطلاع
 دی۔ چونکہ کسی خاص نام کی تعیین نہیں کی گئی اس لیے سب نے امیر معاویہ
 کے اس ارادہ سے اتفاق ظاہر کیا اور کہا ”ہیں منظور ہے کہ امیر المومنین
 پوری سعی اور کوشش سے ہمارے لیے اپنا جانشین منتخب کر دیں“ مروان
 نے اس جواب سے امیر معاویہ کو مطلع کر دیا۔

اس کے بعد مروان کے نام امیر معاویہ کا دوسرا خط آیا جس میں یزید
 کی ذلیعہ کی اطلاع دی گئی تھی۔ مروان نے پھر اہل مدینہ کو جمع کیا اور
 کہا ”امیر المومنین نے پوری جدوجہد سے تمہارے لیے اپنا جانشین منتخب
 کر لیا ہے۔ وہ جانشین یزید ہے۔“

یزید کا نام سنتے ہی مجمع میں برہمی پیدا ہو گئی۔ پہلے عبدالرحمن بن ابی
 بکر کھڑے ہوئے اور کہا اے مروان نہ تو سچا ہے اور نہ معاویہ تم دونوں کا

ارادہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ سے خلیفہ کے انتخاب کا حق سلب کر لیا جائے۔ اور خلافت کو بھی قیصریت بنا دیا جائے کہ جب ایک قیصر مر جائے تو دوسرا قیصر اس کا جانشین بن جائے۔ پھر حضرت حسین بن علی، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر نے بھی اختلاف کا اظہار کیا مروان بن حکم نے تمام واقعات کی امیر معاویہ کو اطلاع دیدی۔

اب امیر معاویہ نے مختلف صوبوں کے والیوں کے نام احکام بھیجے کہ وہ اپنے اپنے صوبوں میں یزید کے حق میں پروپیگنڈا کریں۔ اور وہاں کے معززین کو وفد کی صورت میں دربارِ خلافت میں بھیجیں، تاکہ ولیعہدی کے مسئلہ میں ان سے گفتگو کی جائے۔ چنانچہ مختلف صوبہ جات کے وفود دمشق پہنچے۔ مدینہ منورہ کے وفد میں محمد بن عمرو بن حزم اور بصرہ کے وفد میں احنف بن قیس شامل تھے۔ مسئلہ ولیعہدی پر جب دربارِ خلافت میں گفتگو چھڑی تو محمد بن عمرو نے کہا:۔

”اے امیر المومنین! ہر بادشاہ اپنی رعیت کی بہتری کا ذمہ دار ہے، آپ غور کر لیجئے کہ اُمتِ محمدیہ کی عنانِ حکومت آپ کس کے ہاتھوں میں دے رہے ہیں۔“ احنف بن قیس نے کہا: امیر المومنین! معاملہ پر بیچ ہے اگر ہم بیچ بولتے ہیں تو آپ کا ڈر ہے اور اگر جھوٹ بولتے ہیں تو خدا کا خوف ہے، آپ خود یزید کے دن اور رات کے مشاغل، اور اس کے خفیہ اور علانیہ افعال سے زیادہ واقف ہیں، اگر آپ اس معاملہ میں خدا اور اُمتِ محمدیہ کی رضامندی پاتے ہیں تو کسی سے مشورہ کی ضرورت نہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو آپ سفرِ آخرت کے وقت اُسے دنیا کا توشہ نہ دیکھیے۔ بہر حال جو کچھ بھی آپ کریں ہم تو

تسلیم خم کرنے کے لیے حاضر ہیں۔ یہ جواب سن کر امیر معاویہ تو خاموش ہو گئے۔ مگر ایک شامی سردار کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ یہ عراقی کیا کہہ رہے ہیں ہم شامی تو معاویہ کے ساتھی تسلیم خم کرنے کے لیے بھی تیار ہیں اور ان کے اشارے پر میدانِ جنگ میں تلوارِ علم کرنے کے لیے بھی حاضر ہیں۔

امیر معاویہ یزید کی بیعت کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ان کا طرز سیاست یہ تھا کہ انعام و اکرام کی بارش سے اپنوں اور غیروں کے دلوں کو ہموار کر لیا کرتے تھے۔ اس طریقہ سے پہلے انہوں نے اہل شام اور اہل عراق کی بیعت لی۔ پھر ایک ہزار سواری لے کر مدینہ منورہ کا رخ کیا۔

مدینہ منورہ کے اکابر ملت کے مند زرو سیم کے ٹکڑوں سے بند نہیں ہو سکتے تھے۔ چنانچہ امیر معاویہ کی آمد کی خبر سن کر حضرت عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر اور امام حسین رضی اللہ عنہم مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ ان حضرات کی روانگی کے بعد امیر معاویہ نے اہل مدینہ کے سامنے ایک تقریر کی۔ اس تقریر میں پہلے یزید کی تعریف کی، پھر کہا ”کچھ لوگ ہیں جو یزید کی مخالفت سے باز نہیں آتے، میں آگاہ کیے دیتا ہوں کہ اگر ان کا طرز عمل یہی رہا تو ان کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دی جائیں گی۔“

مدینہ منورہ سے امیر معاویہ مکہ روانہ ہوئے۔ ان چاروں بزرگوں کو جب ان کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ امیر سے ملاقات کرنی چاہیے۔ ممکن ہے مدینہ منورہ کی فضا دیکھ کر ان کی رائے بدل گئی ہو، چنانچہ ”بطن مر“ میں انہوں نے امیر کا استقبال کیا۔ امیر معاویہ ان کے ساتھ عزت و اکرام سے

پیش آئے اور انہیں شاہی سواریوں پر سوار کرا کر ان کے ساتھ مکہ منظر میں داخل ہوئے۔

امیر معاویہ جب تک مکہ میں رہے، ان بزرگوں کے ساتھ ملاطفت کا برتاؤ کرتے رہے، جب روانگی کا وقت قریب آیا تو انہوں نے بیعت کا ذکر چھیڑا اور عبداللہ بن زبیر سے جنہیں ان بزرگوں نے اپنا نمائندہ قرار دیا تھا حسب ذیل گفتگو ہوئی:-

امیر معاویہ: آپ صحابہ میرے طرز عمل سے واقف ہیں میں آپ کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتا رہا ہوں اور آپ کی زیادتیوں کو بھی برداشت کرتا رہا ہوں، یزید آپ کا بھائی ہے، آپ کا ابن عم ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ نام کے لیے اسے خلیفہ بنا دیں۔ اور سلطنت کے تمام کام اپنے ہاتھوں میں رکھیں۔ وہ آپ کے احکام کا تابع ہو کر رہے گا۔ کیا اتنی بات بھی آپ کو منظور نہیں ہے؟

عبداللہ بن زبیر: ہم آپ کے سامنے تین تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ آپ ان میں سے کسی ایک کو قبول کر لیجیے۔

امیر معاویہ: فرمائیے وہ تجویزیں کیا ہیں؟

عبداللہ بن زبیر: سب سے بہتر تو یہ ہے کہ آپ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیجیے۔ آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں فرمایا۔ اوقات کے بعد امت نے اپنی صوابدید سے حضرت ابوبکر صدیق کو آپ کا جانشین منتخب کر لیا۔

امیر معاویہ: لیکن اب ابوبکر صدیق جیسی بہت ہی کہاں ہے؟

عبداللہ بن زبیر:۔ اگر یہ ممکن نہیں تو سنت ابو بکر پر عمل کیجیے کہ انہوں نے اپنا جانشین اس شخص کو انتخاب کیا جو ان کا رشتہ دار نہ تھا۔

(امیر معاویہ خاموش رہے)

عبداللہ بن زبیر: اگر یہ بھی ممکن نہیں تو سنت عمر پر عمل کیجیے کہ انہوں نے حق انتخاب چھ اہل شوریٰ کے سپرد کر دیا، جو ان کے عزیز نہ تھے۔

امیر معاویہ: ان میں صورتوں کے علاوہ کوئی اور بھی صورت ہو سکتی ہے؟ عبداللہ بن زبیر: جی نہیں کوئی چوتھی صورت ممکن نہیں ہے۔

امیر معاویہ: اچھا تو اب میری بات سن لیجیے۔ اب تک تو ایسا ہوتا رہا

کہ میں مجمع میں تقریر کرنے کے لیے کھڑا ہوتا تھا اور آپ میں سے کوئی کھڑا ہو کر مجھے جھٹلایا کرتا تھا۔ میں نے آپ کی اس زیادتی کو برداشت کر لیا تھا، مگر

اب ایسا نہ ہو سکیگا۔ میں مجمع عام میں تقریر کرونگا۔ اگر آپ صاحبان نے

ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو میری تلوار درمیان میں حائل ہو جائیگی۔

اور دوسرا لفظ ادا نہ ہونے دیگی۔ لہذا آپ صاحبان اپنی جانوں پر رحم کیجیے

اس کے بعد امیر معاویہ چاروں بزرگوں کو ساتھ لے کر مجمع عام میں

آئے اور کہا:۔ یہ لوگ روسا رامت ہیں کوئی اہم معاملہ ان کے مشورہ کے

خلاف طے نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے، آپ

لوگ بھی اللہ کا نام لے کر بیعت کر لیجیے

عام لوگ ان اکابر ہی کی رائے کے منتظر تھے، جب انہیں بتایا گیا کہ

حضرات بیعت کر چکے ہیں تو اہل مکہ نے بیعت کر لی۔ امیر معاویہ مکہ معظمہ سے

مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں اہل مدینہ کی بیعت لی۔ پھر مدینہ سے شام روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد امیر معاویہ نے بنی ہاشم کے ساتھ مدارات کا برتاؤ ترک کر دیا۔ عبداللہ بن عباس شام گئے اور انہوں نے اس کی شکایت کی۔ امیر معاویہ نے کہا۔ آپ کے ساتھیوں نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اور آپ نے بھی انہیں نہیں سمجھایا۔ حضرت ابن عباس نے کہا۔ اے امیر آپ کو معلوم ہو اگر میں ساحلی علاقہ کی طرف نکل جاؤں اور آپ کی مخالفت میں لب کشائی کروں تو خود آپ کے رشتہائے بیعت کا ایک تار بھی باقی نہ رہے۔ امیر معاویہ اس دھمکی سے مرعوب ہو گئے اور کہنے لگے "اے ابن عباس! ناراض نہ ہو، تمہارے عطیات جاری کر دیے جائینگے اور تمہیں شکایت کا موقع نہ دیا جائیگا۔"

جمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں امیر معاویہ مرض الموت میں وفاتِ معاویہ

بتلا ہوئے بیماری سے قبل آپ نے ایک تقریر میں فرمایا

"میں ایک ایسی کھیتی ہوں جس کے کٹنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں نے اتنی مدت تم پر حکومت کی کہ میں تم سے اکتا گیا اور تم مجھ سے لیکن جو شخص میرا جانشین ہوگا وہ مجھ سے بہتر نہ ہوگا جس طرح میں اپنے پیش رو خلفار سے بہتر نہ تھا۔ کہا گیا ہے جو شخص اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اے اللہ! میری ملاقات کو محبوب

رکھتا ہوں تو بھی میری ملاقات کو پسند فرما اور اس ملاقات
میں میرے لیے برکت و ولایت فرما“

اس تقریر کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ بیمار ہو گئے۔ یزید اس زمانہ میں دمشق میں
موجود نہ تھا۔ جب آپ زندگی سے مایوس ہوئے تو عثمان ک بن قیس اور مسلم
بن عقبہ مری کو حکم دیا کہ یزید کو حسب ذیل وصیت پہنچادیں۔

”بیٹا میں نے تمہارے راستہ کے تمام کانٹے دور کر دیے ہیں،
تمہارے دشمنوں کو زہر کر دیا ہے، اور عرب کی گردنیں تمہارے
سامنے جھکا دی ہیں اور ایسا خزانہ جمع کر دیا ہے جس کی نظیر
نہیں ملتی۔ میرے ان احسانات کا شکریہ ہے کہ اہل حجاز پر نظر

کرم رکھنا کہ وہ تمہاری اصل ہیں۔ جو حجازی تمہارے پاس
آئے، اس کی خبر گیری کرتے رہنا، اہل عراق کا بھی خیال
رکھنا، اگر وہ چاہیں کہ ہر روز ان کے لیے نبہا عامل مقرر کیا
جائے تو ایسا کر دینا۔ کیونکہ عاملوں کی اول بدل اس سے

سہل ہے کہ ایک لاکھ تلواریں تمہارے مقابلہ میں میان سے
باہر نکل آئیں۔ اہل اشام سے بھی حسن سلوک سے پیش آنا،
انہیں اپنا راز دار بنانا، اگر کسی دشمن کا خطرہ ہو تو ان سے
مدد لینا، لیکن جب دشمن کی مدافعت کر چکو تو انہیں ان کے
شہروں کو واپس بھیج دینا کیونکہ دوسرے مقامات میں رہنے

سہنے سے ان کے عادات بدل جانے کا اندیشہ ہے۔

خلافت کے معاملہ میں چار قریشی ہی تمہارے حریف ہو سکتے ہیں۔

حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن

بن ابی بکر۔ ابن عمر کو عبادت نے ٹھکا دیا ہے، جب دوسرے

لوگ تمہاری بیعت کر لینگے تو وہ بھی انکار نہ کریں گے۔ حسین بن

علی سادہ مزاج ہیں۔ اہل عراق انہیں تم سے بھڑا کر رہیں گے۔

اگر وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کامیاب ہو تو تم درگزر کرو

کام لینا کہ وہ قریشی عزیز ہیں، ان کا ہم پر بڑا حق ہے، اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی بکر

کی توجہ عیش و آرام کی طرف ہے، جیسا وہ دوسروں کو کرتا

دیکھینگے خود بھی کریں گے۔ البتہ جو شخص شیر کی طرح گھات

لگائے گا اور لوٹری کی چالیں کھیلے گا وہ عبداللہ بن زبیر،

اگر وہ مقابلہ کرے اور تم کامیاب ہو تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے

کر دینا لیکن قوم کو جہاں تک ممکن ہو، عام خونریزی سے

بچانا۔

جب نزع کا وقت آیا تو کہا:-

”جناب رسول اللہ صلعم نے مجھے ایک کرتہ عنایت فرمایا تھا،

میں نے اسے حفاظت سے رکھ چھوڑا ہے، حضور نے ایک

دن ناخن ترشوائے تھے میں نے انہیں بھی ایک شیشی میں محفوظ

کر لیا تھا، جب مجھے کفناؤ تو حضور کا عطا کردہ کرتب مجھے پہنا دینا اور ناخن مبارک کو
پیس کر میری آنکھوں اور منہ میں بھر دینا، کیا عجب ہے کہ خدا ان کی برکت سے
مجھ پر رحم کرے" اے

آخر یکم ربیع الثانی (مطابق ۷ اپریل ۱۸۶۸ء) کو آپ کا انتقال ہو گیا۔
وفات کے وقت آپ کی عمر پچھتر سال تھی۔ آپ کی مستقل حکومت کی مدت
انیس سال تین مہینے ستائیس روز ہوئی۔ آپ کے جنازہ کی نماز ضحاک
بن قیس نے پڑھائی۔ یزید کو مرض میں زیادتی کی اطلاع بھیج دی گئی تھی،
لیکن وہ دفن کے بعد پہنچا اور نماز جنازہ قبر پر ادا کی۔
امیر معاویہ نے چار شادیاں کیں۔

خاندان معاویہ

(۱) بیسوں بنت بحدل۔ اس کے بطن سے یزید پیدا
ہوا۔ (۲) فاختہ بنت قرظہ نوفلی۔ اس کے بطن سے عبدالرحمن اور عبداللہ
دولہ کے پیدا ہوئے۔ عبدالرحمن چھن ہی میں فوت ہوا۔ (۳) فاطمہ بنت عمارہ کلانیہ
اسے آپ نے طلاق سے دی تھی۔ (۴) کتوہ بنت قرظہ غزوہ قبرص میں
امیر معاویہ کے ساتھ تھیں، وہیں انتقال ہوا۔

حضرت معاویہ قریش کے اس نامور خاندان سے تعلق رکھتے

سیرت معاویہ

تھے جو نسبی حیثیت سے بنو ہاشم کے بعد سب سے زیادہ
معتز سمجھا جاتا تھا۔ پھر ذاتی حیثیت سے آپ نے سرکارِ دو عالم صلعم کا فیض
صحبت بھی حاصل کیا تھا۔ اس لیے اگرچہ آپ خلیفہ راشد تھے تاہم ایک

لے ابن اثیر ج ۲ ص ۳۰۳۔

بہترین بادشاہ ہیں جو اوصاف ہو سکے ہیں وہ آپ کی ذات میں موجود تھے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے تم قیصر و کسری اور ان کے علم و دانش
کی تعریف کرتے ہو، حالانکہ خود تم میں معاویہ موجود ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آپ کے یہ کمالات منصفہ مشہور ہو چکے تھے بعد
کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت عمر کی یہ رائے بالکل صحیح تھی مسلمانوں
کی خانہ جنگیوں میں خلافت راشدہ کی دنوازد و نظر افروز تصویر کا چوکھٹا ٹکڑے
ٹکڑے ہو گیا تھا، تاہم آپ نے اپنے حسن تدبیر سے اصل تصویر کو باقی رکھنے کی
جو کوشش کی وہ ہر طرح قابل داد ہے۔

آپ کی حکومت رائے عامہ کی بنیادوں پر قائم نہ تھی اس لیے
طرز سیاست | آپ کو اس کے قیام کے وقت بھی تلوار کو استعمال کرنا پڑا۔

لیکن آپ نے حتی الوسع عفو و درگزر کے پہلو کو ہاتھ سے نہ دیا۔
خاندان بنی ہاشم کے ارکان آپ کے دربار میں آتے اور آپ کو کوری
کوری سناتے، مگر آپ ہمیشہ سبس کرٹال دیتے۔ اور ان کو انعام و اکرام سے مال
مال کر دیتے۔

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص امیر معاویہ سے بہت
سختی کے ساتھ پیش آیا۔ مصاحبین نے پوچھا "کیا آپ اس کے ساتھ کبھی نرمی
کریں گے" آپ نے جواب دیا "میں کسی کی زبان کو نہ پکڑوں گا، جب تک وہ میری
حکومت کے درمیان حائل نہ ہو"۔

حضرت معاویہ نے اصول سیاست خود یہ بتایا ہے تو جہاں
 جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے، وہاں تلوار کو کام میں نہیں لاتا،
 جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے
 اور لوگوں کے درمیان بال برابر تعلق بھی قائم ہو تو گسے قطع
 نہیں ہونے دیتا۔ جب لوگ اُسے کھینچتے ہیں تو میں ڈھیل
 دیتا ہوں اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں۔“

اس میں شک نہیں کہ امیر معاویہ نے بعض ایسے عمال مقرر کیے جنہوں
 نے سفاکی و خونریزی میں تامل نہ کیا، مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جن علاقوں میں ایسے
 عمال مقرر کیے گئے۔ وہاں نظام حکومت کی بقا اور ملک کے امن و امان کی بحالی
 اس اقدام کے بغیر مشکل تھی۔

حضرت معاویہ نے دولت کے گہواروں میں آنکھ کھولی تھی
طرز معیشت ۱۸ھ سے ۵۹ھ تک امارت و حکومت کی مسند کے
 صدر نشین رہنے، شام کا سرسبز و شاداب اور تمدن ملک آپ کی قیام گاہ
 رہا۔ اس لیے آپ کی خوراک و پوشاک امیرانہ تھی اور آپ کا دربار شاہانہ، شان و
 شوکت کا آئینہ خانہ، تاہم آپ غریبوں کی جھونپڑیوں کے حالات سے بے خبر
 نہ رہتے تھے۔ اور ہر گدا و بینوا کی آواز آپ تک بے روک ٹوک پہنچتی تھی۔

مسعودی نے آپ کے اوقات کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔
 ”حضرت معاویہ نماز فجر سے فارغ ہو کر ممالک محروسہ کی ریپڈیں

سننے، پھر قرآن حکیم کی تلاوت کرتے پھر محل میں جاتے۔ اور ضروری احکام دیتے، پھر چار رکعت نماز ادا کر کے دربار خاص منعقد کرتے تھے، جہاں معتمدین اور وزراء موجود ہوتے، یہاں دن بھر کے ضروری امور کے متعلق مشورہ ہوتا۔ پھر آپ محل میں تشریف لے جاتے، وہاں سے واپس آ کر مسجد میں تشریف لاتے اور مقصورہ سے کمر لگا کر کرسی پر بیٹھ جاتے۔ یہ دربار عام ہوتا جس میں ضعیف، دیہاتی بچے اور عورتیں بے روک ٹوک آتے، اور اپنی ضرورتیں اور تکلیفیں بیان کرتے، آپ سب کی دل دہی کرتے، ضرورتیں اور تکلیفیں دور کرتے۔

جب ان لوگوں سے فارغ ہو جاتے تو دربار خاص منعقد ہوتا جس میں معززین اور اشراف قوم شریک ہوتے۔ آپ فرماتے ”صاحبان! آپ کو اشراف قوم اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کو اس مجلس خصوصی میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے، لہذا آپ کا فرض ہے کہ جو لوگ یہاں حاضر نہیں ہیں، ان کی ضرورتیں بیان کریں۔“

اس کے بعد صبح کا کھانا کھاتے، اسی وقت سکرپٹری آپ کے سر ہانے کھڑا ہو جاتا، بار یاب ہونے والوں کو ایک ایک کر کے پیش کرتا اور وہ جو کچھ تحریر لے کر آتے سکرپٹری اسے پڑھ کر سناتا، امیر کھانا کھاتے جاتے اور احکام لکھواتے جاتے ہر بار یاب

ہوئے وانا جب تک حاضر رہتا کھانے میں شریک رہتا۔
 اس کے بعد آپ محل میں داخل ہو جاتے اور ظہر کی نماز کے
 لیے برآمد ہوتے، نماز سے فارغ ہو کر دربار خاص منعقد کرتے
 یہ دربار عصر تک جاری رہتا، امراء و وزراء مسائل ضروریہ پر
 گفتگو کرتے۔ اس کے بعد عصر کی نماز ادا کر کے محل میں تشریف
 لے جاتے، مغرب سے کچھ پہلے باہر آ کر تخت پر جلوہ افروز ہوتے
 درباری اپنے اپنے رتبہ کے مطابق بیٹھ جاتے، رات کا کھانا لایا
 جاتا، اس سے فارغ ہو کر مغرب کی نماز ادا کرتے، نماز کے بعد
 چار رکعتیں اور پڑھتے، پھر محل میں داخل ہو جاتے، عشاء کی
 نماز کے وقت باہر آتے نماز ادا کرنے کے بعد دربار خاص منعقد
 ہوتا جس میں امراء و وزراء اور مصاحبین شریک ہوتے اور
 سلطنت کے بقیہ اہم امور کے متعلق گفتگو ہوتی۔ یہ گفتگو ختم ہوتی
 تو علمی مباحث چھڑتے، عرب، عجم اور دوسری قوموں کے بادشاہوں
 کے حالات، ان کی صلح و جنگ کے واقعات اپنی رعایا کے ساتھ
 برتاؤ اور ملکی سیاست کے تذکرے جاری رہتے یہ علمی صحبت
 ایک تہائی رات گزرے ختم ہوتی، پھر زمان خانہ میں آرام
 کرنے تشریف لے جاتے دو تہائی رات گزری ہوتی کہ بیدار
 ہو جاتے، یہ مطالعہ کا وقت تھا۔ آپ کے سامنے دفاتر پیش
 ہوتے جن میں پرانے بادشاہوں کے حالات زندگی، ان کی

لڑائیوں کے واقعات، اور ان کی سیاسی تدابیر کے تذکرے
درج ہوتے، یہ دفاتر آپ کو پڑھ پڑھ کر سنائے جاتے۔

یہ سلسلہ فخر تک جاری رہتا، یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوتی
اور دو گانہ سحر ادا کرنے کے لیے آپ مسجد میں تشریف لیجاتے

حضرت معاویہ پر جو سب سے بڑا الزام عائد کیا جاتا ہے
مسئلہ بیعتِ یزید | وہ یہ ہے کہ اسلام کے جمہوری نظام حکومت کو توڑ کر
شخصی حکومت کا طریقہ جاری کر دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے خلیفہ کے نصب و عزل کی ذمہ داری
قوم کے اہل الرائے اصحاب کے سپرد کی تھی۔ خلافت راشدہ کے دور میں خلفائے ثلاثہ
کا انتخاب اسی اصول پر ہوا۔ مگر ۳۵ھ کے نامعلوم زمانہ میں افاقوں نے حضرت
عثمانؓ کے خلاف ہنگامہ آرائی کا جو طوفان اٹھایا اس نے اس اصول کی جڑیں
اکھاڑ کر پھینک دیں، قوم کے ذمہ دار اور اہل الرائے افراد کی برائیوں کے
برخلاف، شورش پسندوں کی ایک غیر ذمہ دار اور نامآل اندیش جماعت نے
خود ساختہ الزامات کی بنیاد پر خلیفہ وقت سے دست برداری کا مطالبہ کیا اور
جب اس نے اس تمیص کو اتارنے سے انکار کیا جو خدا نے اسے پہنائی
تھی تو انہوں نے اس کی گردن اتار دی۔

لہذا جہاں تک، اسلام کے نظام اجتماعی کی برہمی کا تعلق ہے، اس
کی ذمہ داری حضرت معاویہ پر عائد نہیں ہوتی، بلکہ قاتلین عثمان پر عائد ہوتی

۱۔ مرجع الذہب سعودی۔

ہر حضرت علی اور حضرت معاویہ کی کوششوں سے ممکن تھا کہ شکستہ نظام پھر بندہ جاتا مگر جمل و صفیں میں منافقین کی ریشہ دوانیوں سے یہ سب مندرجہ نہ چڑھ سکی۔

بہر حال اسلام کا پسندیدہ جمہوری نظام تو ٹوٹ پھوٹ چکا تھا، اب دوسری صورتیں تھیں۔ یا تو حضرت معاویہ اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لیے تلواروں کو آزاد چھوڑ دیتے، یا اپنے منصب کے اثر و اقتدار سے کام لے کر کسی جانشین کو نامزد کر جاتے حضرت معاویہ نے دوسری صورت پسند کی کہ وہ دو مصیبتوں میں آسان مصیبت تھی۔

لیکن آپ نے اپنی جانشینی کے لیے جس شخصیت کو انتخاب کیا وہ واقعی اس کے لیے موزوں نہ تھی۔ اور یہ واقعہ ہے کہ خود امیر بھی اسے موزوں نہ سمجھتے تھے۔ اور امیر تو علیؑ رہے خود یزید بھی اپنے حالات دیکھنے پر اسے ناممکن سمجھتا تھا، چنانچہ جب سب سے پہلے یہ تجویز یزید کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے تعجب سے پوچھا! ”کیا یہ ممکن العمل ہے؟“

زیاد بن ابیہ سے زیادہ بنی امیہ کا فدائی کون ہو سکتا ہے، تاہم جب اس کے سامنے یہ تجویز آئی تو اس نے اول تو اس سے اختلاف کا اظہار کیا، پھر عبید بن کعب کے سمجھانے سے یزید کو کھلا بھیجا کہ جب تک تم ان حرکات کو نہ چھوڑو گے جن پر لوگ معترض ہوتے ہیں، خلافت کا حصول ممکن نہیں۔ لیکن اصحاب غرض ہر زمانہ میں ہوتے ہیں جن کا مقصد بادشاہ کی جائز

نا جائز خوشنودی حاصل کر کے اپنا التوسیدہ ہا کرنا ہوتا ہے۔ تجویز کے بعد اس کی تائید کا سلسلہ جاری ہوا، اطراف سلطنت سے معززین کے وفد آنے شروع ہوئے جنہوں نے یزید کی ولیعهدی کی درخواست کی۔ حضرت معاویہ میں حضرت عمر کی سی خشیت نہ تھی جنہوں نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ ”اَلْخَطَّابُ مِنْ سِوَاكَ مِنْ شَخْصٍ هُوَ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِ رَأْيُ عَامَّةِ النَّاسِ“۔ کچھ غرض مندوں کا اصرار یہیم کچھ بیٹے کی محبت کچھ یزید کی مصلحت وقت کو دیکھتے ہوئے اپنے حالات کی درستی کہ ابن اثیر کے الفاظ یہ ہیں۔

فَكَفَّ عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا كَانَ يَصْنَعُ۔ اس نے اپنی بہت سی حرکات چھوڑ دی تھیں۔
 آخر یزید کی ولیعهدی کا فیصلہ کر لیا گیا۔ تاہم امیر معاویہ نے انتقال کے وقت اپنی ذمہ داری کو فراموش نہیں کیا۔ آپ نے بیٹے کو مشفقانہ انداز میں جوگرا نقد وصیتیں کیں اگر وہ ان پر عمل کرتا تو اُمت محمدیہ تباہی کے غار میں نہ گرتی اور یزید کی پیشانی ابن رسول اللہ کے خون سے داغدار نہ ہوتی۔ وَاللَّهِ يُفْعَلُ مَا يَشَاءُ۔
 امیر معاویہ کے زمانہ میں مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہوا۔
 انتظامات ملکی حضرت عثمان کے زمانہ سے باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے فتوحات کا سلسلہ رک گیا تھا، امیر معاویہ کے عہد حکومت میں یہ سلسلہ پوری قوت کے ساتھ جاری ہو گیا جس کی تفصیل پہلے گزر چکی۔

امیر معاویہ نے حضرت عثمان کے زمانہ ہی میں بحری فوج قائم کر دی تھی اور عبداللہ بن قیس حارثی کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ اپنے عہد حکومت میں انہوں نے بحری فوج کو بہت ترقی دی۔ مصر و شام کے ساحلی علاقوں میں بہت سے

جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے۔ چنانچہ ایک ہزار سات سو جنگی جہاز رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ امیر البحر جنابہ بن ابی اُمیہ تھے۔ اس عظیم الشان بحری طاقت سے انہوں نے قبرص، رودس اور بعض یونانی جزیرے فتح کیے اور قسطنطینہ کے حملہ میں بھی کام لیا۔

ڈاک کا محکمہ حضرت عمر کے زمانہ میں قائم ہو چکا تھا، امیر معاویہ نے اس کی تنظیم و توسیع کی اور تمام حدود سلطنت میں اس کا جال بھیلادیا۔ حضرت علی کے ساتھ ساتھ جب امیر معاویہ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تو آپ نے اپنی حفاظت کے لیے باڈی گارڈ مقرر کیے اور مسجد میں علیحدہ مقصورہ تعمیر کرا لیا۔

دیوانِ خاتم کے نام سے آپ نے ایک محکمہ قائم کیا جو سرکاری فرمان جاری کیا جاتا تھا اس کی ایک نقل اس محکمہ میں محفوظ رکھی جاتی تھی اور فرمان کو لغات میں بند کر کے اس پر سرکاری ہر گادی جاتی تھی۔ اس طرح سرکاری فرمانوں میں رد و بدل کا امکان نہ رہا۔

امیر معاویہ کے زمانہ میں ملک شام کا دفتر حکومت رومی زبان میں تھا سرجون رومی جو ایک نصرانی تھا اس دفتر کا چیف سکریٹری تھا۔ اس عہدہ کے علاوہ سرجون کو امیر معاویہ کی مجلس شوریٰ کی رکنیت کا فخر بھی حاصل تھا۔

امیر معاویہ کے عہد میں فضالہ بن عبید انصاری، پھر ابو ادیس خولانی قاضی القضاة کے عہدہ پر فائز تھے۔ پولیس کے افسر علی قیس بن حمزہ ہمدانی پھر زمل بن عمرو عذری رہے۔ دیوانِ خاتم کا افسر علی عبداللہ بن محسن حمیری تھا۔ اور جرس (باڈی گارڈ) کا افسر علی مختار تھا۔

یزید اول بن معاویہ

۶۶۰ تا ۶۸۰ھ

یزید نام، معاویہ بن ابی سفیان والد کا نام ابی سون بنت بحدل ماں کا نام
۲۶ھ میں حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں پیدا ہوا، حضرت معاویہ اس
وقت پورے ملک شام کے امیر تھے۔ اس لیے ناز و نعمت کے آغوش میں آنکھ
کھولی اور دولت و حکومت کے گہواروں میں پرورش پائی۔ جوان ہوا تو
حسن سمیں و بادہ زنگین سے رشتہ جوڑا، شعر و شاعری کا ذوق پیدا ہوا اس میں کمال
حاصل کیا، سیر و شکار کا بھی بہت شوق تھا، مگر میدان جہاد کی آبلہ پائی
پسند نہ تھی۔

باپ نے اصلاح کی کوشش کی، قسطنطنیہ کی مہم میں زبردستی بھیجا،
دو مرتبہ امیر حج بھی مقرر کیا، مگر تربیت طبیعت پر غالب نہ آسکی۔

حضرت معاویہ کے انتقال کے بعد ۶۸۰ھ میں تخت نشین ہوا۔ امیر
خلافت معاویہ نے اپنی زندگی ہی میں اس کی ولی عہدی کی بیعت لے

لی تھی لیکن اکابر قریش و سردارانِ حجاز حضرت امام حسین، عبداللہ بن زبیر
عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن ابی بکر نے بیعت نہیں کی تھی۔ اس کی تفصیل
پہلے گزر چکی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ حضرات اپنی فضیلت ذاتی و عظمتِ نبوی کے لحاظ سے

امت میں بڑا اثر و رسوخ رکھتے تھے، ان کا اختلاف کوئی معمولی بات نہ تھی۔
لہذا تخت نشین ہوتے ہی یزید کو سب سے پہلے ان کی فکر ہوئی۔

ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اس زمانہ میں مدینہ کا امیر تھا، یزید نے
اسے امیر معاویہ کے انتقال کی خبر دی اور ان بزرگوں سے بیعت لینے کی تاکید
کی۔ ولید بن عتبہ نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے مروان بن حکم سے جو مدینہ ہی میں
موجود تھا مشورہ کیا۔ مروان نے کہا، عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن عمر
کی توفکر نہ کرو یہ تو حکومت کے طلبگار ہی نہیں۔ البتہ حسین بن علی عبداللہ
بن زبیر کو اسی وقت بلاؤ اور یزید کی بیعت پر مجبور کرو۔ اگر نہ مانیں تو زندہ باہر
نہ جانے دو۔ اگر امیر کی موت کی خبر مشہور ہو گئی اور ان لوگوں نے بیعت نہ
کی تو یہ اپنے اپنے خواہوں کو لے کر میدان میں آجائینگے اور مخالفت کا
طوفان برپا ہو جائیگا۔

امام حسینؑ عبداللہ بن زبیر کا بیعت سے انکار
ولید نے حضرت امام حسین اور
عبداللہ بن زبیر کو بلا بھیجا۔ یہ

دونوں بزرگ اس وقت مسجد میں تھے، اس غیر معمولی وقت کے بلا سے
وہ معاملہ کی تہ کو پہنچ گئے۔ اور انہوں نے آپس میں کہا ہونہ ہو امیر کا انتقال ہو
گیا ہے، اور ہمیں بیعت کے لیے بلایا جا رہا ہے۔ امام حسین کچھ آدمیوں کو اپنے ساتھ
لے کر ولید کے یہاں پہنچے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو باہر بٹھا دیا اور انہیں
سمجھا دیا کہ کسی قسم کا فل و شور سنو تو فوراً اندر چلے آنا۔ ولید نے امام حسین کو
امیر معاویہ کے انتقال کی خبر دی۔ حضرت امام نے اناللہ پر ہی اور امیر کے لیے

دعا و رحمت کی۔ اب ولید زرفِ مطلب دبان پر لایا اور بیعت کی دعوت دی
حضرت امام نے فرمایا:

”مجھ جیسا شخص خفیہ بیعت نہیں کر سکتا۔ آپ عام لوگوں کو اس
مقصد کے لیے جمع کیجئے میں بھی ان کے ساتھ آؤں گا جو سب کی
رائے ہوگی کیا جائیگا“

ولید بری طبیعت کا آدمی نہ تھا اس نے کہا بہت اچھا تشریف لیجائیے
امام حسین کے چالے کے بعد زبیر نے مروان سے کہا بڑے افسوس کی بات
ہے تم چاہتے ہو کہ میں رسول اکرم صلعم کے نواسہ کو قتل کروں، خدا کی قسم قیامت
کے دن جس سے حسین کے خون کا مطالبہ کیا جائیگا وہ بڑا ٹٹے میں رہیگا۔
عبداللہ بن زبیر نے ولید سے ایک دن کی مہلت مانگی، مگر وہ راتوں
رات مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے اور مکہ کی راہ لی۔ ولید کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے
آدمیوں کو تعاقب کے لیے بھیجا۔ عبداللہ بن زبیر ایک غیر معروف راستے سے
گئے تھے۔ یہ لوگ ان کی گرد بھی نہ پاسکے اور ناکام واپس آئے۔

دوسری رات کو امام حسین بھی اپنی بہنوں ام کلثوم اور
امام حسین مکہ کو | زینب اور اپنے بھتیجوں اور بھانجوں ابو بکر، جعفر، عباس
اور دوسرے اہل بیت کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ البتہ آپ کے بھائی
محمد بن حنفیہ نے مدینہ چھوڑنا پسند نہ کیا اور رخصت ہوتے وقت یہ بیعت کی۔
”اے بھائی مجھے تم سے زیادہ عزیز اور محبوب دوسرا کون ہو سکتا
ہو مجھے زید کی بیعت سے انکار کے معاملہ میں تم سے اتفاق ہو تم اس کی

بیعت نہ کرنا اور اپنے قاصدوں کو مختلف مقامات پر بھیج کر اپنی بیعت کی دعوت دینا۔ اگر اہل بلاد تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو خدا کا شکر ادا کرنا اور اگر انکار کر دیں تو اس سے بھی تمہاری عزت و فضیلت میں کچھ کمی نہ آئیگی، مجھے ڈر یہ ہے کہ تم کسی ایسے شہر میں جاؤ جہاں دو جماعتیں ہو جائیں، ایک تمہاری حامی اور دوسری مخالف۔ پھر ان دونوں جماعتوں میں جنگ ہو اور تم سب سے پہلے مقابلہ کے لیے آؤ۔ نتیجہ یہ ہو کہ جو شخص ذاتی و نسبی حیثیت سے بہترین اُمت ہے، بدترین طریقہ سے اس کا خون بہایا جائے اور اس کے اہل و عیال کو رسوا کیا جائے۔

امام حسین نے پوچھا: بھائی پھر میں کہاں جاؤں؟

محمد بن حنفیہ نے جواب دیا کہ تم مکہ میں قیام کرو اگر وہاں اطمینان نصیب ہو قبہ اور تہ رنگینانوں کو ہستانوں میں نکل جانا اور ایک مقام سے دوسرے مقام کا سفر کرتے رہنا۔ یہاں تک کہ تم اندازہ کر سکو کہ ملک کے حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔ اور کوئی دلوگ فیصلہ کر سکو۔ معاملہ کے ہر پہلو پر پہلے غور کر لینا بہتر ہوتا ہے، وقت نکل جانے کے بعد پھپھانے سے کچھ نہیں بنتا۔ مکہ کے راستہ میں حضرت امام کو عبداللہ بن صلح ملے۔ حالات معلوم کرنے کے بعد انہوں نے آپ سے عرض کیا۔

حضرت اگر آپ مکہ کو چھوڑ کر کہیں اور جاتا چاہیں تو کوفہ کا قصد

ہرگز نہ فرمایا گیا۔ وہ بڑا منحوس شہر ہے۔ آپ کے والد کو وہیں شہید کیا گیا، آپ کے بھائی پر وہیں قاتلانہ حملہ ہوا، اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے آپ حرم کو نہ چھوڑے گا کیونکہ اہل حجاز آپ کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح نہ دینگے وہاں بیٹھ کر آپ اپنے حامیوں کو اپنے گرد باسانی جمع کر سکتے ہیں۔

ولید نے حضرت ابن عمر کے پاس بھی یزید کی بیعت کے لیے پیغام بھیجا۔ آپ نے جواب دیا جب سب لوگ بیعت کر لینگے میں بھی کر لوں گا۔ آپ کی طرف سے ولید کو زیادہ اندیشہ نہ تھا، اس لیے آپ سے اصرار نہ کیا گیا۔

حادثہ شہادت عظمیٰ

اہل کوفہ کے دعوتی خطوط | حضرت امام نے مکہ پہنچ کر شعب ابی طالب میں قیام کیا۔ اہل مکہ اور دوسرے مقامات کے لوگ جو حج کے سلسلہ میں آئے ہوئے تھے، انہیں جب حضرت کی آمد کا علم ہوا تو جوق جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ہر وقت یہ لوگ آپ کو گھیرے رہتے اور آپ کی طرف داری و جان نثاری کا دم بھرتے، عبداللہ بن زبیر خانہ کعبہ کے ایک گوشہ میں مقیم تھے وہ تمام دن نماز و طواف میں گزارتے کبھی تبھی امام حسین کے پاس بھی آتے اور مشوروں میں شریک ہوتے۔

اہل کوفہ شروع ہی سے اہل بیت کی حمایت کے دعویدار تھے، انہی کی

وجہ سے حضرت علی نے اپنا دار الخلافہ مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کیا تھا یہ دوسری بات تھی کہ ان کا یہ دعویٰ کبھی امتحان کی کسوٹی پر پورا نہ اُترا۔

جب حضرت معاویہ کے انتقال کی خبر اہل کوفہ کو معلوم ہوئی تو ان کو پھر پھر یہی اٹھی۔ سلیمان بن صد خزاعی ان کا سردار تھا، اس کے مکان پر خفیہ اجتماع ہوا اور اس میں یہ طے ہوا کہ امام حسین کو کوفہ بلا یا جائے اور ان کے پر بیعت کر کے خلافت کو اہل بیت میں منتقل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس تجویز کے مطابق عمائد کوفہ کی طرف سے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط حضرت امام کو روانہ کیے گئے، ان خطوط کا مضمون یہ تھا۔

”خدا کا شکر ہے کہ آپ کا حرف موت کی نیند سو گیا ہے۔ اب ہم بغیر امام کے ہیں۔ آپ تشریف لائیں، تاکہ آپ کی مدد سے ہم حق پر جمع ہو جائیں۔ نعمان بن بشیر (امیر کوفہ) کے پیچھے نہ ہم جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور نہ عید کی، اور اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لارہے ہیں تو ہم اسے شام کی حدود میں دھکیں گے۔“

ان خطوط کے علاوہ متعدد رؤسائے کوفہ نے امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوفہ چلنے کی درخواست کی۔

جب اصرار حد سے بڑھا تو حضرت امام نے اپنے مسلم بن عقیل کی روانگی | چھپے بھائی مسلم بن عقیل کو حالات کی جانچ کرنے کے لیے کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو یہ جواب لکھا:۔

”مجھے تمہاری خواہش کا علم ہوا۔ میں تمہارے پاس اپنے بھائی اور
 معتمد علیہ مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ یہ خود کل حالات کی تحقیق
 کر کے مجھے خبر دینگے، اگر مجھے معلوم ہوا کہ کوفہ کے خواص اور عوام
 میری خلافت کے خواہشمند ہیں، تو ان شاء اللہ توقف نہ کرونگا
 حقیقت یہ ہے کہ امام وہ ہونا چاہیے جو کتاب اللہ کا حامل،
 عدل پرور اور دین حق کا فرمانبردار ہو۔“

مسلم بن عقیل مدینہ ہوتے ہوئے کوفہ پہنچے اور مختار کے مکان پر اترے
 شیعان علی کا آپ کے پاس تاننا لگا رہتا۔ یہ گروہ درگروہ آتے۔ مسلم انہیں
 امام حسین کا خط سناتے، یہ رور و کرہمہ کرتے کہ امام حسین کی حمایت میں کس
 نہیں چھوڑینگے، اور اپنی جانیں ان پر قربان کر دینگے۔

نعمان بن بشیر اس وقت کوفہ کے امیر تھے۔ یہ نیک فطرت اور صلح جو
 حاکم تھے، ان کو سب واقعات کی اطلاع پہنچ رہی تھی، انہوں نے صرف
 اتنا کیا کہ جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

لوگو فتنہ کی طرف نہ دوڑو۔ مسلمانوں میں اختلاف پیدا نہ کرو۔ اس
 میں جان کی ہلاکت اور مال کی بربادی ہے۔ تمہیں اور بدگمانی کی بنا پر
 پر مواخذہ نہیں کرنا چاہتا۔ البتہ اگر تم نے کھلم کھلا مخالفت کا اظہار کیا تو پھر
 میں حشم پوشی نہ کرونگا۔“

حامیان بنی امیہ میں سے ایک شخص نے نعمان کو ٹوک کر کہا۔ اے
 امیر آپ کمزوری کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس طرح کام نہ چلیگا۔ مگر نعمان نے یہ جواب

یا اللہ کی فرماں برداری میں کمزور بننا مجھے اس کی نافرمانی میں طاقتور بننے سے
 زیادہ پسند ہے۔

اسی شخص نے یزید کو کل حالات کی اطلاع دی اور لکھا اگر کوفہ میں اپنی
 حکومت قائم رکھنی ہے تو کسی سخت آدمی کو بھیجنا، نعمان جیسے کمزور آدمی سے یہاں
 فتنہ نہ دبیگا۔

یزید نے سرحدوں رومی کے مشورہ سے عبید اللہ بن زیاد کو جو پہلے سے
 برہ کا دالی تھا، کوفہ کا بھی والی مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ کوفہ پہنچ کر مسلم بن
 حیل کو وہاں سے نکال دو یا قتل کر دو۔

عبید اللہ بن زیاد اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو
 بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے کوفہ پہنچا۔
 زیاد کوفہ میں داخل ہوا تو وہ منہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے تھا۔ یہاں لوگ امام حسین
 تشریف آوری کے منتظر تھے۔ وہ سمجھے کہ حضرت امام تشریف لے گئے ہیں۔
 بچہ جس راستہ سے گزرتا یہ آوازیں بلند ہوتیں ”مرحبا لے ابن رسول اللہ!
 ابن آدمی لے ابن رسول اللہ!

ابن زیاد نے دوسرے دن جامع کوفہ میں یہ تقریر کی :-
 ”مجھے امیر المومنین نے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے، مجھے مظلوموں کے
 ساتھ انصاف اور فرمانبرداروں کے ساتھ احسان کرنے اور
 غداروں اور نافرمانوں کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں
 اس حکم کو بجا لاؤنگا، دستوں کے ساتھ میرا سلوک حقیقی بھائی

جیسا ہوگا۔ مخالفوں کو لقمہ شمشیر بناؤنگا۔ لہذا ہر شخص کو اپنی
جان پر رحم کرنا چاہیے۔

پھر اس نے حکم جاری کیا کہ تمام میر محلہ اپنے محلہ کے پر دسی اور خارجی اور مشتبہ
لوگوں کے نام میرے پاس بھیجیں۔ اگر کسی میر محلہ نے اس حکم کی تعمیل میں کوتاہی
کی اور اس محلہ میں کسی نے حکومت کی مخالفت میں سر اٹھایا تو میر محلہ کو اس
کے مکان کے دروازہ پر پھانسی دیدی جائیگی اور تمام اہل محلہ کے روزیہ
بند کر کے انہیں قید کر دیا جائیگا۔

مسلم بن عقیل کو جب عبید اللہ بن زیاد

مسلم ہانی کے مکان میں آمد اور اس کے اس انتظام کی خبر ہوئی

آپ مختار کے گھر سے نکل کر ہانی بن عروہ مروی کے مکان پر گئے اور قہر
کی اجازت طلب کی۔ ہانی نے کہا آپ مجھے میری طاقت سے زیادہ تکلیف
دے رہے ہیں، لیکن چونکہ آپ میرے مکان میں داخل ہو چکے ہیں اس لیے
رنکار نہیں کر سکتا۔ ہانی نے آپ کے لیے اپنے زنان خانہ میں ٹھہرنے کا
کردیا۔

شیعیان حسین نے اب ہانی کے مکان پر جمع ہونا شروع

ہانی کی گرفتاری کیا۔ ابن زیاد کو جاسوسوں کے ذریعہ اطلاع

تو اس نے ہانی کو طلب کیا اور کہا:-

ہانی! امیر المؤمنین کے خلاف تمہارے مکان پر کیا سازشیں

ہیں، تم نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے اور ان کے لیے آدمیوں

ہتھیاروں کا انتظار کر رہے ہو، پھر یہ کبھی سمجھتے ہو کہ ان کارروائیوں کی مجھے خبر نہ ہوگی۔

ہانی نے انکار کرنے سے کوئی نتیجہ نکلتے نہ دیکھا، اقرار کر لیا کہ مسلم بن عقیل اس کے مکان پر مقیم ہیں۔ لیکن ذلت و عار کے خوف سے انہیں ابن زیاد کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ابن زیاد نے ہانی پر سختی کی اور اپنے محل میں قید کر دیا۔

قصر امارت کا محاصرہ | مسلم بن عقیل کو جب اپنے میزبان کے قید ہو جانے کی اطلاع ملی تو انہوں نے 'یا منصور اامت'

کا نعرہ لگایا۔ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر اس وقت تک اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کر چکے تھے ان میں سے چار ہزار اس پاس کے مکانات میں تھے۔ نعرہ سنتے ہی یہ سب باہر نکل گئے۔ مسلم بن عقیل نے انہیں لے کر قصر امارت کو گھیر لیا۔ دوسروں کو خبر ہوئی تو وہ بھی مسلم کی مدد کو نکل آئے۔ یہاں تک کہ جامع مسجد اور بازار شیعان حسین سے بھر گئے۔

مسلم کی گرفتاری اور شہادت | ابن زیاد کے پاس اس وقت تیس آدمی پولیس کے، بیس معززین شہر اور اس کے

اہل خاندان تھے۔ ابن زیاد نے معززین شہر سے کہا کہ آپ لوگ اپنے اپنے قبیلہ والوں پر اپنا اثر استعمال کریں اور انہیں مسلم کا ساتھ چھوڑ دینے کی ترغیب دیں۔ یہ لوگ باہر نکلے اور اپنے اپنے قبیلہ والوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کیا۔ پھر امان کا جھنڈا بلند کر دیا۔ مسلم بن عقیل کے ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہونے لگے یہاں تک کہ ان کے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے۔ مسلم نے یہ حال دیکھا

تو پناہ لینے کے لیے کندہ کے محلہ کی طرف چلے۔ محلہ تک پہنچتے پہنچتے بالکل تنہا رہ گئے
اندھیری رات تھی، تھکن سے چور چور تھے۔ حیران تھے کہ کہاں سر چھپائیں۔ ایک
بڑھیا عورت دروازہ پر کھڑی نظر آئی۔ آپ اس کے پاس پہنچے اور اپنی داستان
مصیبت سنائی، اس کو رحم آگیا اور اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی چھپا لیا۔
ابن زیاد نے بعد عشر جامع مسجد میں اعلان کیا کہ جو شخص مسلم بن عقیل
کو اپنے گھر میں پناہ دیگا اسے قتل کر دیا جائیگا اور جو انہیں گرفتار کرے گا اسے
انعام دیا جائیگا۔ پھر اس نے پولیس کو کوفہ کے تمام مکانات کی تلاشی لینے کا حکم
دیا۔ بڑھیا کے بیٹے نے جان کے خوف سے حکومت کے آدمیوں کو خبر دی۔ ابن زیاد
نے محمد بن اشعث کو مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ ابن اشعث نے مسلم
بن عقیل کی پناہ گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلم کو جب معلوم ہوا کہ دشمن سر پر آگیا ہے
تو مردانہ وار تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے، حالانکہ یہ بیچارے تنہا تھے اور مقابلہ
میں ستر آدمی مگر بڑی دیر تک داؤد شجاعت دیتے رہے۔ اور کسی کو اپنے پاس
پھٹکنے کا موقع نہ دیا۔ آخر محمد بن اشعث نے کہا:-

”ہم آپ کو امان دیتے ہیں، آپ بے خطر ہماری پناہ میں آجائیں
آپ ہمارے غیر نہیں ہیں؟“

مسلم زخموں سے چور چور ہو چکے تھے۔ مجبور ہو کر اپنے آپ کو محمد بن اشعث کے
حوالہ کر دیا۔ راستہ میں آپ نے ابن اشعث سے کہا: ”میرا خیال ہے کہ تم مجھے
قتل سے نہ بچا سکو گے، لیکن میری ایک درخواست ہوا سے ضرور قبول کرو
ابن اشعث نے پوچھا وہ کیا؟ مسلم بن عقیل نے کہا:-

”کسی شخص کو بھیج کر میرے حال کی اطلاع میرے بھائی حسین کو
 کر دینا، اور میری طرف سے اُن سے کہہ دینا کہ وہ اہل کوفہ کے
 دھوکہ میں نہ آئیں، یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کی
 ان کے والد ہمیشہ آرزو کرتے رہے اور کہہ دینا کہ وہ اہل عیال
 کو لے کر اپنے وطن کو لوٹ جائیں۔“

محمد بن اشعث نے وعدہ کیا کہ وہ امام حسین کو یہ پیغام پہنچا دیگا۔ چنانچہ
 اس نے یہ وعدہ پورا کیا۔

مسلم بن عقیل ابن زیاد کے سامنے لائے گئے۔ ابن زیاد نے آپ کو
 برا بھلا کہا، آپ نے بھی سختی کے ساتھ جواب دیا۔ آخر زیاد نے آپ کو شہید
 کر دیا۔ مسلم بن عقیل کے بعد ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کے قتل کا حکم دیا۔ محمد
 بن اشعث نے شہر میں ہانی کے اثر و اقتدار کے خیال سے اس کی جان بخشی
 کی کوشش کی مگر ابن زیاد نہ مانا اسے بھی قتل کر دیا۔

ابن زیاد نے ان دونوں شہیدوں کے سر نرید کے پاس بھیج دیے نرید
 نے شکر یاد کیا اور لکھا۔

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تم
 پہرہ جو کی کا سختی کے ساتھ انتظام کرو۔ کسی کی طرف سے ذرا
 بھی بدگمانی ہو تو اسے قید کر دو۔ البتہ جب تک کوئی تمہارے
 مقابلہ میں تلوار نہ اٹھائے تم اس کے مقابلہ میں تلوار نہ اٹھاؤ۔“

۱۳۔ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۳۔ ۱۴۔ ایضاً ص ۱۵۔

امام حسین کا غم کوفہ و ہمدون کی نصائح | مسلم بن عقیل جبہ کوفہ پہنچے اور ان کے ہاتھ پر چھارہ ہزار کوفیوں

نے امام حسین کی بیعت کر لی تو انہوں نے حضرت امام کو لکھا "آپ بے خطر تشریف لے آئیں، اہل عراق آپ کے حامی ہیں اور بنی امیہ سے بیزار اب آپ نے کوفہ کو روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ کے ہمدونوں کو جب علم ہوا تو انہوں نے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

عمر بن عبدالرحمن بن حارث نے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق کا ارادہ فرما رہے ہیں، حالانکہ وہاں کے حکام و امرا بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور وہاں کا خزانہ بھی ان کے قبضہ میں ہے عوام کا کچھ بھروسہ نہیں وہ بندہ زر ہوتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جو لوگ آپ سے مدد کا وعدہ کر رہے ہیں وہی کل آپ کا مقابلہ کریں گے۔" حضرت امام نے فرمایا "بھائی میں تمہاری بات مانوں یا نہ مانوں، مگر تمہارے ناصح مخلص ہونے میں کلام نہیں۔"

عبداللہ بن عباس نے فرمایا: "اے ابن عم یہ شہرت ہے کہ تم عراق کی طرف جا رہے ہو، فدا کے واسطے ایسا ارادہ نہ کرنا۔ کیا اہل عراق نے بنی امیہ کے حکام کو نکال کر ملک پر قبضہ کر لیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ضرور جاؤ۔ لیکن اگر حالات یہ ہیں کہ ان کے حکام برسہ حکومت ہیں، خزانہ کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں تو اہل کوفہ آپ کو اس لیے بلا رہے ہیں کہ لڑائی کے شعلوں میں دھکیل دیں اور خود الگ ہو جائیں۔ یہی انہوں نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ کیا! آپ نے جواب دیا: "میں استخارہ کرونگا۔"

دوسرے دن پھر عبداللہ بن عباس آئے اور کہائے ابن عم آپ کو فہ
 کے پاس بھی نہ پھینکیے۔ اہل کوفہ غدار ہیں آپ مکہ میں قیام فرما کر اپنی بیعت کی
 عت و تہجیے، آپ اہل حجاز کے سردار ہیں، وہ آپ کی بات مانیں گے۔ مگر مکہ سے
 مانا ہی ہے تو یمن جائیے، وہ وسیع ملک ہے، وہاں حفاظت کے سامان
 ہیں اور آپ کے والد کے ہمدرد بھی موجود ہیں۔ وہاں قیام کر کے بلاد اسلامیہ
 میں اپنی خلافت کا پیغام بھیجیے، مجھے اُمید ہے کہ آپ کامیاب ہوں گے۔
 امام حسینؑ نے فرمایا: بھائی مجھے تمہارے مشفق ہونے میں شبہ نہیں، مگر
 میں نے تو عراق کی روانگی کا فیصلہ کر لیا ہے۔

عبداللہ بن عباس نے فرمایا: اگر فیصلہ اٹل ہے تو عورتوں اور بچوں
 ساتھ نہ لیجائیے مجھے ڈر ہے کہ آپ کو حضرت عثمان کی طرح عورتوں اور بچوں
 کے سامنے فاک و خون میں نہ ترپایا جائے۔

عبداللہ بن زبیر کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی سمجھایا اور کہا:
 "آپ حرم میں قیام فرما کر اپنی خلافت کی دعوت دیجیے اور
 شیعیانِ عراق کو لکھیے کہ وہ یہاں آکر آپ کی مدد کریں، میں
 بھی آپ کی اعانت کے لیے حاضر ہوں۔ حرم یوں بھی عالم
 اسلام کا مرکز ہے، مختلف بلاد و اقصاء کے مسلمان یہاں آتے
 جلتے رہتے ہیں۔"

مگر امام حسینؑ نے جواب دیا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ حرم کا ایک
 بندہ حرم کی حرمت کو زائل کرنے کا باعث ہوگا، میں وہ بندہ ہونا نہیں چاہتا۔

امام حسینؑ کو فہ کو اور ریشیوں کے ساتھ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔
 آخر آپ ۸ ذی الحجہ ۶۱ھ کو اہل و عیال، عزیزوں
 مقام صفاح پہنچے تو وہاں آپ کو فرزوق شاعر عراق سے لوٹا ہوا ملا آپ نے
 اس سے وہاں کے حالات پوچھے۔ فرزوق نے کہا "اہل عراق کے دل آپ
 کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور فیصلہ خدا کے اختیار
 میں ہے۔"

آپ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا۔ اگر خدا کا فیصلہ ہماری مرضی کے مطابق
 تو خدا کا شکر ادا کریں گے اور اگر موت ہماری خواہش کے درمیان حائل ہوگی تو
 مضائقہ نہیں کہ ہماری نیت بخیر ہے۔
 آگے چل کر آپ کو آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر ملے، انہوں
 نے آپ سے بڑی تاکید کے ساتھ واپس لوٹ آنے کی درخواست کی اور کہ
 دو مجھے خوف ہو کہ اس راستہ میں آپ کی جان کا خطرہ اور آپ کے خاندان کی بربادی
 اپنے ساتھ وہ عمرو بن سعید حاکم مدینہ سے ایک امان نامہ بھی لکھوا کر
 تھے، مگر امام حسین نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور سفر جاری رکھا۔
 آپ مقام ثعلبہ میں پہنچے تو وہاں آپ کو مسلم بن عقیل کی شہادت
 خبر ملی۔ آپ سے بعض ریشیوں نے کہا "آپ کو خدا کی قسم ہے آپ لوٹ چلے
 کوفہ میں آپ کا کوئی حامی و مددگار معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن مسلم بن عقیل کے
 والوں نے کہا۔ ہم تو نہ لوٹیں گے، مسلم کا بدلہ لینگے یا اپنی جانیں بھی قربان کر
 دیں گے۔ امام حسین نے فرمایا۔ "ان لوگوں کو چھوڑ کر زندگی میں مزہ نہیں ہے۔"

آپ مقام زبالہ میں پہنچے تو آپ کو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن بقطر کی شہادت کی خبر ملی۔ امام حسین نے عبداللہ بن بقطر کو مسلم بن عقیل کے پاس خدشہ سے کر بھیجا تھا جس وقت پہنچے مسلم قتل کیے جا چکے تھے، ابن زیاد نے ان کو بھی محل کی بھت سے گرا کر قتل کرادیا۔

ان خبروں سے آپ کو کوفہ کے حالات کا بہت کچھ اندازہ ہو گیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:-

”کوفہ والوں نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے ان سے مدد کی توقع نہیں، لہذا ہمارے جو ساتھی واپس جانا چاہتے ہیں وہ بخوشی واپس ہو جائیں، ہماری طرف سے انہیں پوری اجازت ہے۔“

یہ اعلان سن کر آپ کے اکثر رفقاء آپ کو چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ صرف آپ کے خاندان والے اور کچھ مخصوص جان نثار ساتھ رہ گئے۔ ابن زیاد کو امام حسین کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی۔ چنانچہ مزامعت اس نے یزید کی ہدایت کے مطابق مدینہ سے عراق آنے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی تھی۔ اور حُربن یزید تمیمی کو ایک ہزار سو اڑھتھائی گھوڑوں کا کھوج لگانے اور انہیں گھیرنے کے لیے بھیج دیا تھا۔ امام حسین مقام ڈی شتم پہنچے تو وہاں حُربن یزید تمیمی آپ کا کھوج لگاتا ہوا آیا اور آپ کے لشکر کے مقابل پڑا اور ڈال دیا۔ امام حسین نے اپنے رفقاء کو

حکم دیا کہ ان لوگوں کو پانی پلاؤ۔ اور ان کے گھوڑوں کو صیراب کرو۔ یہ دو پہر میں چلے آ رہے ہیں۔

ظہر کی نماز کا وقت آیا تو امام حسین نے حُرس سے پوچھا آپ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھینگے یا علیحدہ۔ حُرس نے جواب دیا ساتھ ہی پڑھینگے۔ چنانچہ دونوں لشکروں نے ایک ساتھ امام حسین کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد امام حسین نے حُرس کے لشکریوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا:-

”لوگو! میں تم لوگوں کے بلالے سے یہاں آیا ہوں تم نے خطوں میں لکھا، قاصدوں سے کہلا کر بھیجا کہ یہاں آئیے اور ہماری امامت قبول فرمائیے۔ اب بھی اگر تم اپنے قول پر قائم رہنے کا وعدہ کرو تو میں تمہارے شہر کو چلوں اور اگر میرا آنا ناگوار ہو تو اپنے وطن کو لوٹ جاؤں!“

حُرس نے کہا ”یہ آپ خطوں اور قاصدوں کا کیا ذکر کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کا کچھ علم نہیں۔“

اس پر امام حسین نے دو تھیلے نکلوا کر کوئیوں کے سامنے خطوں کا ڈھیر لگوا دیا۔ حُرس نے کہا ”خیر ہم نے یہ خط نہیں لکھے۔ ہم تو اس کام پر مامور ہوئے ہیں کہ آپ کو حراست میں لے کر ابن زیاد کے سامنے کو ذبح چا دیں۔“ امام حسین نے فرمایا ”یہ تو ناممکن ہے“ پھر اپنے ساتھیوں کو واپس لوٹنے حکم دیا۔

حُرس نے مزاحمت کی اور کہا میں آپ کو واپس نہ جانے دوں گا۔ لیکن

سے جنگ بھی نہ کرونگا، بہتر یہ ہے کہ آپ کوئی ایسا راستہ اختیار کیجیے
عراق و حجاز دونوں کے درمیان ہو، میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں، آپ
یہ کو لکھیے شاید کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مجھے آپ کے مقابلہ میں
خوف آرا نہ ہونا پڑے۔

امام حسین نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔ اور شمال کی طرف رخ کر کے
مئی کے راستہ پر ہو لیے۔ محرم بھی ان کے ساتھ ساتھ کچھ فاصلے پر لگا رہا۔
عذیب البجانات پہنچے تو وہاں طراح بن عدی سے ملاقات ہوئی
توں نے کہا:-

”کو فہ میں آپ کے مقابلہ کی زبردست تیاریاں ہو رہی ہیں،
میں نے اتنی بڑی فوج کبھی میدان میں مجتمع ہونے نہیں دیکھی
میری رائے یہ ہے کہ آپ بنی ہلے کے مشہور مہار ”اجا“ پر
تشریف لے چلیں۔ یہاں غسان و حمیر کے بادشاہوں کی
بھی کبھی رسائی نہ ہو سکی، اگر آپ وہاں تشریف لے چلیں
تو بنی ہلے کے بیس ہزار جان نثاروں کا ذمہ دار میں ہوں جن
کی تلواریں آپ کی حمایت میں علم ہونگی۔“

مگر امام حسین نے شکر یہ کہ ساتھ ان کی پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔
فرمایا ”مخبر سے جو میرا قول و قرار ہو چکا ہے میں اس کے خلاف نہ کرونگا!
نبیوں پہنچے تو حرم کو ابن زیاد کا خط ملا، جس میں لکھا تھا:-
”حسین اور ان کے ساتھیوں کو فوراً روک لو اور انہیں ایسی

جگہ اترنے پر مجبور کرو، جہاں کوئی اوٹ اور پانی نہ ہو۔

خبر نے یہ خط امام حسین کو دکھا دیا۔ آپ نے فرمایا کچھ دور آگے چلنے دو۔ پھر ہم اتر جائیں گے۔ حر راضی ہو گیا۔ جب آپ مقام کربلا میں پہنچے تو حر راستہ روک کر کہہ ہو گیا اور کہا اب میں آگے نہ بڑھنے دوں گا، یہاں اتر جائیے۔ فرات بھی یہاں سے قریب ہے۔ امام حسین اور آپ کے ساتھی ۱۲ محرم ۶۱ھ کو میدان کربلا میں اتر گئے۔

میدان کربلا میں قیام | کربلا میں اترنے کے دوسرے دن عمر بن سعد بن

اپہنچا۔ عمر بن سعد بن وقاص کو ابن زیاد نے لے اور سرحد ولیم کا حاکم مقرر کیا تھا۔ وہ اپنے علاقہ میں جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ امام حسین کی روانگی کی اطلاع پہنچی۔ اور ابن زیاد نے اُسے اُن کی مدافعت کا حکم دیا۔ عمر بن سعد نے معافی چاہی، مگر ابن زیاد نے کہا اگر اس خدمت میں تامل ہے تو رہے اور سرحد ولیم کی ولایت سے دست بردار ہو جاؤ۔ عمر بن سعد نے حکومت کے لالچ سے اس حکم کی تعمیل کو منظور کر لیا۔ مگر وہ امام حسین سے لڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے آخر وقت تک مفاہمت کی کوشش کی۔

عمر بن سعد نے امام حسین کے پاس قاصد بھیج کر پوچھا کہ آپ کس غرض سے آئے ہیں؟ امام حسین نے جواب دیا مجھے اہل کوفہ نے خط لکھے تھے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے، آپ تشریف لائیے کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

یہاں ان کی تحریر پھروسہ کر کے پل پڑا۔ بعد میں اٹھارہ ہزار کوفیوں نے میرے

تم پر پیت کر کے نوڑ دی، اور میرے ساتھ غداری کی جیسے مجھے یہ معلوم ہوا تو
 میں نے اپنے وطن کو واپس جانا چاہا، مگر حسینؑ نے یہ دیکھ کر مجھے واپسی کی اجازت
 نہ دی، اب تم میرے قریبی رشتہ دار ہو مجھے چھوڑ دو کہ مدینہ واپس چلا جاؤں
 مگر نے یہ جواب سن کر کہا "لاکھدر اللہ، خدا کی قسم میں تو خود چاہتا ہوں کہ حسین
 کے خون سے میرے ہاتھ رنگین نہ ہوں" پھر اس نے ابن زیاد کو امام حسینؑ
 کے ارادہ سے مطلع کیا۔ ابن زیاد نے جواب بھیجا:

"حسینؑ سے یزید کی بیعت لے لو، اس کے بعد ہم کسی بات پر

غور کریں گے اگر بیعت نہ کریں تو ان کا پانی بند کر دو۔"

پانی کی بندش | مروجہ کو عمر بن سعد نے فرات کا پانی امام حسین اور ان کے
 ساتھیوں پر بند کر دیا، اور دریا پر پانچ سو سواروں کا پہرہ
 بٹھا دیا۔ امام حسین نے اپنے ہمدرد بھائی عباس بن علی کو پانی لانے کا حکم
 دیا۔ یہ تیس سواروں اور بیس مشکیزہ برداروں کو اپنے ساتھ لے گئے، اور
 زبردستی پانی لے آئے۔

تاکید جنگ | عمر بن سعد امام حسین سے لڑنا نہیں چاہتا تھا اس کی
 دلی خواہش تھی کہ کوئی مصالحت کی صورت نکل آئے

اور اس کی تلوار اہل بیت نبوی کے خون سے رنگین نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے
 وہ لڑائی کو ٹالتا رہا اور حضرت امام سے بار بار ملاقاتیں کیں۔

ایک رات حضرت امام اور عمر بن سعد دونوں لشکروں کے درمیان
 جمع ہوئے اور رات گئے تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ امام حسین نے عمر

بن سعد سے کہا۔

”ہم دونوں اپنے اپنے لشکروں کو ہمیں چھوڑ دیں اور بید کے پاس
چل کر دہانی معاملہ طے کر لیں۔“

ابن سعد نے کہا: ابن زیاد میرے گھر کو کھدوا پھینکیگا۔

امام حسین نے فرمایا:-

”اچھا تو مجھے اپنے وطن واپس جانے دو، یا کسی اور طرف نکل
جانے دو، پھر حالات جو کچھ فیصلہ کریں۔“

لیکن ابن سعد نے اس تجویز کو قبول کرنے سے بھی معذوری کا اظہار کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف قیاسات ہیں۔ ابن سعد سے حضرت امام
کی جو گفتگو ہوئی وہ لازماً رات نہ ہوئی۔ کوئی تیسرا شخص اس شریک نہ تھا۔

تاہم یہ واقعہ ہے کہ ابن سعد نے ان مذاکرات کی روشنی میں قضیہ کے
حل کی ایک درمیانی صورت کو پالیا۔ اور اپنی رائے سے ابن زیاد کو مطلع
کیا۔ ابن زیاد کو ابن سعد اور امام حسین کی گفتگوؤں کی رپورٹیں پہنچ رہی
تھیں، اس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ابن سعد امام حسین سے نکل جائے اور بنا

بنایا کھیل نہ بگڑ جائے۔ چنانچہ اس نے شمر ذی الجوشن کے مشورہ سے ابن سعد کو لکھا
”میں نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ تم حسین کے مقابلہ سے
جان بچاؤ اور انہیں غلط امیدیں دلاؤ یا لڑائی کو طول دو، یا
میرے سامنے ان کے سفارشی بن کر آؤ۔ حسین اگر بلا شرط
اطاعت قبول کریں تو انہیں میرے پاس بھیج دو، مگر انکار

کہیں تو ان سے جنگ کرو اور قتل کر دو۔ اگر تمہیں اس حکم کی
تعمیل میں پس و پیش ہو تو میں شمر ذی الجوشن کو بھیج رہا ہوں
تم فوج اس کے حوالہ کر دو اور اپنے آپ کو معزول سمجھو۔
ابن زیاد کی اس دھمکی کے بعد ابن سعد بادل نا خواستہ اٹھا اور لشکر کو

لڑائی کی تیاری کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ۹ محرم کی شام کا ہے۔

امام حسین کو معلوم ہوا تو آپ نے ایک رات کی مہلت چاہی۔ ابن
سعد نے مہلت دیدی۔ حضرت امام کو اب یقین ہو گیا تھا کہ راہ حق میں
ان کو اپنے سر کی قرمانی پیش کرنی پڑیگی۔ دشمن ان کے خون سے اپنی پیاس
بجھانے بغیر نہ مانیں گے۔ آپ نے اپنے تمام رفیقوں اور عزیزوں کو جمع کر کے
فرمایا:-

”میں نے اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور نیک ساتھی
کہیں نہیں دیکھے اور اپنے اہل خاندان سے زیادہ صلح،
لورہشتہ داری کا لحاظ رکھنے والے کسی کے عزیز نہیں پکے خد
تم سب کو جزائے خیر دے! کل گون میرے اور دشمنوں کے درمیان
آخری فیصلہ کا ہے، انہیں صرف میری ضرورت ہے۔ اس لیے
میں تم سب کو بخوشی واپسی کی اجازت دیتا ہوں، میری رفیق
میرے اہل خاندان کو لے کر رات کے اندھیرے میں نکل
جاؤ گے اور اپنے اپنے شہروں میں پہنچ کر بہتر زادہ کا انتظار
کریں۔“

مگر آپ کے فداکار ساتھیوں اور جاں نثار عزیزوں نے بیک
زبان کہا۔۔۔

”ہم آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ خدا ہمیں اس دن کے
لیے باقی نہ رکھے۔“

یہ جواب سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ دیر تک نقشہ جنگ کے متعلق
ہدایتیں دیتے رہے اور اپنے اہل بیت کو وصیتیں کرتے رہے۔

آپ کی بہن زینب بنت علیؓ نے زیادہ بے چینی کا اظہار کیا تو فرمایا:

اے بہن! صبر کرو۔ دیکھو اہل زمین اور اہل آسمان سب کے

لیے فنا ہے، خدا کی ذات کے سوا کسی کو بقاء نہیں ہے اور

ہر مسلمان کو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ

حسنہ کی پیروی کرنی چاہیے اے بہن تمہیں خدا کی قسم ہے

اگر میں راہ حق میں شہر خرو ہوں تو تم میرے ماتم میں گریبان

چاک نہ کرنا، چہرہ کو نہ نوحیا، ولے ویلا نہ کرنا! لے

ان انتظامات سے فارغ ہو کر آپ نے اپنی پیشانی بارگاہ رب العزت

میں جھکا دی اور تمام رات اپنے مولا سے راز و نیاز میں مصروف رہے۔

آپ کے ساتھی بھی رات بھر نماز، استغفار، تضرع اور دعا میں مشغول ہوئے۔

صبح شہادت کی لڑیاں بکھیرنا ہوا طلوع ہوا، آفتاب خونیں آنسوؤں

کی لڑیاں بکھیرتا ہوا طلوع ہوا۔ حضرت امام حسینؓ

نماز فجر سے فارغ ہو کر اپنے بہتر جان نثاروں کو ساتھ لے کر میدان میں آگے
 میمنہ پر زئیر بن قین کو میسرہ پر صیب بن مظاہر کو متعین فرمایا۔ اور عباس بن
 علی کو علم مرحمت ہوا۔ امام حسین گھوڑے پر سوار ہوئے۔ قرآن مجید منگا کر
 سامنے رکھا، اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی

ہر چند آپ کو یقین نہ تھا کہ کوئی کوشش کارگر ہوگی تاہم آپ نے
 اتمام حجت کے لیے کوفیوں کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی :-
 ”اے لوگو! ذرا ٹھہرو۔ میری بات سنو کہ میں اپنی ذمہ داری
 پوری کر دوں۔ اگر تم نے میری بات کو سنا اور میرے ساتھ
 انصاف کیا تو تم سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں لیکن
 اگر تم اس کے لیے تیار نہ ہوئے تو تمہاری مرضی۔ معاملہ کا
 ہر پہلو تم پر واضح ہو جائے گا اور تمہیں اختیار ہوگا جو چاہو سو
 کرو۔ اور میرے ساتھ کوئی کسر نہ اٹھا رکھو میرا مددگار میرا اللہ
 ہے۔“

حضرت امام اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ زمانہ خیمہ سے رونے کی آوازیں
 بلند ہوئیں۔ آپ فرماتے لگے ”عبداللہ بن عباس نے سچ کہا تھا۔ ہمیں
 عورتوں کو نہیں لانا چاہیے تھا“ پھر آپ نے عباس بن علی کو عورتوں کو
 خاموش کرنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ خاموش ہو گئیں تو آپ نے پھر سلسلہ
 تقریر جاری فرماتے ہوئے کہا :-

”اے لوگو! ذرا سوچو کہ میں کون ہوں، پھر غور کرو کہ تمہارے

لیے مجھے قتل کرنا اور میری بے حرمتی کرنا جائز ہے؟ کیا میں
 تمہارے نبی کا نواسہ نہیں۔ کیا میں ان کے ابن عم علی مرتضیٰ
 کا فرزند نہیں، کیا سید الشہداء رحمہ میرے والد کے چچا نہ تھے
 کیا جعفر طیار شہید میرے چچا نہ تھے۔ کیا ہم دونوں بھائیوں
 کے متعلق رسول اکرم صلعم کی یہ مشہور حدیث تم نے نہیں
 سنی ”اے حسن و حسین تم جنت کے سردار ہو اور اہل سنت کی
 آنکھوں کی ٹھنڈک“

اگر میرے بیان پر اعتبار نہ ہو، حالانکہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں
 بولا، تو رسول اکرم صلعم کے بہت سے صحابی ابھی زندہ ہیں
 ان سے پوچھ لو۔ کیا اس کے بعد بھی تم میرا خون بہانے سے
 باز نہ آؤ گے کیا تمہیں اس قول نبی کی صداقت میں شک
 ہے، یا اس بات میں شک ہے کہ میں حسین فاطمہ زہرا کا
 بیٹا نہیں ہوں، اگر تمہیں دوسری بات میں شک ہو تو میں
 خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں مشرق و مغرب میں میرے
 سوا کوئی نبی کا نواسہ اور فاطمہ کا لال نہ ملیگا۔

تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔ کیا میں نے تمہارے کسی آدمی
 کا خون بہایا ہے، کیا تم میں سے کسی کا مال غصب کر لیا ہے
 کیا تمہارے کسی آدمی کو زخمی کر دیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے کچھ سرداران کو فہ کو نام بنام پکار کر کہا کیا تم لوگ

مجھے خطوط بھیج کر نہیں بلایا۔

ان لوگوں نے جواب دیا ”نہیں، ہم نے آپ کو نہیں بلایا۔“
آپ نے فرمایا:۔ تم نے ضرور بلایا۔ لیکن اگر اب تمہیں میری آمدنا پسند
ہے تو مجھے اپنی پناہ کی جگہ دلپس جملے دو۔

ایک شخص نے کہا ”آپ میرے چیرے بھائی (ابن زیاد) کا فیصلہ
کیوں نہیں قبول کر لیتے۔ یہ آپ کے لیے بہتر ہوگا۔“
آپ نے جواب دیا:۔

”خدا کی قسم میں ذلیلوں کی طرح اپنا ہاتھ دشمنوں کے ہاتھ میں
نہیں دے سکتا، اور غلاموں کی طرح ان کی بندگی کا اقرار
نہیں کر سکتا، میں ہر متکبر سے جس کا روز حساب پر ایمان
نہیں ہے، خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔“

حربین یزید امام حسینؑ کے قدموں میں | امام حسین کی یہ تقریر کو فیوں پر کوئی
اثر نہ کر سکی۔ البتہ حربین یزید بھی
آہستہ آہستہ گھوڑا بڑھانا ہوا آیا جب قریب پہنچا تو ایک ایڑ مار کر لشکر اہل
بیت میں شامل ہو گیا۔ اس نے امام حسین سے کہا:۔

اے فرزند رسول اللہؐ میں ہی وہ شخص ہوں جس نے سب سے
پہلے آپ کو روکا تھا، مگر مجھے خبر نہ تھی، کہ میری قوم بدبختی کی
اس حد تک جا سکیگی، اور جنگ کے سوا کسی مناسب تجویز

کو قبول نہ کریگی۔ سب میں آپ کے قدموں میں حاضر ہوں اور
جب تک جسم کا جان سے تعلق ہے۔ آپ کا حق رفاقت
ادا کرونگا۔ خدا کے واسطے بتائیے کیا میرا یہ فعل پچھلے گناہوں
کا کفارہ ہو سکیگا؟

حضرت امام نے خوش ہو کر فرمایا ”بھنرورائے حر دنیا میں بھی تیرا نام حر
(آزاد) ہے۔ ان شاء اللہ آخرت میں بھی تو عذاب دوزخ سے آزاد ہی رہے گا۔
اب حر نے اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا اے قوم کیا یہ ممکن نہیں کہ
امام حسین کی پیش کردہ تجویزوں میں سے کوئی تجویز قبول کر لو۔ اور ان کے
مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی لعنت سے بچ جاؤ۔
عمر بن سعد نے کہا میں تو مصاحبت کو پسند کرتا تھا، مگر یہ بات میرے
اختیار میں نہیں۔

اس کے بعد کوفیوں کی طرف سے ایک تیر بھینکا گیا اور جنگ شروع
ہو گئی۔

پہلے مبارزت شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے ایک
شہادت حسین | ایک شخص نکلتا اور اپنے حریف سے لڑتا، مگر اس طرح
کوفیوں کو بہت نقصان ہوا۔

عبداللہ بن عمیر کلبی، بریر بن حصیر، حر بن یزید تمیمی اور نافع بن ہلال
نے اپنے حریفوں کو مولیٰ گا جری طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر دشمن کی
فوج میں سے عمر بن حجاج نے چیخ کر کہا:-

”اے شہسوار! تمہیں معلوم ہے کہ کس سے لڑ رہے ہو یا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جانیں تمہیلیوں پر لے کر نکلتے ہیں۔ ان سے مبارزہ کسی طرح مناسب نہیں۔ مجموعی طور پر حملہ کرو۔ یہ ہیں ہی کتنے۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ ان پر تھپڑ بھی برسائو تو نہ بچیں۔“

اب عام لڑائی شروع ہو گئی۔ مٹھی بھر جان نثاران اہل بیت نے ٹڈی دل کو پیوں کا منہ پھیر دیا۔ بہادران فوج حسینی جدھر نکل جاتے تھے دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے مگر دونوں گروہوں کی تعداد میں کوئی نسبت نہ تھی۔ دوپہر ڈھلے تک آپ کے تمام ساتھی پر فائدہ وار شمع ہیبت نبوت پر قربان ہو گئے۔

اب جوانان اہل بیت کی باری آئی۔ علی اکبر بن حسین، عبداللہ بن مسلم بن عقیل، عدی بن عبداللہ بن جعفر، عبدالرحمن بن عقیل، محمد بن عقیل، قاسم بن حسین بن علی، ابوبکر بن حسین بن علی اپنی اپنی شمشیر آبدار کے جوہر دکھا کر لہو جوانان جنت کے سردار پر نثار ہو گئے۔ آخر میں حضرت امامؑ کے ساتھ ان کے چار بھائیوں عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان کے سوا کوئی نہ رہا۔ جب تک سینہ میں دم رہا، یہ ہر وار کو اپنے سینہ پر لیتے رہے۔ آخر ایک ایک کر کے رہی جنت ہوئے۔

اب حضرت امام حسینؑ تنہا تھے، زخموں سے چور چور تھے، پیاس سے بیتاب تھے، مگر آپ کی بہادری، جوش اور ہیبت میں کوئی کمی نہ تھی۔

جس طرف بھی آپ کی تلوار چمکتی دشمنوں کے بادل کے بادل چھٹے چلے جاتے
 آخر آپ نڈھال ہو کر زمین پر بیٹھ گئے اور بڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے
 مگر دشمنوں کو اس شیر پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آپ کے خون سے
 اپنی قسمت پر شقاوت کی آخری مہر لگانے سے ہر شخص گریز کرنا تھا۔ آخر
 شمر نے چیخ کر کہا:۔

”آپ کیا انتظار ہے؟ قتل کیوں نہیں کرتے؟“

حضرت امام نے اپنے خشک ہونٹوں کو پانی کا پیارہ لگایا تھا کہ حصین
 بن مہیر نے تاک کر ایک تیر مارا جو آپ کے حلقوم میں پیوست ہو گیا۔ آپ
 گرتے پڑتے فرات کی طرف چلے۔ لیکن دشمن چاروں طرف سے ٹوٹ
 پڑے اور عبد بن شریک تمیمی نے آپ پر تلوار کے وار کیے۔ سنان بن انس
 شخص نے نیزہ مار کر آپ کو زمین پر گرا دیا اور تلوار سے سراقہ سے کو جدا کر دیا۔
 آپ کے جسم مبارک پر تینتیس زخم نیزے کے اور تیس زخم تلوار کے تھے
 اور تیر کے زخم ان کے علاوہ تھے۔

آپ کی شہادت کے بعد ظالموں نے اہل بیت کے خیموں کی طرف
 رخ کیا، جو کچھ ساز و سامان تھا سب لوٹ لیا، یہاں تک کہ عورتوں کی
 چادریں تک کھینچ لیں۔ آپ کے صاحبزادہ زین العابدین، علی اصغر بیاری
 کی حالت میں خیمہ میں لیے ٹھوسے تھے۔ شمر نے ان کو بھی شہید کرنا چاہا مگر عمر
 سعد نے کہا عورتوں کے خیمے میں نہ گھسوا اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔

شہادتِ عظمیٰ کا یہ حادثہ کبریٰ، ۱۰ محرم ۶۱ھ کو جمعہ کے دن پیش آیا۔ اگلے دن اہل غاصریہ نے نماز جنازہ ادا کر کے شہداری لاشوں کو اسی میدان میں دفن کیا۔ حضرت سید الشہداء کا سر مبارک اور دوسرے شہداء کے سر چونکہ دشمن اپنے ساتھ لے گئے تھے، اس لیے جسم بغیر سر کے سپرد خاک ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً شاملاًً کاملۃً

اہل بیت کا قافلہ شام کو | اس حادثہ عظمیٰ کے بعد اہل بیت کا قافلہ
اہل بیت کا قافلہ شام کو | ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیجا گیا، اور شہداء
کرام کے سر اس کے دربار میں پیش کیے گئے۔ ابن زیاد نے حضرت امام
حسین کے دندان مبارک کو ایک چھتری سے کھٹکھٹایا۔ حضرت زید بن
ارقم صحابی رسول اللہ صلعم بھی وہاں تشریف رکھتے تھے، آپ اس بے
ادبی کو برداشت نہ کر سکے۔ فرمانے لگے :-

”واللہ! میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اکرم صلعم کو ان
ہونٹوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے، ان کی بے ادبی نہ کرو“
یہ فرما کر آپ بے اختیار رو پڑے۔ ابن زیاد نے کہا ”اگر تم سٹھمیانہ گئے ہوتے
تو میں تمہاری گردن مار دیتا“ حضرت زید بدعا فرماتے ہوئے مجلس سے
اٹھ گئے۔

ابن زیاد نے اہل بیت کے اس قافلہ اور شہداء کرام کے سروں
کو شمر کی نگرانی میں یزید کے پاس دمشق بھیجا دیا۔
یزید کے دربار حجب امام حسین کا سر مبارک رکھا گیا، اور شمر نے

ایک تقریر میں اپنی اور اپنے رفیقوں کی کارگزاری فخریہ بیان کی تو یزید نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا:-

افسوس تم پر، اگر تم حسین کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا، خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر، اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو خدا کی قسم میں حسین کو معاف کر دیتا، خدا ان پر اپنی رحمت نازل کر لے۔“

ہند بنت عبداللہ بن عمار یزید کی بیوی، چادر کا گھونگٹ کر کے دربار میں نکل آئی اور کہنے لگی۔ اے امیر المؤمنین کیا یہ جگر گوشہ رسول حسین بن فاطمہ کا سر ہے؟ یزید نے جواب دیا:-

ہاں! یہ حسین رسول اللہ صلیع کے نواسہ کا سر ہے، تم اس پر ماتم کرو۔ خدا ابن زیاد کو قتل کرے اس نے جلد بازی سے کام لے کر ان کو قتل کر دیا۔

پھر یزید نے درباریوں کی طرف خطاب کر کے کہا ”تمہیں معلوم ہے کہ یہ حادثہ کیوں پیش آیا؟“ حسین نے کہا میرے باپ حضرت علی یزید کے باپ سے بہتر ہیں، میری ماں سیدہ فاطمہ زہرا، اس کی ماں سے بہتر ہیں۔ میرے نانا رسول اللہ صلیع اس کے نانا سے بہتر ہیں اور میں خود اس سے بہتر ہوں اور خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ جہاں تک باپ کا تعلق ہے میرے باپ اور ان کے باپ نے خدا کے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا

دنیا جانتی ہے کہ خدائے میرے باپ کے حق میں فیصلہ کیا۔ البتہ ان کی ماں
فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے بہتر ہیں اور ان کے نانا رسول اللہ
صلعم میرے نانا سے بہتر ہیں۔ ہر شخص جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے
کسی کو رسول اللہ کا ہمسر نہیں قرار دے سکتا۔ البتہ انہوں نے معاملہ کو
سمجھا نہیں اور قرآن کی اس آیت پر ان کی نظر نہیں گئی۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكِ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ
الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ۗ

خدایا بہتر جانتا ہے کہ یزید کے یہ الفاظ اول سے نکل رہے تھے یا دیان سے
اور اس کے یہ آنسو سبب و ندامت کے آنسو تھے یا ڈیپوسی اور سیاست کے،
کہ تاریخ عالم میں دوسری قسم کے آنسوؤں کی مثالیں بھی بہت ملتی ہیں،
برادران یوسف بھی یہ آنسو بہا چکے ہیں۔ و جاعوا اباہم عشاء یبکون
اہل بیت کی واپسی وطن | یزید نے خاندان نبوت کی عورتوں کو اپنی
احرام سرا میں بٹھرایا۔ چونکہ دونوں خاندانوں
میں رشتہ داری تھی، اس لیے خاندان یزید کی تمام عورتیں ان کے پاس
آئیں اور ان کے رنج میں شریک ہوئیں اور شہدار کا ماتم کیا۔ یزید دونوں
وقت امام زین العابدین علی بن حسین کو اپنے ساتھ شاہی دسترخوان
پر کھانا کھلاتا تھا۔

چند روز خاطر و مدارات کے ساتھ بٹھرانے کے بعد یزید نے اہل بیت

کے قافلہ کو کچھ سامان دے کر ایک معتبر اور نیک آدمی کی نگرانی میں مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

خصمت کرتے وقت یزید نے امام علی بن حسین سے کہا:-

”جو کچھ خدا کی مرضی تھی ہوا، اور میری منشا کے خلاف ہوا۔ اگر ملعون ابن زیاد کی جگہ میں ہوتا تو یہ صورت ہرگز پیش نہ آتی حسینؑ میرے سامنے جو بخیر پیش کرتے، اسے قبول کر لیتا اور ان کی جان کو ضائع نہ ہونے دیتا، صاحبزادے تمہیں جو ضرورت پیش آئے مجھے لکھ دیا کرنا۔“

سکینہ بنت حسین یزید کے اس سلوک سے متاثر ہوئے بغیر نہیں چنانچہ آپ فرماتی تھیں:-

”میں نے منکرین خدا میں یزید بن معاویہ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔“

یہ حادثہ فاجعہ تاریخ اسلام کا ایک اندوہناک واقعہ حسین و یزید پر کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے نصف صدی بعد، آپ ہی کے نام لیوا آپ کے اہل بیت کو انتہائی شقاوت کے ساتھ ذبح کر دیں۔ حقیقی فیصلہ تو وہ حاکم مطلق ہی کریگا جو دلوں کے بھید جانتے والا ہے، اور پھر کھلے ڈھکے سے واقف ہے۔ تاہم ایک مورخ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی دانست کے مطابق واقعات پر ایک منظر ڈالے۔ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ

سی ایسے اہم اقدام سے پہلے جس کا تعلق اسلام کے جماعتی مسائل سے ہو، یہ دیکھ لینا چاہیے کہ مصلحتِ اُمت اس کی متقاضی ہے یا نہیں، پھر یہ بھی غور کر لینا چاہیے کہ اس کے لیے مناسب اسباب ظاہری بھی موجود ہیں یا نہیں؟ یہ اپنی جگہ ثابت ہے کہ یزید ایک فاسق و فاجر شخص تھا۔ اور اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صبیہ جامع فضائل بزرگوں کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اس لیے اس کی خلافت اسلام کے بلند پایہ نصب العین کی تکمیل کے لیے کوئی ضمانت پیش نہیں کر سکتی۔

بیشک اسلام کا نظام شوریٰ اس وقت معطل ہو چکا تھا لیکن اس جسم نیم جان میں ابھی حرارت باقی تھی حضرت امام نے اس ڈھانچہ پر دوبارہ روح حیات فائز کرنے کی کوشش کی۔

حسن اتفاق سے اس نظام کی برہمی کی صورت میں العقادِ خلافت کی جو دوسری شرط تسلطِ کامل ہے وہ بھی موجود نہ تھی۔

حضرت معاویہ کے زمانہ میں یزید کی بیعت کو اگر اصولاً جائز تسلیم کیا جائے اور حضرت عبداللہ بن کایہ قول لا ابا یح لامیرین فی زمان واحد نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بھی اس بیعت کا تحقق خود محال نظر ہے۔

اسلام کے تین سیاسی مرکزوں میں سے شام تو دل و جان سے بنی اُمیہ کے ساتھ تھا عراق کی بیعت کا یہ حال تھا کہ عراقی نامزدوں کی رائے

عراقی اُمراء نے چاندی سونے کی ٹنگلیوں کے ذریعہ خریدی مکتی سے عام اہل عراق
اس کے ذمہ دار نہ تھے۔ خود امیر معاویہ اس سے بے خبر نہ تھے۔ چنانچہ جب
عراق سے عراقی نمائندوں کا وفد دمشق پہنچا تو آپ نے امیر روقد سے پوچھا

بکم اشتری ابواک من ہمارے والد نے ان لوگوں سے

ہو لاء دینہ ہند ان کا دین کس قیمت پر خریدنا۔

تو اس نے جواب دیا:

باربعماۃ دینار

چار سو دینار میں

رہ گئے اہل حجاز۔ ان کی رائے مذکورہ بالا چاروں بزرگوں کی رائے کے
تابع تھی، اور جب فی الحقیقت ان بزرگوں نے بیعت کی ہی نہ تھی
تو عام اہل حجاز کی بیعت کے اعتبار کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ
حضرت معاویہ کے انتقال کے بعد اہل حجاز دل و جان سے ان بزرگوں
کے حامی تھے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ بنی امیہ کا تسلط حجاز میں باوجود
”واقعہ جرہ“ جیسے خونیں مناظر کی نمائش کے، حضرت معاویہ کی وفات
سے حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت تک قائم نہ ہو سکا۔

اہل عراق نے بھی خطوط اور وفود کے ذریعہ حضرت امام کو یقین

دلایا کہ ان کا کوئی امام نہیں ہے اور وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے منتظر ہیں

پھر کیفیت حضرت امام کا اس وقت اس مقصد میں راجعاً نظام

خلافت راشدہ کے لیے اٹھ کھڑا ہونا جہاں تک مصلحت امت کا تعلق

ہو اس کے مطابق تھا اور اگر وہ خلافت کے خواہشمند بن کر کھڑے ہوئے تو یہ ان کی خواہش بجا تھی۔

اب رہ جائے مسئلہ اسباب ظاہری کی فراہمی کا۔ بعد کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام کی اجتہادی غلطی تھی۔ انہوں نے اپنی ہجر گری کا مرکز عراق کو بنانا تجویز کیا اور بار بار آزمانے کے بعد کہ عراق کے لوگ بزدل، لاپچی اور ناقابل اعتبار ہیں۔ ان کی امداد کے بھروسہ پر حجاز کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ اگر حضرت امام اپنے ہی خواہوں اور ہمدردوں کی رائے کو مان لیتے اور قلب اسلام کو اپنی دعوت کا مرکز بناتے تو حالات کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔ لیکن زبانِ قلم خاموش ہو جاتی ہے جب ابن اثیر کی اس روایت پر نظر پڑتی ہے۔

حضرت امام جب اپنے دوستوں کی رائے کے خلاف اٹکے معترضے روانہ ہوئے تو ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر نے انہیں راستہ میں جا لیا، اور باصرار واپسی کی درخواست کی۔ حضرت امام نے انہیں بھی ماننا چاہا، مگر جب وہ کسی طرح زمانے تو آپ نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ آپ نے فرمایا:

”میں نے خواب میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی

ہی۔ آپ نے مجھے ایک کام کر گزرنے کا حکم دیا ہے، میں اس

کو ضرور کرونگا۔ خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔“

عبداللہ بن جعفر نے پوچھا وہ کیا کام ہے؟

آپ نے جواب دیا:-

”یہ نہ میں نے کسی کو بتایا ہے اور نہ تمہارا منہ کب تک اپنے

رب کے دربار میں حاضر نہ ہو جاؤں گا۔“

جب بات یہ تھی تو اسباب ظاہری کی فراہمی کا سوال ہی نہیں ہے

ہوتا اور نہ اس علمی بحث کو چھیڑنے کی ضرورت ہے کہ ”خواب حجت شرعی

ہے یا نہیں؟“ کہ یہ دنیا کے عشق و محبت ہے اور اس دنیا کے اکین نرا

ہوتے ہیں۔“

بنا کر دند خوش رسمے بجاک خون غلطیوں

خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت ما

واقعہ حسره

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، عالم

اسلام میں یزید کی اس حرکت پر نفرت کا اظہار کیا گیا اور حجاز میں مدینہ

مکہ تک مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے مکہ معظمہ میں اس حادثہ کی خبر سن کر

عام میں ایک پرچوش تقریر کی۔ آپ نے فرمایا:-

”اہل عراق بڑے غدار اور فاجر ہیں۔ انہوں نے امام حسین

کو بڑے بڑے وعدے کیسے بلایا۔ جب آپ تشریف لے گئے تو آپ کو گھیر لیا اور مجبور کیا کہ یا وہ غیر مشروط طور پر ابن زیاد کی اطاعت قبول کریں اور یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ حسینؑ نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ اپنے ٹڈی دل دشمنوں کے مقابلہ میں کلمہ مبارک نہیں ہو سکتے، عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی، اہل عراق کی یہ غداری و بد عہدی قابلِ عبرت ہے۔ لیکن جو خدا کو منظور تھا وہ ہوا۔ کیا حسین کی شہادت کے بعد ہم ان لوگوں کے قول و فعل کا اعتبار کر سکتے ہیں۔ واللہ دشمنوں نے اس شخص کو شہید کیلئے جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت کرتا تھا، بزرگی اور دین میں ان سے کہیں بڑھ کر تھا، اور خلافت کا ان سے کہیں زیادہ حقدار تھا، جو قرآن کی ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو اخذ کے خوف سے رونے کے مقابلہ میں گلے بجانے کو، روزوں کے مقابلہ میں شراب خواری کو، مجلس میں بیٹھ کر ذکر اللہ کے مقابلہ میں شکاری کتوں کے ذکر کو پسند نہیں کرتا۔

آپ کی اس تقریب کے بعد لوگوں نے آپ سے کہا، حسین بن علیؑ کے بعد اب آپ ہی کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں، لہذا اپنی خلافت کی بیعت کھلم کھلا لیجیے۔ لیکن آپ نے ابھی کھل کر میدان میں آنا مناسب نہ سمجھا اور خاموشی کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا۔

یزید کو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے پہلے ہی کھٹکا تھا، اُسے جب ان کی ان تیاریوں کی اطلاع پہنچی تو اس نے کچھ آدمیوں کو تقریباً زبیر سے گمراہی کی گرفتاری کے لیے بھیجا، وہاں کے حالات ایسے تھے کہ وہ گرفتار ہو سکے۔

سنہ ۶۳ھ میں یزید نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو والی حجاز بنا کر بھیجا۔ عثمان نے اہل مدینہ کو ہوا رکرنے کے لیے مسخرین مدینہ کا ایک وفد شام کو بھیج دیا۔ اس وفد میں عبداللہ بن حنظلہ انصاری، عبداللہ بن ابی عمرو بن حنظلہ مخزومی اور منذر بن زبیر وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ جب یزید کے دربار میں پہنچے تو وہاں انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، بڑی خاطر و مدارات کی گئی اور رخصت کے وقت گراں قدر نذرانے دیے گئے۔ چنانچہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کو ایک لاکھ درہم اور ان کے آٹھ بیٹوں کو دس دس ہزار درہم اور منذر بن زبیر کو ایک لاکھ درہم دیے گئے۔ لیکن یزید کی یہ تدبیر بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوئی۔ یزید کی حرکات ان لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو اس کے مخالف ہو گئے اور مدینہ میں آکر بیان کیا:

ہم اس شخص کے پاس سے آرہے ہیں جسے دین سے کچھ واسطہ نہیں، شراب نوشی، فحش و سرود، بیروت و شکار اس کے بحسب مشاغل ہیں۔ آوارہ لوگوں کی صحبت اس کو عزیز ہے، ہم اس کی بیعت توڑتے ہیں اور اس کی دی ہوئی رقم اس کے مقابلہ

کی تیاریوں میں صرف کریں گے

اب مدینہ میں یزید کے خلاف عام شورش بھڑک اٹھی، اہل مدینہ نے عثمان بن محمد کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا والی مقرر کیا۔

یزید کو مدینہ کے امویوں نے کل حالات کی اطلاع دی۔ یزید

اس مرتبہ نرمی کے ساتھ کام لینا چاہتا تھا اس نے بشیر بن نعمان انصاری کو مدینہ بھیجا۔ بشیر بن نعمان نے اہل مدینہ کو سمجھایا کہ دشمن قوی ہے تم اس کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت اختیار کی جائے۔ مگر نعمان کی بات کو کسی نے نہ سنا۔

نعمان بن بشیر کی واپسی کے بعد اہل مدینہ نے تمام امویوں کو مروان بن الحکم کے گھریں قید کر دیا۔ امویوں نے ایک شخص کو یزید کے پاس بھیجا، جس نے اُسے کل حالات کی اطلاع دی۔

یزید نے عمر بن سعد سابق والی حجاز سے مدینہ جانے کے لیے کہا

مگر عمر نے جواب دیا ”اب میں قریش کا خون بہانے کے لیے وہاں جاؤنگا“ پھر یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو پیغام بھیجا کہ وہ مدینہ پر لشکر کشی کرے۔

عبید اللہ بھی تیار نہ ہوا، اور کہا کہ ”میں یزید کے لیے ابن رسول اللہ کے قتل، اور حرمین شریفین کی بے حرمتی دو بڑے گناہوں کو نہ ملاؤنگا“

آخر اس بدبختی کا قرعہ سلم بن عقبہ مری کے نام نکلا۔ وہ بوڑھا اور بیمار تھا مگر اسی حال میں بارہ ہزار لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے چل پڑا اس لشکر کو علاوہ تنخواہ کے فی کس سو دینار انعام کا لالچ دیا گیا تھا۔

یزید نے چلتے وقت مسلم کو ہدایت کی۔ اہل مدینہ کو تین مرتبہ اطاعت کی دعوت دینا، اگر نہ مانیں تو لڑنا اور کامیابی کے بعد تین دن مدینہ کو لوٹنا تین دن کے بعد ہاتھ روک لینا، علی بن حسین کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا، ان کا خط میرے پاس آچکا ہے وہ اس ہنگام سے علیحدہ ہیں۔

مسلم بن عقبہ لشکرِ شام کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مدینہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے محصور امویوں کے ساتھ سختی شروع کر دی اور انہیں قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر امویوں نے کہا کہ آپ ہمیں چھوڑ دیجیے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی مخالفت میں مسلم کی کوئی مدد نہیں کریں گے اور نہ آپ کا کوئی راز ان پر ظاہر کریں گے۔ اہل مدینہ نے عہد و پیمانے کرنا نہیں چھوڑا۔ ان لوگوں کی وادی فری میں مسلم بن عقبہ سے ملاقات ہوئی۔ مسلم نے عمرو بن عثمان بن عفان کو بلا کر مدینہ کے حالات پوچھے۔ عمرو بن عثمان نے کہا: مجھ سے وعدہ لے لیا گیا ہے، میں آپ کو کوئی بات نہیں بتا سکتا۔ مسلم نے بگڑ کر کہا: "اگر تم عثمان کے بیٹے نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن کاٹ دیتا۔ پھر مسلم نے عبد الملک بن مروان کو بلا یا۔ عبد الملک نے تمام حالات بتا کر کہا:۔

"یہاں سے چل کر مقام ذی نخل میں قیام کرو، اور وہاں کے چھوڑ کے کھاؤ، دوسرے دن صبح کو مدینہ کو بائیں جانب چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤ، پھر گھوم کر حرہ کی طرف سے مشرق کی جانب سے تم مدینہ میں داخل ہو اس طرح سورج کی تکلیف تم کو نہ پہنچے گی، بلکہ

اہل مدینہ کو پہنچگی اور جب سورج کی کرنیں تمہارے خودوں،
 زریوں اور تلواروں اور نیزوں پر پڑیں گی تو تمہارے دشمنوں
 کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔

مسلم نے عبد الملک کی رائے کو پسند کیا اور حرہ کی طرف سے مدینہ کو
 گھیر لیا۔ یزید کی ہدایت کے مطابق مسلم نے اہل مدینہ کو اطاعت کی دعوت
 اور تین دن کی مہلت دی لیکن اہل مدینہ نے یزید کی بیعت قبول کرنے
 سے انکار کر دیا۔ آخر کار شدید جنگ ہوئی۔

اہل مدینہ بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ اسلحہ سے آراستہ ہو کر میدان
 میں آئے تو اہل شام مرعوب ہو گئے اور لڑائی سے گریز کرنے لگے۔ مسلم نے
 انہیں برا بھلا کہا اور لڑائی پر اکسایا تو لڑنے لگے۔ اہل مدینہ بڑی بہادری
 کے ساتھ داد شجاعت دے رہے تھے کہ یکایک انہوں نے اپنی پشت کی
 طرف سے تکبیروں کی آوازیں سنیں۔ معلوم ہوا کہ بنی حارثہ نے اہل شام کو
 مدینہ میں داخل ہونے کا موقع دے دیا ہے یہ سن کر اہل مدینہ کے پاؤں
 اکھڑ گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس بھگڑ میں انہیں خندق کا بھی
 خیال نہ رہا۔ چنانچہ جو لوگ خندق میں گر کر جاں بحق ہوئے ان کی تعداد
 مقتولین سے زیادہ تھی۔

اس فتح کے بعد مسلم نے مدینہ کے ٹوٹنے کا حکم دیا۔ تین دن تک قتل
 و خون اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر مسلم نے اعلان کیا کہ جو شخص
 اس شرط پر یزید کی بیعت کرے کہ اسے اس کی جان اور مال میں ہر قسم کے

تصرف کا حق حاصل ہوگا اُسے چھوڑ دیا جائیگا اور جو انکار کرے گا اُسے قتل کر دیا جائیگا۔ اس اعلان پر سختی سے عمل کیا گیا اور جس نے ذرا بھی چون و چرا کی اُسے تہ تیغ کر دیا گیا۔

یزید کی ہدایت کے مطابق مسلم نے امام زین العابدین علی بن حسین کو اس قسم کی بیعت پر مجبور نہیں کیا۔ اور ان کے ساتھ عزت سے پیش آیا۔ یہ افسوسناک واقعہ جو یزید کی پیشانی کا دوسرا سیاہ داغ ہے ۶۳ھ ذی الحجہ کو پیش آیا۔ اس حادثہ میں اکابر و اشراف قریش عبداللہ بن حنظلہ، فضل بن عباس بن ربیع، عبداللہ بن مطیع وغیرہ شہید ہوئے۔ نعمان بن بشیر جب اہل مدینہ کو سبھانے کے لیے مدینہ آئے محاصرہ مکہ تو وہ یہاں سے فارغ ہو کر مکہ بھی گئے اور عبداللہ بن زبیر کو یزید کی مخالفت سے باز رہنے کی نصیحت کی مگر عبداللہ بن زبیر نے اپنے اور یزید کا موازنہ کرنے کے بعد نعمان سے پوچھا کیا ان حالات میں بھی مجھے یزید کی بیعت کا مشورہ دو گے؟ نعمان نے جواب دیا: مجھے آپ کی فضیلت کا اعتراف ہے، نہ میں آپ کو اس قسم کا مشورہ دوں گا۔ نہ آئے کبھی اس مقصد کے لیے حاضر ہوں گا۔

مدینہ کا انقلاب عبداللہ بن زبیر کی دعوت کا نتیجہ تھا اس لیے یزید کے حکم کے مطابق مدینہ کی غارتگری سے فارغ ہو کر مسلم بن عقبہ نے مکہ کی راہ لی۔ مسلم بہت بوڑھا اور پرانا مریض تھا، مقام مشعل میں ہی پہنچا تھا کہ فرشتہ موت نے اس کا راستہ روک دیا۔ مرتے وقت اس نے کہا:

”اے اللہ! تیری وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلیم کی رسالت کے اعتراف کے بعد میرا سب سے بہتر عمل جس پر مجھے نواب آخرت کی توقع ہے، اہل مدینہ کا قتل عام ہے“

مسلم نے حصین بن نمیر کو اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا، حصین بن نمیر نے ۲۶ محرم ۶۲ھ کو مکہ پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ بن زبیر نے پہلے مکہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا، سخت جنگ ہوئی، اور ان کے بھائی منذ بن زبیر شہید ہوئے۔ آخر انہوں نے مکہ میں محصور ہو کر مدافعت کا فیصلہ کیا۔ وقتاً فوقتاً دونوں لشکروں میں معرکہ آرائی ہوتی رہی مگر فتح نہ ہوا۔ آخر حصین بن نمیر نے ۳۔ ربیع الاول ۶۲ھ کو منجنيقوں سے خانہ کعبہ پر سنگباری اور آتشباری کی۔ خانہ کعبہ کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا۔ اور اس کے پرے اور لکڑیاں جل گئیں۔

یہ سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ شام سے یزید کی موت کی خبر آئی اور لڑائی ختم ہو گئی۔

فتوحات

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عقبہ بن نافع سے امیر فتوحات افریقہ معاویہ نے دوبارہ افریقہ کا والی مقرر کرنے کا وعدہ کیا تھا، مگر وہ اپنی زندگی میں اس وعدہ کو پورا نہ کر سکے۔ ۶۴ھ میں یزید

۱۰ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹۔ ۳۰ ایضاً

نے اس وعدہ کو پورا کیا۔ عقبہ فوراً قیروان پہنچے اور وہاں کے امیر ابوالمہاجر کو قید کر کے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مگر عقبہ کو ایک جگہ بیٹھنے میں لطف نہ آیا، اور انہوں نے جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ انہوں نے اپنی اولاد کو جمع کر کے کہا "میں نے اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ لہذا جب تک زندہ رہوں گا۔ کفار سے جہاد کرتا رہوں گا" پھر زہیر بن قیس بلوی کو قیروان پر اپنا قائم مقام بنا کر ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ کوچ کر دیا۔

پہلے باغایہ پہنچے وہاں رومیوں کے ایک لشکر جرار سے مقابلہ ہوا۔ سخت جنگ ہوئی۔ آخر کار مسلمان کامیاب ہوئے اور بہت کچھ مال و متاع ان کے ہاتھ آیا۔ رومی شکست کھا کر شہر میں محصور ہو بیٹھے۔ عقبہ کچھ عرصہ محاصرہ کیے رہے مگر زیادہ کھڑنا مناسب نہ سمجھا اور علاقہ زاب کا رخ کیا۔ یہ علاقہ بہت وسیع تھا اور یہاں بہت سے شہر اور قصبے آباد تھے۔ عقبہ نے زاب کے سب سے بڑے شہر اریہ پہنچ کر مقام کیا۔ اریہ میں رومیوں اور نصراہوں سے متعدد مقابلے ہوئے۔ مسلمان فتحیاب ہوئے اور دشمن کچھ قتل ہوئے کچھ پہاڑی علاقوں کی طرف نکل گئے۔

یہاں سے عقبہ قاہرت کی طرف بڑھے۔ وہاں کے رومیوں کو جب مسلمانوں کے حملہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے بربروں کو بڑی تعداد میں اپنی مدد کے لیے بلا لیا۔ اس موقع پر مسلمانوں کو بڑی تشویش پیش آئی لیکن آخر کار فائز منصور ہوئے اور بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔

قاہرت سے عقبہ، طنجہ پہنچے، یہ بکر روم کے کنائے افریقیہ کا آخری شہر تھا، یہاں کے حکمراں پولیاں نے اطاعت قبول کر لی اور مسلمانوں سے اچھی طرح پیش آیا۔ طنجہ سے عقبہ نے سوس ادنیٰ کا رخ کیا۔ یہاں پر بربروں سے مقابلہ ہوا اور انہیں بے دریغ قتل کیا۔ بربری ادھر ادھر بھاگے۔ مگر مسلمانوں نے ہر جگہ انہیں گھیرا اور قتل کیا۔

سوس ادنیٰ سے فارغ ہو کر سوس اقصیٰ کا قصد کیا۔ یہاں بے شمار بربری مقابلہ کے لیے جمع ہوئے، لیکن مسلمانوں نے انہیں شکست فاش دی اور خوب مال غنیمت حاصل کیا۔

عقبہ نے وہی فتوحات حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ جب خشکی کی حد ختم ہو گئی اور بجز ظلمات کے کنائے پہنچے تو انہوں نے کہا:۔
 اللہ میرے خدا اگر یہ بجز وفار در میان میں حائل نہ ہو جاتا تو تیرے راستہ میں جہاد کرتا ہوا اسی طرح آگے بڑھتا چلا جاتا۔

اب عقبہ بن نافع واپس لوٹے۔ ماہ الفرس ہونے ہوئے طنجہ کے عقبہ کی فتوحات کی اس قدر دھاک بیٹھ گئی تھی کہ جس مقام سے گزرتے رومی اور بربری اس مقام کو چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ عقبہ نے اس کامیابی پر نازاں ہو کر اپنی فوج کو منتشر کر دیا۔ اور ایک مختصر جمعیت کو ساتھ لے کر تھوڑا پہنچے، وہاں کے رومیوں کو دعوت اسلام دی۔ رومیوں نے اس دعوت کو رد کر دیا۔ اور قلعہ بند ہو بیٹھے۔ پھر تھوڑا کے رومیوں نے ایک ایسی چال چلی کہ عقبہ

۱۰ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲۲۔

کی تمام فتوحات پر پانی پھر گیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ کسیلہ بن مکرم ایک بااثر بربری سردار تھا۔ یہ ابوالمہاجر کے زمانہ حکومت میں مسلمان ہو گیا تھا اور وہ اس سے عزت و محنت کا برتاؤ برتتے تھے۔ کسیلہ نے بھی اپنے طرز عمل سے خود کو اس برتاؤ کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔

جب عقبہ بن نافع والی ہو کر آئے تو ابوالمہاجر نے ان سے کسیلہ کی سفارش کی، اور اس کے مرتبہ کا لحاظ رکھنے کا مشورہ دیا۔ عقبہ نے کسیلہ کو ابوالمہاجر کا آدمی سمجھ کر اچھا برتاؤ نہ کیا۔ اور ایک مرتبہ اسے جانور ذبح کرنے پر مجبور کیا۔ کسیلہ کو یہ توہین بہت ناگوار گزری اور وہ قہر ہو گیا اور عقبہ سے انتقام لینے کے لیے موقع کی تانک میں رہا۔ مگر بظاہر اس نے اس طرز عمل میں فرق نہ آنے دیا۔

تہودا کے رومیوں کو اس کے ارادہ کی خبر تھی۔ عقبہ تہودا کے قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ تہودا کے رومیوں نے کسیلہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر عقبہ سے انتقام لینا چاہتے ہو تو فوراً اپنی جماعت کو لے کر چلے آؤ۔ عقبہ کے پاس اس وقت مٹھی بھر آدمی ہیں انہیں شکست دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔ پھر ہم بھی تمہاری مدد کے لیے موجود ہیں۔

کسیلہ نے ایک لشکر چار فرام کر کے پیچھے مسلمانوں کو اگھیرا۔ یہ دو طرف سے گھیرے ہوئے مٹھی بھر مسلمان بڑی بہادری کے ساتھ لڑے اور آخر ایک ایک کر کے شہید ہوئے۔

مقابلے سے پہلے عقبہ بن نافع نے ابوالمہاجر کو آزاد کر دیا، اور کہا کہ آپ لوٹ جائیں اور مسلمانوں کی دیکھ بھال کریں۔ مگر انہوں نے میدان سے واپس ہونا پسند نہ کیا اور عقبہ کے پہلو بہ پہلو لڑ کر جان دی۔
 تھوڑا کی اس شکست نے افریقیہ میں مسلمانوں کے اقتدار کی جڑیں اکھاڑ دیں۔ زہیر بن قیس بلوی نے قیروان میں مسلمانوں کو منظم ہو کر لڑنے کے لیے ابھارا مگر مسلمان کچھ ایسے شکستہ دل ہو چکے تھے کہ کوئی تیار نہ ہوا۔
 آخر زہیر قیروان چھوڑ کر برقہ چلے گئے۔ اور کسیلہ نے قیروان پر قبضہ کر لیا۔ کسیلہ کا یہ قبضہ ۶۹ھ تک رہا۔

۷۱ھ میں یزید نے مسلم بن زیاد کو خراسان و
فتوحاتِ خراسان | سجستان کا والی مقرر کیا اور عبید اللہ بن زیاد
 کو لکھا کہ چھ ہزار منتخب سوار اپنے بھائی مسلم کے حوالہ کر دے۔ مسلم نے اس
 جمعیت کو لے کر جس میں عمران بن فضیل، مہلب بن ابی صفرہ، طلحہ
 بن عبید اللہ وغیرہ شامل تھے دریائے جیون کو پار کیا۔

خوارزم کے قریب خراسان اور ترکستان کے سرداروں نے ایک
 شہر کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔ موسم سرما میں جب مسلمان حکام مردہ شاہجہاں
 چلے جاتے تو یہ سردار جمع ہو کر آپس میں مشورے کرتے اور مسلمانوں کے
 مقابلہ کی تدبیریں سوچتے۔ مسلم سے اجازت لے کر مہلب بن ابی صفرہ نے
 اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے سرداروں نے پانچ کروڑ کی قیمت کا
 سامان دے کر مہلب سے صلح کر لی۔ اس کے بعد مسلم نے سمرقند اور خجند

پرفوج کشی کی۔

فتوحاتِ سجستان | مسلم بن زیاد نے اپنے بھائی یزید بن زیاد کو سجستان کا

والی مقرر کر دیا تھا۔ مگر اہل کابل نے بغاوت کی اور ابو عبیدہ بن زیاد کو قید کر لیا۔ یزید بن زیاد ایک فوج لے کر مقابلہ کے لیے گیا مگر شکست کھائی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ مسلم کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے طلحہ بن عبد اللہ خزاعی کو بھیجا۔ طلحہ نے پانچ لاکھ درہم فدیہ لے کر ابو عبیدہ کو رہا کر لیا۔

اس کے بعد طلحہ سجستان کے حاکم مقرر ہوئے۔ کامیابی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد انتقال ہو گیا۔

مرگِ یزید | ۱۴۔ ربیع الاول ۶۴ھ (مطابق ۱۰۔ نومبر ۶۸۳ء) کو یزید کی صبح زندگی کی شام ہوئی۔ موت کے وقت اس کی عمر اڑتیس سال تھی۔ تین سال آٹھ مہینے چودہ دن برس حکومت رہا۔

اولادِ یزید | یزید کا نکاح ام ہانم بنت عتبہ بن ربیعہ سے ہوا اس کے لطن سے دو لڑکے معاویہ اور خالد پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح ام کلثوم بنت عبد اللہ بن عامر سے ہوا اس کے لطن سے ایک لڑکا عبد اللہ پیدا ہوا۔ ان کے علاوہ اجمہات اولاد سے یزید کے یہ بیٹے ہوئے عبد اللہ اصغر، عمر، ابو بکر، عتبہ، حرب اور عبد الرحمن۔

معاویہ ثانی

۶۲ھ

یزید کی موت کے بعد دمشق میں ربیع الاول ۶۲ھ میں اس کا بیٹا معاویہ بن یزید تخت نشین ہوا۔

معاویہ اکیس سال کا نوجوان صالح تھا، یزید کے زمانہ میں جو اموی مسند حکومت خون اہل بیت سے داغدار ہو چکی تھی وہ اس پر متمکن ہونا پسند نہ کرتا تھا، پھر وہ کچھ بیمار بھی تھا۔ بیعت کے چالیس دن بعد وہ خلافت سے دست بردار ہو گیا۔ اور مجمع عام میں یہ تقریر کی :-
 ”میں خلافت کا بار اٹھانے کی طاقت نہیں پاتا۔ میں نے چاہا کہ حضرت ابو بکرؓ کی طرح حضرت عمرؓ جیسا کوئی شخص اپنا جانشین بنا دوں مگر ایسا کوئی مجھے نہ ملا۔ پھر میں نے چاہا کہ حضرت عمرؓ کی طرح چند اہل شوریٰ کو نامزد کر دوں مگر اس کے لیے بھی موزوں اشخاص مجھے نہ مل سکے۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جسے مناسب سمجھو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔“

اس تقریر کے بعد معاویہ خانہ نشین ہو گیا اور بیعت سے تین مہینے بعد انتقال کر گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ کسے زہر دیا گیا تھا یہ

قروان بن حکم

۶۴ تا ۶۵ھ

عبداللہ بن زبیر

۶۴ تا ۶۵ھ

حصین بن نمیر مکہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا کہ دمشق سے یزید کی موت کی خبر آئی۔ یہ خبر پہلے عبداللہ بن زبیر کو معلوم ہوئی، انہوں نے اعلان کر دیا:

”اے اہل شام کیوں لڑ رہے ہو، تمہارا سردار تو مر گیا۔“

اہل شام کو ابن زبیر کی بات کا یقین نہ آیا۔ مگر جب خود ان کے خبر رساں نے انہیں خبر پہنچائی تو حصین بن نمیر نے محاصرہ اٹھا لیا۔ حصین بن نمیر نے ابن زبیر کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آج کسی تنہائی میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مقام الحج میں ملاقات ہوئی تو حصین نے کہا۔

”اب آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار کوئی نہیں ہے اور

میرے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں

آپ ہمارے ساتھ شام چلیں۔ میرے ہمراہی شام کے

شرفاء و معززین ہیں۔ ان کی حمایت کے بعد کسی کو آپ

سے اختلاف کی ہمت نہ ہوگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ اپنے

دشمنوں کو امن عام دیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان

جو خونریزی ہو چکی ہے اسے معاف کریں۔“

عبداللہ بن زبیر نے جواب دیا:-

”اہل حرم کے خونوں کو معاف کرنا ناممکن ہے، واللہ میں ایک ایک
حجازی کے قصاص میں دس دس شامیوں کو قتل کر کے بھی
زمانہ نونگا۔“

حصین بن نمیر نے کہا:-

”میں تو آپ کو مدبر آدمی سمجھتا تھا، مگر میرا خیال غلط نکلا۔
میں آپ سے آہستہ آہستہ گفتگو کر رہا ہوں، اور آپ چیخ کر
جواب دیتے ہیں۔ میں آپ کو خلافت کی پیشکش کرتا ہوں
اور آپ قتل و ہلاکت کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔“

یہ کہہ کر حصین بن نمیر اپنے لشکر میں چلا گیا اور مدینہ کے راستہ شام
روانہ ہو گیا۔ بعد میں عبداللہ بن زبیر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ آپ نے
راستہ میں حصین بن نمیر کو پیغام بھیجا:-

”میرا شام جانا تو ممکن نہیں ہے، البتہ اگر تم لوگ ہمیں سیر
ہاتھ پر مجت کر لو تو میں تمہیں امن دینے کے لیے تیار ہوں

مگر حصین بن نمیر نے جواب دیا

”آپ کے شام تشریف لے جائے بغیر کام نہ چلیگا۔“

یزید کے انتقال کے بعد حجاز میں عبداللہ بن زبیر کی باقاعدہ حکومت

قائم ہو گئی۔ انہوں نے اپنے بھائی عبید اللہ بن زبیر کو مدینہ کا والی مقرر
کیا۔ عبید اللہ نے بنی امیہ کے تمام افراد کو جن میں مروان بن حکم اور اس کا

بیٹا عبدالملک بھی تھا۔ مدینہ سے نکلوا دیا، یہ لوگ شام چلے گئے۔

مصر میں عبداللہ بن زبیر کی خلافت تسلیم کر لی گئی۔ عبدالرحمن بن محمد فہری مصر کے والی مقرر ہوئے۔ البتہ عراق و شام کے واقعات ذرا تفصیل طلب ہیں۔

عراق | بصرہ میں ابن زیاد کو جب یزید کے انتقال کی خبر پہنچی تو اس نے عام جلسہ میں یہ تقریر کی۔

”اے اہل بصرہ! میں ہمیں پیدا ہوا اور ہمیں پلا بڑھا، اور ہمیں کا والی مقرر ہوا۔ جب یہاں کی ولایت پر میرا تقرر ہوا تو فوجی دفتر میں تمہارے ستر ہزار جوانوں کے نام درج تھے، لیکن آج ایک لاکھ جوانوں کے نام درج ہیں، اسی طرح انتظامی عہدوں پر تمہارے نوے ہزار آدمی مقرر تھے لیکن آج یہ تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار تک پہنچ گئی ہے، تمہارے سب دشمنوں کو میں نے قید خانوں میں بند کر دیا، اب کوئی ایسا نہیں جس سے تمہیں کھٹکا ہو۔“

یزید کا انتقال ہو گیا ہے اور شام میں تخت نشینی کے متعلق جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ تم قوت و طاقت اور دولت و ثروت کے لحاظ سے دوسرے ملک کے لوگوں سے ممتاز ہو۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی کو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔ جسے تم انتخاب کر لو گے میں بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔

اہل شام نے کسی موزوں آدمی کو انتخاب کیا تو تمہیں اختیار ہوگا کہ تم بھی اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لو یا اپنی خلافت بھانگنا قائم رکھو، تمہیں دوسرے ملکوں کی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہی تمہارے محتاج ہیں۔“

حاضرین نے کہا۔ آپ کی تجویز معقول ہے۔ ہم آپ سے زیادہ کسی کو اس منصب کا اہل نہیں پاتے۔ ہاتھ بڑھا بیٹے کہ بیعت کریں۔ ابن زیاد نے تین مرتبہ انکار کیا۔ لیکن جب ان کا اصرار بڑھا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنی خلافت کی بیعت لے لی۔ مگر اہل عراق کی فطرت بدل نہیں سکتی تھی۔ ادھر وہ بیعت کر کے نکلے اور ادھر انہوں نے دیواروں سے ہاتھ مل مل کہنا شروع کیا:-

”کیا ابن مرجانہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم راج کے دہلے بھی اور نراج کے زمانے میں بھی اس کی اطاعت کریں گے“

اہل بصرہ نے بیعت لینے کے بعد ابن زیاد نے قاصد کو فہ بھیجا اس نے وہاں جا کر کہا۔ ”اہل بصرہ نے ابن زیاد کے ہاتھوں پر بیعت کر لی ہے تم بھی اس بیعت میں شامل ہو جاؤ۔“ مگر انہوں نے کہا۔ ”خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ابن سمیت سے چھٹکارا ملا۔ اب ہم ہرگز اس کی بیعت نہ کریں گے۔“ پھر انہوں نے ابن زیاد کے قاصدوں کی سنگریزوں سے نواضع کی۔

اہل بصرہ کو جب اہل کوفہ کا حال معلوم ہوا تو انہیں بھی جرأت ہوئی اور انہوں نے بھی کھلم کھلا ابن زیاد کی بیعت سے انکار کرنا شروع

کر دیا۔ ابن زیاد جس بات کو کہتا اُس کی مخالفت کی جاتی اور جو حکم دیتا اس کی تعمیل سے انکار کر دیا جاتا۔ اسی دوران میں ایک شخص مسلمہ بن ذویب تمیمی نے عبداللہ بن زبیر کی دعوت دینی شروع کر دی لوگ دھڑا دھڑان کی بیعت کرنے لگے۔

ابن زیاد نے حالات کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی، مگر بات اس کے قابض سے باہر ہو چکی تھی۔ اب بصرہ میں کٹھننا اُس کے لیے خطرناک گھنٹا چنانچہ منہ پر نقاب ڈال کر راتوں رات نکل بھاگا اور بنی ازد کے سردار مسعود بن عمر کو ایک لاکھ رشتوت دے کر چند روز اس کے یہاں قیام کیا، پھر وہاں سے شام چلا گیا۔ ابن زیاد کے بصرہ چھوڑنے کے بعد اہل بصرہ نے عارضی طور پر عبداللہ بن حارث عرف "بیسہ" کو اپنا والی منتخب کیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو خلیفہ تسلیم کیا۔

اہل کوفہ نے بھی ابن زیاد کے مقرر کردہ والی کو نکال کر عامر بن مسعود کو عارضی طور پر والی مقرر کیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو قبول بیعت کی اطلاع دی۔

عبداللہ بن زبیر نے ان دونوں شہروں میں اپنی طرف سے والی مقرر کر کے بھیج دیے۔

شام | ملک شام کا سیاسی مطلع نہایت غبار آلود تھا۔ شام میں بنو امیہ کی طاقت کا دار و مدار دو بڑے قبیلوں بنو کلب اور بنو قیس پر تھا۔ بنو کلب میں یزید بن معاویہ کی تنہیال تھی، وہ اپنے تعلقات کی وجہ

سے خلافت کو بنو امیہ میں دیکھنا چاہتے تھے، مگر بنو قیس، عبداللہ بن زبیر کے حامی ہو گئے تھے، پھر بنو کلب اور ان کے ہم خیال بھی متفق الرائے نہ تھے، کچھ خالد بن ولید کے حق میں تھے۔ کچھ مروان بن حکم کو پسند کرتے تھے اور کچھ عمر بن سعید بن عاص کا نام لیتے تھے۔

ضحاک بن قیس والی دمشق جو بنو قیس کے سردار تھے، عبداللہ بن زبیر کی دعوت سے رہے تھے۔ نعمان بن بشیر امیر حمص اور زفر بن حارث امیر فلسطین ان کے مددگار تھے۔ حسان بن مالک کلبی والی فلسطین جو بنو کلب کا سردار تھا، بنو امیہ کا سرگرم حامی تھا۔

یہ حالات تھے جس وقت مروان بن حکم مدینہ منورہ سے شام پہنچا۔ شام کی جو بنو امیہ کا مرکز حکومت تھا۔ یہ حالت دیکھ کر مروان بن حکم کا یہ ارادہ ہوا کہ عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔ مگر اسی زمانہ میں عبید اللہ بن زیاد عراق سے شام پہنچ گیا۔ اُس نے مروان بن حکم سے کہا آپ قوم کے سردار ہیں آپ کو تمہیں نہیں ہارنی چاہیے۔

مروان بن حکم نے کہا۔ اگر تمہاری یہی رائے ہے تو ابھی وقت باقی ہے، چنانچہ مروان دمشق پہنچا اور اس نے بنی امیہ کے اقتدار کی گرتی ہوئی دیوار کو روکنے کی جدوجہد شروع کر دی۔

ادھر حسان بن مالک نے جو بنی امیہ کی دعوت

جامع دمشق میں ہنگامہ کے سلسلہ میں اردن آیا ہوا تھا، ضحاک بن قیس والی دمشق کے پاس ایک خط بھیجا جس میں بنی امیہ کی خوبیاں،

ان کے احسانات اور ان کے حقوق بیان کیے گئے تھے۔ اور ابن زبیر کی مذمت کی گئی تھی، اور انہیں باغی قرار دیا گیا تھا۔ اور ضحاک سے درخواست کی گئی کہ وہ اس خط کو جبہ کی نماز کے بعد جامع دمشق میں پڑھ کر سنا دیں ضحاک نے خط کو سنانے سے انکار کیا تو قاصد نے حسان کی ہدایت کے مطابق خود منبر پر چڑھ کر یہ خط جمع عام میں سنایا۔

اس پر جامع دمشق میں سخت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ابن زبیر اور بنی امیہ کے حامی آپس میں دست و گریبان ہو گئے۔ خالد بن زبیر کی مداخلت سے ہنگامہ رفع ہوا۔

ضحاک بن قیس نے بنی امیہ کے چند آدمیوں کو جو اس ہنگامہ میں پیش پیش تھے گرفتار کر لیا، مگر ان لوگوں کے عزیز و قریب زبردستی ان کو چھڑا کر لے گئے۔

ضحاک بن قیس اس ہنگامہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ معاملہ اگر گفت و شنید کے ذریعے حل ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔

ضحاک نے اپنے اس خیال سے دمشق کے سرداران بنی امیہ کو آگاہ کیا، چنانچہ یہ طے پایا کہ مقام جاہلیہ میں ایک کانفرنس منعقد کی جائے اور وہاں گفت و شنید کے ذریعے اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔

ضحاک بن قیس دمشق سے جاہلیہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے مگر ان کے بعض مشیروں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہاں جانا بیکار ہے۔ آپ کو ابن زبیر

کی حمایت کے لیے میدان میں آنا چاہیے۔ ضحاک نے جاہلیہ کا ارادہ فسخ کر دیا اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر مرج راہط میں مقیم ہو گئے۔

مؤتمر جاہلیہ و مروان کا انتخاب | مؤتمر جاہلیہ میں حامیان ابن زبیر نے نو شرکت نہ کی مگر بنی امیہ کے تمام

بھی خواہ اور مددگار وہاں جمع ہوئے اور انہوں نے ایک مرکز پر جمع ہونے میں اس زریں موقع سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کی۔

چالیس روز تک یہ عظیم الشان مؤتمر جاری رہی، اور گرما گرم تقریریں ہوتی رہیں۔ مالک بن ہبیرہ سکونی نے کہا: "خالد بن یزید سے ہماری رشتہ داری کے تعلقات ہیں، اس کے باپ نے ہمارے ساتھ جو احسانات کیے ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ خود خالد بھی ہمارے اعزاز و اکرام میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیگا، ہم اسی کی بیعت کریں گے۔"

حصین بن نمیر نے کہا۔ یہ کیا مناسب ہے، کہ ہمارے مخالف ہمارے سامنے ایک بوڑھے شخص کو پیش کریں اور ہم ایک بچہ کی طرف دعوت دیں بہتر یہ ہے کہ مروان بن حکم کی بیعت کی جائے۔

آخر ریح بن زبناح جذامی نے ایک فیصلہ کن تجویز پیش کرتے ہوئے کہا: "مروان بن حکم کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ اس کے بعد علی المرتضیٰ خالد بن یزید اور عمرو بن سعید بن عاص کو خلیفہ نامزد کیا جائے۔"

یہ تجویز ایسی تھی کہ تمام مختلف انخیاال عناصر کے لیے اطمینان بخش ہو سکتی تھی، چنانچہ ۳۰ ذی قعدہ ۶۶ھ کو تمام بنو امیہ اور ان کے حامیوں

نے مروان بن حکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد مروان بن حکم اپنے حامیوں کے
جنگ مرج راہط | ساتھ لے کر مرج راہط کی طرف بڑھا، جہاں ابن زبیر

کے داعی ضحاک بن قیس مقیم تھے۔

ضحاک نے تمص میں نعمان بن بشیر اور قنسرین بن زفر بن حارث کو لکھ کر

حاصل کر لی۔ دونوں جماعتوں میں ہولناک لڑائی ہوئی۔ یہ لڑائی بیس روز تک

جاری رہی آخر ابن زبیر کے حامیوں کو شکست ہوئی ضحاک قیس اور بنو قیس کے

دوسرے بڑے بڑے سردار میدان جنگ میں کام آئے۔ یہ واقعہ محرم ۴۵ھ کا ہے

اس جنگ نے شام کا میدان مروان بن حکم کے لیے صاف کر دیا

عبداللہ بن زبیر کے بچے کھچے حامیوں کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ نعمان

بن بشیر والی حمص نے فرار ہونے کا ارادہ کیا مگر گرفتار ہوئے اور قتل

کئے۔ زفر بن حارث والی قنسرین قرقیبا کی طرف نکل بھاگے۔

مرج راہط کی فتح کے بعد مروان نے شاہ

مروان کا مصر پر قبضہ | میں اپنے والی مقرر کیے اور انتظامات درست

کر کے مصر کا رخ کیا۔

مصر پر عبداللہ بن زبیر کی طرف سے عبدالرحمن بن حجدم والی

انہیں مروان کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ مقابلہ کے لیے نکلے۔ مگر مروان بن

نے عمرو بن سعید کو کچھ فوج لے کر دوسری طرف سے مصر میں داخل کر

ابن حجدم نے مقابلہ فضول سمجھ کر ہتھیار ڈال دیے اور مصر بلا مقابلہ مروان

کے قبضہ میں آگیا۔

وفات مروان | مروان لطف حکومت سے لذت اندوز ہونے کے لیے زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہا۔ رمضان المبارک ۶۵ھ میں یکایک اس کا انتقال ہو گیا۔

انتقال سے پہلے اُس نے خالد بن یزید اور عمر بن سعید کو ولیعهدی سے خارج کر کے اپنے دونوں بیٹوں عبد الملک اور عبد العزیز کو یکے بعد دیگرے ولیعهد قرار دیا تھا۔ اور خالد کو لوگوں کی نظروں سے گرانے کے لیے اس نے خالد کی ماں سے نکاح بھی کر لیا تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ خالد بن یزید کو ولیعهدی سے علیحدہ کرنے کے بعد ایک دن بھرے دربار میں مروان نے اس کی توہین کی تھی، خالد نے اس کا ذکر اپنی ماں سے کیا۔ ماں نے مروان کو سوتے ہوئے گلا گھونٹ کر مار دیا۔

تاریخ مروان | مروان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ مروان بن حکم بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس۔ ماں کا نام آمنہ بنت علی بن صفوان تھا۔ مروان ۶۵ھ میں پیدا ہوا۔ مروان کے والد حکم نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا۔ مگر درپردہ مسلمانوں کی جاسوسی کرتا رہا۔ چنانچہ رسول اکرم صلعم نے اُسے طائف جلا وطن کر دیا۔

حکم عہد نبوی اور عہد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں طائف ہی میں رہا۔

لے ابن اثیر ج ۲ ص ۷۵۔

مگر حضرت عثمان کا وہ حقیقی چچا تھا۔ آپ نے رسول اللہ صلعم سے اس کی واپسی کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ اس لیے اپنے زمانہ میں آپ نے مدینہ بلا لیا۔

حضرت عثمان نے مروان کو اپنا کاتب (سکرٹری) مقرر کیا تھا اور آپ کی ہر بھی اُسی کی تحویل میں رہتی تھی۔ مصری شورش پسندوں کے قتل کا حکم لکھ کر اُسی نے حضرت عثمان کی ہر اس پر ثبت کر دی تھی جس کے نتیجہ میں حضرت عثمان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت معاویہ کے زمانہ میں وہ کئی مرتبہ مدینہ کا والی مقرر ہوا۔ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ اس کے پیچھے نمازیں ادا کرتے تھے، اور کبھی اعادہ نہ کرتے تھے۔ سب سے پہلے بنی امیہ میں اُسی نے عید کی نماز میں خطبہ کو مقدم کیا۔

یزید کے مرنے کے بعد، جب وہ مدینہ سے نکل کر شام پہنچا تو عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار تھا، مگر عبید اللہ بن زیاد نے اُسے روک دیا۔ اور حصول خلافت کی کوشش کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اُس نے کوشش کی اور کامیاب ہوا۔ اس کا دائرہ حکومت شام و مصر تک محدود رہا۔

عبدالملک بن مروان عبداللہ بن زبیر

۶۳۶-۶۳۷ھ

۶۵-۸۶ھ

عبدالملک بن مروان بن حکم ۲۶ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوا۔ عبدالملک کی نشوونما مدینہ ہی میں ہوئی۔ اس لیے اس کو فضلاً مدینہ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا پورا موقع ملا۔ اور اپنے زمانہ کے اساطین علم میں اس کا شمار ہوا۔

شعبی کہتے ہیں، کہ میں نے جس کسی سے بھی گفتگو کی اپنے آپ کو اس سے برتر پایا۔ بجز عبدالملک کے کہ اس سے جب کسی حدیث یا شعر پر گفتگو ہوئی تو اس نے میرے علم میں اضافہ کیا۔

ابوالزبیر کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں فقہائے مدینہ چار شخص شمار ہوتے تھے۔ سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قیس بن ذویب اور عبدالملک بن مروان۔

علم و فضل کے ساتھ ساتھ، فہم و تدبیر اور عزیمت و شجاعت کی دولت کے بھی مال مال تھا جس زمانہ میں تاج شاہی سر پر رکھا گیا عالم اسلامی میں سخت اضطراب پھیلا ہوا تھا۔ ایک طرف عبداللہ بن زبیر جیسی بااثر شخصیت مقابلہ پر تھی دوسری طرف شیعوں و خوارج کی اندوہنی

لے ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹۹۔

شورشیں تھیں۔ عبدالملک اپنے فہم و تدبیر اور مستقل مزاجی و سخت گیری سے تمام مخالفت طاقتوں پر غالب آیا اور بنی امیہ کی حکومت کی بنیادوں کو جو یزید کی موت کے بعد اکھڑ چکی تھیں از سر نو قائم کر دیا۔ اسی لیے عبدالملک کو حکومت بنی امیہ کا بانی ثانی کہا جاتا ہے۔

توابین کا خروج | مروان نے اپنی موت سے پہلے عبید اللہ بن زیاد کو جزیرہ پر لشکر کشی اور قرقیسا میں زفرین حارث کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا، اور گسے ہدایت کی تھی کہ یہاں سے فارس ہو کر عراق کی طرف بڑھے مروان نے عبید اللہ سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ جس قدر علاقہ وہ فتح کریگا، اسی کی حکومت میں سے دیا جائیگا۔ ان زیاد ابھی جزیرہ ہی میں تھا کہ مروان کی موت کی خبر پہنچی۔ اسی کے ساتھ اسے عبدالملک کا فرمان ملا کہ گسے مروان نے جس کام پر متعین کیا تھا اسے جاری رکھے۔ چنانچہ عبید اللہ بن زیاد جزیرہ و قرقیسا کی مہمات سے فارس ہو کر عراق کی طرف بڑھا۔ عین الوردہ میں اس کا گروہ "توابین" سے مقابلہ ہوا۔

توابین کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ حضرت امام حسین کی حسرتناک شہادت کے بعد کچھ اہل کوفہ کو حضرت امام کے ساتھ اپنی بیوفائی اور بد عہدی پر سخت مذمت ہوئی اور انہوں نے طے کیا کہ اس گناہِ عظیم کا کفارہ یہی ہو سکتا ہے کہ قاتلین حسین کو قتل کیا جائے، یا اس کوشش میں اپنی جانوں کو قربان کر دیا جائے۔ ان لوگوں نے اپنے آپ کو منظم کیا اور سلیمان بن مردخزاعی مشہور محب اہل بیت کو اپنی تحریک کا رہنما قرار دیا۔

عبداللہ بن یزید انصاری والی کوفہ کو جب اس تحریک کا علم ہوا تو انہوں نے تو ابین سے تعرض نہ کیا، بلکہ ان کی ہمت افزائی کی اور کہا۔ اگر تم قاتل حسین (ابن زیاد) کے مقابلہ کے لیے نکلو گے تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ حکومت کا ایسا پانچ لوگوں نے کھلم کھلا خون حسینؑ کے انتقام کی دعوت دینی شروع کر دی، اور دھڑا دھڑا ہتھیار خریدے جانے لگے۔

ربیع الآخر ۶۷ھ کا چاند دیکھ کر پانچ ہزار تو ابین کوفہ سے نکل کر میدان نخیلہ میں جمع ہوئے۔ سلیمان بن مرد نے ایک پر جوش تقریر میں کہا:

”لوگو! جس شخص کو اللہ کی رضا اور روز قیامت کی بہتری مطلوب ہو تو وہ ہمارے ساتھ چلے جسے دنیا درکار ہو وہ ہمارا ساتھ چھوڑ دے۔“

ہر طرف سے آوازیں آئیں ”ہمارا مقصد صرف اپنے گناہ کی توبہ اور خون حسین کا انتقام ہے، اور کچھ نہیں۔“

عبداللہ بن سعد بن نفیل نے کہا: ”بھائیو قاتلین حسین کی اکثریت تو کوفہ میں موجود ہے انہیں چھوڑ کر کسی اور طرف جانے کے کیا معنی؟ لوگوں نے کہا بات تو ٹھیک ہے۔ مگر سلیمان بن مرد نے جواب دیا: قاتلین حسینؑ کا سرگروہ عبید اللہ بن زیاد ہے، پہلے گئے کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے۔ اہل کوفہ سے بعد میں منٹ لینگے۔“

الحاصل یہ لوگ نخیلہ سے شام کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ پہلے میدان کربلا میں حضرت امام کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے، وہاں خوب گریہ

بکا کی اور دعا مانگی :-

اللہ حسینؑ شہید پر رحمت نازل فرما، ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم اس کے دین اور اس کے طریقہ پر ہیں، اس کے قاتلین کے دشمن اور اس کے مجبین کے دوست ہیں۔ اللہ ہم نے جگر گوشہ رسول سے بیوفائی کی، تو ہمارے اس گناہ کو معاف کر دے اور ہماری توبہ قبول فرما۔

کربلا سے رخصت ہو کر یہ لوگ قرقیسا پہنچے، وہاں زفر بن حارث کی مدد حاصل کر کے عین الوردہ کی طرف بڑھے۔ یہاں ابن زیاد کے ایک افسر شمر جبیل بن کلاع سے مقابلہ ہوا۔ تو ابین نے شمر جبیل کے لشکر کو شکست دی۔ ابن زیاد نے پھر حصین بن نمیر کو دوسرا لشکر دے کر بھیجا۔ تو ابین نے اُسے بھی شکست دی، تو ابین بڑی بے ہنگامی کے ساتھ لڑتے اور اپنے دشمنوں کو شکست دیتے رہے۔ مگر ابن زیاد ان کے مقابلہ کے لیے تازہ دم فوجیں بھیجتا رہا۔ آخر سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھی قتل ہوئے اور جو باقی بچے وہ کوفہ واپس چلے گئے۔

خرن مختار ثقفی اس زمانہ کی بد نظمی و ظوائف الملوک کو دیکھ کر ایک چالاک اور بلند ہمت شخص مختار بن عبید ثقفی کے سر میں بھی حکومت

کا سودا سما یا۔ شہادت امام حسینؑ کے زمانہ میں ابن زیاد نے مختار کو قید کر دیا تھا، مگر عبد اللہ بن عمر کی سفارش پر بعد میں اُسے رہا کر دیا۔ مگر کوفہ میں رہنے کی اسے ممانعت کر دی۔ مختار کوفہ سے نکل کر حجاز چلا گیا اور مکہ معظمہ پہنچ کر

عبداللہ بن زبیر کی مجلس میں آمد و رفت شروع کر دی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عبداللہ بن زبیر خفیہ طور پر اپنی بیعت لے رہے تھے۔ مختار نے ابن زبیر سے کہا میں آپ کی بیعت اس شرط پر کرتا ہوں کہ آپ کوئی کام میرے مشورے کے بغیر انجام نہ دیں اور جب کامیاب ہو جاؤں تو مجھے کوئی اہم ترین خدمت سپرد فرمائیں ابن زبیر نے کسی قدر تامل کے بعد اس کی یہ شرط قبول کر لی۔

مختار ابن زبیر کے پاس رہا اور حصین بن زبیر کی مکہ معظمہ کی لشکر کشی کے زمانہ میں ان کی طرف سے کارہائے نمایاں انجام دیے جب یزید بن معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اہل حجاز و عراق نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی تو وہ ان کے پاس پارچہ جینے اور مقیم رہا، مگر وہ ابن زبیر کی طرف سے بد دل ہو گیا کیونکہ ابن زبیر سے لے جو توقعات تھیں وہ پوری ہوتی نظر نہ آئیں۔

عراق کا ملک ہمیشہ سے شورش و ہنگامہ کا آماجگاہ رہا۔ کسی انقلابی تحریک کے لیے اس سے موزوں ترکوئی اور علاقہ نہ تھا، لہذا مختار کی نگاہیں اسی طرف اٹھیں، اور ہر گز جلتے سے وہاں کے حالات کی کھود کرید کرتا رہا۔

ایک مرتبہ ہانی بن حجاج الوداعی ابن زبیر کے پاس آیا تو حسب معمول مختار بھی اس سے ملا اور کوفہ کے حالات پوچھے، ہانی نے کہا۔ اہل کوفہ ابن زبیر کی اطاعت پر ثابت قدم ہیں مگر وہاں ایک بڑی جماعت ایسی بھی

ہو کہ کوئی انہیں ایک نظام میں منسلک کرے تو ساری دنیا کو اپنے جھنڈے
تے لاسکتا ہے۔“

مختار نے کہا ”وائسٹ میں انہیں حق پر جمع کرونگا“ اور انہیں لے کر
حامیان باطل سے مقابلہ کرونگا، اور ہر ظالم اور دشمن حق کو ہٹاک کر دوں گا۔
اب مختار نے کوفہ کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ کوفہ پہنچا تو وہاں
”تحریک تو ابین“ کا زور تھا۔ اور انتقام حسینؑ کی آوازیں دلوں کو
گرا رہی تھیں۔ مختار نے بھی یہی نعرہ بلند کیا۔ مگر وہ سلیمان بن صرد کی ہمنوائی
کو اپنے مقصد کے خلاف سمجھتا تھا۔ اس لیے اس نے اپنی گروہ بندی
علیہ کرنی شروع کر دی۔

اس نے شیعیان علی سے کہا ”سلیمان نا تجربہ کار آدمی ہے وہ جنگ
کے ڈھنگ سے واقف نہیں، وہ چاہتا ہے کہ خود بھی قتل ہو اور تمہیں بھی
قتل کرائے ہیں ایک طے شدہ اسکیم کے مطابق کام کرنا چاہتا ہوں مجھے
حمادی ابن وصی محمد بن حنفیہ نے اپنا وزیر اور تمہارا امیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ
تمہاری مدد سے ملحدوں کو قتل کروں اور اہل بیت کے خون کا انتقام
لوں لے

مختار نے اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ جہاں موقعہ دیکھا اپنے آپ کو نبی کی
حیثیت سے بھی پیش کیا اور کہا کہ جبریل اس کے پاس وحی لے کر آتے ہیں
اور اسے غیب کی خبریں بتاتے ہیں۔

۱۔ ابن اثیر ج ۲ ص ۶۷۷ مروج الذهب مسعودی برعاشیہ ابن اثیر ج ۶ ص ۱۵۶

چنانچہ سلیمان بن سرد کی جماعت سے علیحدہ مختار ثقفی کی ایک جدا پارٹی بن گئی۔
 سلیمان بن سرد کی روانگی کے بعد بعض لوگوں نے عبداللہ بن یزید
 حظمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا کہ مختار بہت خطرناک آدمی ہے اس
 کے ارادے اچھے نہیں معلوم ہوتے، چنانچہ عبداللہ بن یزید نے مختار کو گرفتار
 کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔

مختار کچھ عرصہ قید خانہ میں رہا، مگر اس نے پھر حضرت عبداللہ
 بن عمر سے سفارشی خط لکھوا کر اس وعدہ پر رہائی حاصل کر لی۔ کہ وہ
 حکومت کے خلاف بغاوت نہ کریگا۔ اور اگر وہ بد عہدی کرے تو اس
 کے سب غلام اور باندیاں آزاد ہو جائیںگی اور خانہ کعبہ پہنچ کر ایک ہزار
 اونٹنیاں قربان کرنا پڑیںگی۔

مختار رہا ہونے ہی پھر اپنے کام میں لگ گیا، اور
مختار کا کوفہ پر قبضہ اس نے زور شور کے ساتھ حکومت کے خلاف
 بغاوت کی تحریک شروع کر دی۔ اور اس کے حامیوں کی تعداد روز
 بروز بڑھتی چلی گئی۔ مختار کی تحریک کو امام محمد بن حنفیہ کی تائید سے بہت
 فائدہ پہنچا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ کوفہ کے بعض شیعیاں علی نے
 مشورہ کیا کہ مختار نے یہ تحریک محمد بن حنفیہ کے نام پر شروع کر رکھی ہے۔
 ہمیں خود امام صاحب کے پاس جا کر اس معاملہ کی تحقیق کر لینی چاہیے۔
 عراق سے ایک وفد مدینہ منورہ پہنچ کر محمد بن حنفیہ کی خدمت میں حاضر
 ہوا اور انہیں تمام واقعات سنا کر ان کی رائے معلوم کی۔

محمد بن حنفیہ نے اول اہل بیت کے مناقب بیان کیے پھر امام حسین کی حسرتناک شہادت کا ذکر کیا پھر فرمایا تم لوگ مجھ سے ایک شخص کے متعلق پوچھتے ہو جو اہل بیت کے خون کا قصاص لینا چاہتا ہے تو بھائی میری دلی آرزو یہ ہے کہ خدا ہمارے دشمنوں سے ان کے مظالم کا انتقام لے خواہ کسی شخص کے ذریعہ سے۔

اس وفد کے جانے سے مختار کو بڑی تشویش ہو گئی تھی کہ دیکھے محمد بن حنفیہ کیا جواب دیتے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔ چنانچہ جیسے ہی یہ لوگ واپس آئے مختار نے گھبرا کر ان سے پوچھا کہ کہو کیا معلوم ہوا؟ مجھے اندازہ ہوتا کہ تم شک میں مبتلا ہو گئے مگر جب انہوں نے امام صاحب کے جواب کو نقل کیا تو اس نے بے اختیار نعرہ تکبیر بلند کیا اور فوراً ایک جلسہ منعقد کر کے کہا:-

یہ لوگ امام ہمدی کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے ان کو بتایا ہے کہ میں ان کا وزیر مددگار اور پیغامبر ہوں اور تمہیں حکم دیا ہے کہ بد عہدوں سے جنگ اور اہل بیت کے خون کے قصاص کے معاملہ میں تم میرا سا تھو دو۔

اس دوران میں عبداللہ بن مطیع کوفہ کے نئے والی مقرر ہو کر آئے تھے، انہوں نے آتے ہی مختار کی تحریک کو دبانے کی کوشش شروع کر دی تھی، مختار نے اب کھل کر میدان میں آنے اور کوفہ پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے بعض مشیروں نے اسے مشورہ دیا کہ اس قسم کے

اقدام سے پہلے کوفہ کے بااثر رئیس اور اہل بیت کے محب ابراہیم بن اشتر کی حمایت حاصل کرنی ضروری ہے۔ مختار نے محمد بن حنفیہ کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر ابراہیم کے سامنے پیش کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:-

”محمد ہدی کی طرف سے ابراہیم بن اشتر کے نام۔ اما بعد میں تمہارے پاس اپنا وزیر اور معتمد بھیج رہا ہوں۔ میں نے اُسے حکم دیا ہے کہ وہ میرے دشمنوں سے جنگ کرے اور اہل بیت کے خون کا انتقام لے۔ جہاں تک ممکن ہو تم اس کو مدد کرو۔ کوفہ سے شام تک جس قدر علاقہ تمہاری مدد سے فتح ہوگا تم اس کے حاکم بنا دیے جاؤ گے۔“

ابراہیم نے خط کا عنوان دیکھ کر کہا: ”میرے پاس محمد بن حنفیہ کے خط آتے رہتے ہیں، انہوں نے کبھی اپنے آپ کو ہدی نہیں لکھا۔ مختار نے کہا: اب نیا زمانہ ہے، اونٹنے حالات ہیں۔“

ابراہیم کے چند سائیکھوں نے گواہی دی کہ یہ خط ہمارے سامنے امام محمد بن حنفیہ نے لکھا ہے، ابراہیم بن اشتر نے مختار کو تعظیم کے ساتھ صدر میں بٹھایا اور مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ابراہیم بن اشتر کی شمولیت سے مختار کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ ابراہیم اپنے مسلح ساتھیوں کی جماعت لے کر مختار سے ملنے جایا کرتے۔ ایک دن ابراہیم اپنے تئو مسلح ساتھیوں کے ساتھ بازار کے بیچ میں گزر کر مختار کے پاس جا رہے تھے کہ کو تو ال شہر ابا اس بن مضارب نے انہیں راستہ

میں زدک لیا اور ان سے امیر کوفہ عبداللہ بن مطیع کے پاس چلتے گئے یہ
کہا۔ ابراہیم بن التمر نے ایسا سے راستہ چھوڑ دینے کے لیے کہا اور جب
وہ نہ مانا تو اسے قتل کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد ۱۳۔ ربیع الاول ۶۶ھ کو مختار نے کوفہ میں
علم بغاوت بلند کر دیا، اور قصر امارت کا محاصرہ کر لیا عبداللہ بن مطیع
نے جہاں تک ممکن ہو سکا مقابلہ کیا لیکن آخر کار ہتھیار ڈال دیے اور
کوفہ سے جان بچا کر نکل گیا۔

کوفہ پر قابض ہونے کے بعد مختار عراق کے دوسرے شہروں پر
بھی قابض ہو گیا اور وہاں اس نے اپنے حاکم مقرر کیے۔ البتہ بصرہ
ابن زبیر کے ماتحت رہا۔

کوفہ پر جب مختار کا تسلط ہو گیا تو اس نے قاتلین حسین کو
انتقام حسین | چن چن کر قتل کرنا شروع کیا۔ جو کسی طرح جان بچا کر
بھاگ گیا، اس کے مکان کو کھدوا کر پھینک دیا۔ چنانچہ شمر ذی الجوشن
عمر بن سعد، عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بدی، جمل بن مالک بخاری
خولی ابھی، زیاد بن مالک ضبعی، عمران بن خالد قشیری، عبدالرحمن بن ابی
قشار بجلی، عبداللہ بن قیس خولانی، عثمان بن خالد جہنی، بشیر بن شمیط اور
وغیرہ کو قتل کر دیا۔ اور بعض کی لاشوں کو آگ میں جلا دیا۔ شمر ذی الجوشن
لاش کو کتوں سے پھڑوا دیا گیا۔

محمد بن حنفیہ قید میں | عبداللہ بن زبیر عرصے سے محمد بن حنفیہ اور عبداللہ

بن عباس پر بیعت کے لیے زور دے رہے تھے، مگر یہ دونوں بزرگ کہتے رہے کہ جب تک عالم اسلام آپ کی خلافت پر متفق نہ ہو جائیگا، ہم بیعت نہ کریں گے۔ جب مختار کا کوفہ پر قبضہ ہو گیا تو اس نے محمد بن حنفیہ سے باقاعدہ بیعت خلافت لینے کی اجازت طلب کی۔ اس سے پہلے مختار اسی قسم کی درخواست امام زین العابدین سے بھی کر چکا تھا۔ مگر آپ اس کے ہتھکنڈوں کو سمجھتے تھے اس لیے آپ نے علی الاعلان مسجد نبوی میں اس کی قلعی کھولی اور اس کی محبت اہل بیت کی حقیقت ظاہر کی۔ اُدھر سے مایوس ہو کر جب مختار نے محمد بن حنفیہ کی طرف رجوع کیا تو امام موصوف نے محمد بن حنفیہ کو بھی یہی رائے دی کہ وہ اس کے دھوکے میں نہ آئیں۔ وہ محض اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے اہل بیت کا نام استعمال کرنا چاہتا ہے، مگر محمد بن حنفیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے مشورہ سے ابن زبیر کے مقابلہ میں اس کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اس کی درخواست کو منظور کر لیا۔

اب عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ پر بیعت کے لیے سختی شروع کر دی اور جب وہ نہ مانے تو انہیں زفرم کی چھار دیواری میں قید کر دیا اور قتل کی دھمکی دی۔

محمد بن حنفیہ نے مختار کو اپنے حال سے مطلع کیا۔ مختار نے ایک فوج بھیج کر انہیں قید سے چھڑا لیا۔ اور چار لاکھ کی رقم بھی ان کے اخراجات

کے لیے بھیج دی۔

ابن زیاد کا قتل | ابن زیاد موصل میں مقیم تھا اور عراق کی پیشقدمی کا ارادہ کر رہا تھا، مختار نے کوفہ پر قابض ہوتے ہی یزید بن

انس اسدی کی سپہ سالاری میں اس کے مقابلہ کے لیے ایک فوج بھیجی۔ ابن زیاد کو معلوم ہوا تو اس نے یزید کو روکنے کے لیے ربیعہ بن عمار اور عبداللہ بن حنبلہ کو تین تین ہزار کے دو لشکروں کے ساتھ بھیجا۔ مقام باقی میں مقابلہ ہوا۔ یزید بن انس نے شامیوں کو شکست فاش دی، اور ان کے ہتے سے آدمی مقتول ہوئے۔

مگر یزید بن انس سحت بیمار تھا، فتح کے فوراً بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا جانشین ورقاء بن عازب اسدی مقرر ہوا۔ ورقاء کو معلوم ہوا کہ ابن زیاد اسی ہزار کا لشکر لے کر خود مقابلہ کے لیے آرہا ہے، ورقاء نے مقابلہ مناسب نہ سمجھا اور واپس لوٹ آیا، مختار نے چند روز بعد ابراہیم بن اشتر کی سپہ سالاری میں ابن زیاد کے مقابلہ کے لیے دوسری فوج بھیجی۔ اس فوج میں مختار کے بہترین آزمودہ کار افسر شامل تھے۔

ابن زیاد کو جب اس لشکر کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ بھی ایک زبردست فوج ساتھ لے کر مقابلہ کے لیے بڑھا۔ نہر فاوڑ پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا، شامی لشکر میں سے قبیلہ قیس کے آدمی ابراہیم بن اشتر سے مل گئے۔ ابن زیاد کو شکست فاش ہوئی اور وہ اشتر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ابن زیاد کے علاوہ دوسرا مشہور شامی سردار حسین بن نمیر بھی مقتول ہوا۔

ابراہیم بن اشتر نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر جسم کو جلادیا اور سر مختار کے پاس کوفہ بھیج دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابن زیاد اور دوسرے شامی افسروں کے سر قصر کوفہ کے ایک گوشہ میں پڑے ہوئے تھے۔ ایک پتلا سانپ آیا اس نے ان سروں کے بیچ میں ایک چکر لگایا اور پھر ابن زیاد کے منہ میں داخل ہو کر ناک میں سے اور ناک میں داخل ہو کر منہ میں سے نکل گیا۔ اس فتح کے بعد ابن اشتر جزیرہ کے والی ہو کر وہیں ٹھہر گئے انہوں نے جزیرے کے دوسرے شہروں کے لیے اپنی طرف سے حاکم مقرر کیے۔

مختار کی عرب دشمنی | مختار کے ساتھی زیادہ تر عجمی موالی تھے۔ اس کی تحریک عام طور پر انہی میں مقبول ہوئی تھی۔ کوفہ پر قابض ہونے کے بعد اُس نے ان کو اعزازات و مناصب پر سرفراز کیا اور انعام و اکرام سے نوازا۔ ان موالی نے اپنے آقاؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے سیکڑوں عربوں کو قتل حسین کا الزام رکھ کر قتل کر دیا اور ان کا مال و دولت خود حاصل کر لیا۔ عربوں کو قدرتی طور پر مختار کا یہ طرز عمل سخت ناگوار گزارا۔ جب مختار نے ابن زیاد کے مقابلہ کے لیے پہلی مرتبہ فوج بھیجی تو عربوں نے اس کے خلاف سخت بغاوت کی مگر ابن اشتر کی مدد سے یہ بغاوت فرو کر دی گئی۔ اس کے بعد مختار نے عربوں کے خلاف اور بھی سخت رویہ اختیار کیا نتیجہ یہ ہوا کہ سیکڑوں اشراف کوفہ سے بھاگ کر بصرہ چلے گئے۔ جہاں

۱۵ ابن اشتر ج ۲ ص ۱۰۳ بحوالہ جامع تہذیبی

ابن زبیر کی حکومت تھی۔

کرسی علیؑ اس کے علاوہ مختار نے اپنی تحریک کو عوام میں مقبول بنانے کے لیے کرسی علیؑ کا ڈھونگ رچایا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوفہ میں حضرت علیؑ کے ایک بھانجے جعدہ بن ہبیرہ رہا کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد مختار نے ان کے بیٹے طفیل بن جعدہ سے کہا کہ تمہارے یہاں حضرت علیؑ کی ایک کرسی ہے وہ مجھے دو۔ جعدہ نے انکار کیا، لیکن جب مختار نے بہت اصرار کرنا شروع کیا تو انہوں نے ایک روغن فروش پڑوسی کے یہاں سے ایک پرانی کرسی لاکر مختار کے حوالہ کر دی۔ مختار نے اس کرسی پر ریشمی غلاف چڑھا کر اور ایک خوبصورت صندوق میں رکھ کر عام زیارت کے لیے جامع مسجد میں رکھا اور اعلان کیا کہ جس طرح خدا نے بنی اسرائیل کے لیے تابوت سکینہ فتح و نصرت کی نشانی کے طور پر بھیجا تھا اسی طرح اس امت کے لیے یہ کرسی بھیجی ہے۔ ابن زیاد کے مقابلہ کے لیے جو فوج گئی اس کے ساتھ بھی برکت کے لیے ایک خچر پر لاد کر اور پردے ڈال کر یہ کرسی بھیجی گئی۔ جب میدان جنگ میں اہل کوفہ کو فتح ہوئی تو اسے اس کرسی ہی کی کرامت قرار دیا گیا۔

سادہ لوح دماغ اس قسم کے ہتھکنڈوں کا بہت جلد شکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کرسی کے متعلق عوام میں مشرکانہ عقیدے پھیل گئے اور اس کے گرد خانہ کعبہ کی طرح طواف ہونے لگا۔
صحیح العقیدہ مسلمان اس بد عقیدگی پر کڑھے اور انہوں نے مختار

کی حرکتوں پر بیزاری کا اظہار کیا۔ چنانچہ اعلیٰ ہمدانی کہتا ہے :-

شہدت علیکم انکم سبیئة
وانی بکم یا شیطنة الشریک عارف
فا قسم ما کرسیکم بسکینة
وان کان قد لفت علی اللہ
وان لیس کالتابوت فینا وان سعت
شہام حوالیر وکھد و خارف
وانی امرء احببت ال محمد
وتابعت و حیاضنت المصطفیٰ

میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سبائی مذہب کے ہو
اور شرک کے پاسبانو! میں تم کو خوب جانتا ہوں
میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری کرسی
تابوت سکینہ نہیں خواہ اس پر تم کتنے
ہی غلاف چڑھاؤ۔ اور نہ یہ تابوت سکینہ
کی مانند ہے۔ خواہ شہام و ہمداد عارف
اس کے گرد چکر لگائیں۔ میں تو محب آل
محمد ہوں اور صرف اس وحی کو ماننا
ہوں جو کلام پاک میں محفوظ ہے۔

مصعب اور مختار کا مقابلہ | کوفہ پر مختار کے قبضہ کے بعد عبداللہ بن زبیر
نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو بصرہ
کا والی مقرر کر کے بھیجا، انہوں نے جامع کوفہ میں قرآن کریم کی ان آیات
کے ذریعہ اپنا پیغام اہل کوفہ کو پہنچایا :-

طسم تلك آیات الكتب
المبین نزلوا علیك من
نہاموسنی و فرعون بالحق
لقوم یؤمنون ان فرعون
یہ آیتیں ہیں واضح کتاب کی ہم آپ
کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ حقیقی احوال
سناتے ہیں ان لوگوں کے اطمینان
کے لیے جو ایمان لائے ہیں۔ درحقیقت

علا فی الارض وجعل فرعون ملک میں پڑھ رہا تھا، اور اس
 اہل ہاشیعا یتضعف نے اہل ملک کو کئی فرقوں میں تقسیم
 طائفۃ منہم یدینج کر دیا تھا اس نے ان میں ایک فرقہ
 ابناء ہم ویتحنی نساء ہم کو کمزور کر رکھا تھا کہ ان کے لڑکوں
 انہ کان من المفسدین کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ
 رکھتا تھا، درحقیقت وہ فساد ہی تھا۔

یہ بنی اُمیہ اور ان کے غیر مویوں کے ساتھ مظالم کی طرف اشارہ تھا۔

وتربوا ان من علی الذین ہم چاہتے تھے کہ احسان کریں ان
 استضعفوا فی الارض و لوگوں پر جو کمزور ہوئے پڑے تھے
 نجعلہم ائمتہ ونجعلہم ملک میں اور بنائیں ان کو سردار
 الوارثین و نمکن لہم اور ملک کا وارث اور جا دیں ان
 فی الارض۔ کو ملک میں۔

یہ عبداللہ بن زبیر اور ان کی متوقع کامیابی کی طرف اشارہ تھا۔

ونری فرعون و ہامان و اور فرعون و ہامان اور ان کے
 جنودہم ائمتہم ما کا نوا لشکروں کے سامنے وہی خطرہ
 یحذرون ہ لائیں جس کا انہیں ڈر تھا۔

یہ مختار ثقفی اور اس کی ہزیمت کی طرف اشارہ تھا۔

پھر کہا اے اہل کو فوجی معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے امراء کے لیے لقب تجویز
 کرتے ہو تو سن لو میں نے اپنا لقب جزار (قصابی) تجویز کیا ہے۔

اشراف کوفہ جو بصرہ میں آکر جمع ہو گئے تھے، انہوں نے مصعب پر زور دیا کہ مختار پر جلد حملہ کیا جائے۔ مصعب نے مشہور سپہ سالار جہلب بن ابی صغیرہ کو جو فارس کا عامل تھا بصرہ بلا لیا۔ اور اس کو اور دوسرے سرداران کوفہ کو اپنے ساتھ لے کر کوفہ کی طرف بڑھے۔ مختار کو خبر ہوئی تو اس نے احمد بن سلیمان کو ساٹھ ہزار کا لشکر دے کر مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ مقام ہزار پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مصعب فتحیاب ہوئے اور مختار کے آدمیوں کا پچھا کرتے ہوئے کوفہ کے قریب پہنچ گئے۔

کوفہ میں مختار خود مقابلہ کے لیے نکلا، مگر اب وہاں کا رنگ بدل چکا تھا۔ جب مختار اور اس کے ساتھی بازاروں میں گزرتے تو مکانوں کی چھتوں پر سے ان پر تیر برسائے جاتے اور گندگی پھینکی جاتی۔ مختار مجبور ہو کر قلعہ بند ہو بیٹھا۔

مصعب نے محاصرہ کو سخت کر دیا۔ جب مختار کو مایوسی ہوئی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "اس طرح بھوکوں مرنے سے لڑتے ہوئے مرجانا بہتر ہے۔ مگر اس کے ساتھی اس کے لیے تیار نہ ہوئے۔ آخر مختار انیسواں جاں نثاروں کے ساتھ قصر کا دروازہ کھول کر نکلا اور مردانہ وار لڑنا ہوا مارا گیا۔

جان کی بازی اگلے سے پہلے مختار نے اپنے ایک معتمد ساتھی سائب بن مالک اشعری کو بلا لیا اور کہا "اے شیخ قصر سے نکلو کہ ہم دین کے لیے نہیں بلکہ حب دنیا کے لیے اپنے دشمنوں کا مقابلہ کریں۔"

سائب نے کہا "اَنَا بَشَرٌ وَإِنَّا لَكَبِيرَاتُ رَاجِعُونَ، اے ابواسحاق لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ تم دین کی خاطر اس کام کے لیے کھڑے ہوئے ہو۔" مختار نے جواب دیا :-

"میری جان کی قسم، نہیں۔ یہ سب طلب دنیا کے لیے تھا۔ میں نے دیکھا کہ شام عبد الملک کے قبضہ میں ہے۔ حجاز عبد بن زبیر کے زیر حکومت ہے۔ عروص پر نجدہ حروری کا تسلط ہے اور خراسان پر عبد اللہ بن حازم حکمراں ہے۔ میں ان میں سے کسی سے کم نہ تھا۔ میرے دل میں کبھی حکومت کی آرزو نے چٹکیاں لیں، اس آرزو کو پورا کرنے کے لیے میں نے انتقام حسین کو وسیلہ بنایا"۔

مصعب بن زبیر نے مختار کا سر عبد اللہ بن زبیر کے پاس مکہ معظمہ بھیج دیا، اور اس کے ہاتھ کٹوا کر کوفہ کی جامع مسجد میں آویزاں کر دیے۔ یہ واقعہ ۶۶ھ کا ہے۔

عبد الملک کا عراق پر حملہ مختار کے خاتمہ کے بعد حجاز کے علاوہ عراق پھر عبد اللہ بن زبیر کے قبضہ میں آ گیا۔ اور شام اور مصر عبد الملک کے قبضہ میں تھا، بعض لوگوں نے عبد الملک کو مشورہ دیا کہ عبد اللہ بن زبیر سے مصالحت کر لو اور اپنے مقبوضہ ممالک پر قانع رہو۔ مگر عبد الملک نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا، اور ایک بڑی جمعیت

کے ساتھ عراق پر فوج کشی کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مصعب بن زبیر بھی مقابلہ کے لیے نکلے۔ دیر جا تلیق میں دونوں فوجوں نے آمنے سامنے پڑاؤ ڈال دیا۔ عبد الملک عراقیوں کی باغیانہ فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس نے حکومت و دولت کا لالچ دے کر تقریباً تمام عراقی سرداروں کو عین میدان جنگ میں توڑ لیا۔ البتہ ابراہیم بن اشتر عبد الملک کے جال میں نہ پھنسے۔ بلکہ انہوں نے عبد الملک کے خفیہ خط کو پڑھنا بھی پسند نہ کیا، ورنہ سے سر بھر مصعب کے سامنے پیش کر دیا۔

ابراہیم نے مصعب سے کہا، اس قسم کے خطوط بھیج کر عبد الملک نے آپ کے تمام سرداروں کی وفاداری کو خرید لیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ ان سرداروں کو قصر امین میں قید کر دیں۔ مگر مصعب نے اس تجویز کو قبول کرنا مناسب نہ سمجھا، اور افسوس کے ساتھ کہا۔

”خدا اجف بن قیس پر رحم کرے، وہ مجھے اہل عراق کی غداری سے محفوظ رکھنے کی نصیحت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اہل عراق فاحشہ عورتوں کی طرح ہیں جس طرح انیس ہر روز ایک نیا خاوند درکار ہوتا ہے اسی طرح انہیں ہر روز ایک نئے امیر کی ضرورت ہوتی ہے۔“

آخر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ سابقہ قرارداد کے مطابق عین موقعہ جنگ پر مصعب بن زبیر کے عراقی لشکر کے سرداروں نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ البتہ ابراہیم بن اشتر نے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دی

ابراہیم کے قتل کے بعد مصعب مایوس ہو گئے۔ سردارانِ عراق کی غداری نے میدانِ کربلا کا منظران کی نگاہوں کے سامنے پیش کر دیا مگر انہوں نے بھی قافلہ سالار کربلا کی سنت پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ شعر پڑھا۔
 اَلَا اِنَّ لِيْ بِاللِّطْفِ مِنْ اٰلِ هٰشِمٍ قٰسٍ وَاَفْتَسُوْا لِلْكَرَامِ التَّاسِيًا
 عبد الملک بن مروان نے مصعب کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے آپ کو قتل کرنا منظور نہیں۔ میں آپ کو بلا شرط امان دیتا ہوں۔ مصعب نے اس پیشکش کو قبول نہیں کیا اور حیرت انگیز شجاعت و عزیمت کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دی۔

دیر جا تلیق کی فتح کے بعد عراق بھی عبد الملک کے قبضہ میں آ گیا اور اس نے کوفہ اور بصرہ میں اپنی طرف سے والی مقرر کیے۔

عراق پر قابض ہونے کے بعد عبد الملک نے حجاج بن یوسف **محاصرہ مکہ** ثقفی کو عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے حجاز روانہ کیا۔ حجاج جمادی الاولیٰ ۶۰ھ میں طائف میں آ کر خیمہ زن ہوا۔ حجاج یہاں سے تھوڑی تھوڑی فوج میدانِ عرفات میں بھجوا رہا۔ اور یہاں عبد اللہ بن زبیر کی فوج سے مقابلہ ہوتا رہا۔ مگر کوئی فیصلہ کن صورت پیدا نہ ہوئی۔

اب حجاج نے عبد الملک کو خط لکھ کر حرم میں داخل ہونے اور عبد اللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کی اجازت طلب کی اور کچھ کمک بھی مانگی۔ عبد الملک نے اسے حرم میں داخل ہونے کی اجازت دیدی۔ اور طارق کو پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ مدد کے لیے بھیجا۔ حجاج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور

لوہ ابوقبیس پر منجیق نصب کر کے خانہ کعبہ پر سنگباری شروع کر دی۔ اسی دوران میں حج کا موسم آگیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی سفارش پر ایام حج کے لیے سنگباری موقوف رہی۔ ایام حج گزرتے ہی پھر سنگباری شروع کر دی گئی اور خانہ کعبہ کی عمارت کو سخت نقصان پہنچا۔

محاصرے نے طول کھینچا اور مکہ میں سخت تھوڑا پڑ گیا۔ عبداللہ بن زبیر کی طاقت روز بروز کم ہونے لگی، اور ان کے ساتھی ایک ایک کر کے ان سے علیحدہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے دو بیٹے بھی ان کو چھوڑ کر حجاز کی امان میں چلے گئے۔

یہ ناسازگار حالات دیکھ کر عبداللہ بن زبیر اہل بیت ہو گئے۔ آپ اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

”اما جان! میرے تمام ساتھی حتیٰ کہ میرے اہل و عیال میرا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ جو تھوڑے بہت باقی ہیں وہ بھی زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ اس حالت میں فتح کی تو کوئی امید نہیں رہتی میرے دشمن مجھے امان دینے کے لیے آمادہ ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟“

حضرت اسماء نے جواب دیا: بیٹا! اگر تم سمجھتے ہو کہ تم حق پہنچے، اللہ حق ہی کی تم نے دعوت دی تو تم بھی اپنے شہید ساتھیوں کی طرح حق کے لیے اپنی جان قربان کر دو۔ اور اپنی باگ بنو امیہ کے لوندوں کے ہاتھ میں نہ دو۔

اور اگر تمہارا مقصد دنیا کی طلب تھا تو افسوس تم پر کہ تم نے اپنی جان کو بھی ہلاکت میں ڈالا، اور اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرایا۔ اگر تم یہ کہو، کہ میں حق پر تھا مگر ساتھیوں کے ضعف کے سبب اب مقابلہ کی طاقت نہیں تو یہ بٹرفار اور اہل دین کا شیوہ نہیں کہ وہ ہمت ہارتھیں۔ دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا نہیں، راہ حق میں جان کو قربان کر دینا ہی بہتر ہے۔

عبداللہ بن زبیر نے عرض کیا :-

”اماں جان! مجھے موت کا تو ڈر نہیں، یہ ڈر ضرور ہے کہ میرے دشمن قتل کے بعد میرا مثلہ کیسے اور میری لاش کو بھالسی پر لٹکائیں گے۔“

حضرت اسماء نے فرمایا :-

”بیٹا! بکری جب ذبح ہوگئی تو اسے کھال کھینچنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ جاؤ جو کچھ ارادہ ہو کر گزرو اور اللہ کی مدد پر بھروسہ کرو عبداللہ بن زبیر نے اپنی والدہ محترمہ کا سر چوم کر عرض کیا :-
”مجھے آپ کی رائے سے پورا اتفاق ہے، میں کبھی دنیا کی طرف مائل نہیں ہوا، نہ میں نے دنیوی زندگی کو پسند کیا، میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے میری بصیرت میں اضافہ کیا ہے۔ اماں جان میرے قتل سے آپ غمگین نہ ہوں اور معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔“

حضرت اسماء نے فرمایا :-

”مجھے اُمید ہے کہ میں صبر و شکر کے ساتھ تمہارا صدمہ برداشت کر سکوں گی۔ جاؤ اللہ کا نام لے کر اپنا کام کرو۔“

اس کے بعد حضرت اسماء نے اپنے صہا جزائے کو دعائیں دیں، اور رخصت کرنے کے لیے گلے سے لگایا۔ آپ کا ہاتھ عبد اللہ کی زرہ پر پڑا تو فرمے لگیں: بیٹا! موت کے فدائی زرہ نہیں پہنا کرتے، اسے اتار دو۔ عبد اللہ بن زبیر نے زرہ اتار دی اس کے بعد آستینیں چڑھا کر، کرتہ کو پا جامہ میں اڑس کر اپنے چند ساتھیوں کو لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ عبد اللہ بن زبیر جس طرف نکل جاتے تھے، دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے۔ آخر سیکڑوں کو خاک و خون میں لٹا کر قبیلہ سکون کے ایک شخص کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

آپ کی شہادت پر اہل شام نے نعرہ تکبیر بلند کیا تو حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا: ”ان لوگوں کو دیکھو، صحابہ کرام نے تو ابن زبیر کی پیدائش کی مسرت میں نعرے تکبیر بلند کیے تھے اور یہ ان کی موت کی خوشی میں تکبیر کے نعرے لگا رہے ہیں۔“

شہادت کے بعد حجاج نے آپ کا سر عبد الملک کے پاس شام بھیج دیا اور جثہ مقام حجون میں سولی پر چڑھایا۔ حضرت اسماء کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا کیا اس شہسوار کے سواری سے اتنے کا وقت ابھی نہیں آیا؟

عبد الملک کو خبر ہوئی تو اس نے اس حرکت پر حجاج کو ملامت

کی اور لاش کو حضرت اسماء کے حوالہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مقام حجوں میں آپ کی لاش کو دفن کر دیا گیا۔

عبداللہ بن زبیر کی شہادت ۱۷ جمادی الاخریٰ ۶۵۲ء کو ہوئی شہادت کے وقت آپ کی عمر تترسالی تھی، آپ کی خلافت نو سال رہی۔

عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد میدان سیاست میں عبدالملک بن مروان کا کوئی حریف نہ رہا اور وہ تمام مالک اسلام کا بلا شرکت غیرے خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔

عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف **حجاج عراق میں** ثقفی دو سال تک حجاز کا والی رہا۔ عراق کی

شورش پسند سرزمین ابھی تک فتنوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ ان فتنوں کی جڑیں اکھاڑنے کے لیے کسی سخت گیر حاکم کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ۶۵۷ء میں حجاج بن یوسف ثقفی کو عراقین (بصرہ و کوفہ) کا والی بنا کر بھیجا گیا۔

حجاج صرف بارہ سو اوروں کو اپنے ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہوا، اس سے پہلے وہ جامع مسجد میں پہنچا، اور تقریر کی منادی کرادی۔ جب وہ خطبہ

دینے کے لیے منبر پر چڑھا تو اس نے شرح ریشمین عمامہ کا ڈھانٹا باندھ لیا۔ کھار اہل کوفہ کے طرز عمل کا اندازہ کرنے کے لیے تھوڑی دیر وہ خاموش

بیٹھا رہا۔ جب اہل کوفہ نے اپنی عادت کے مطابق اس پر شکر پڑے اور چاہے تو اس نے ڈھانٹا کھول دیا، اور حسب ذیل تقریر کی :-

”اے اہل کوفہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت سے سر پکے پھول

کی طرح جھڑنے والے ہیں، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ عمالوں اور
 ڈاڑھیوں کے درمیان خون کی موجیں اٹھ رہی ہیں، واللہ
 مجھے آسانی سے نہیں دیا جاسکتا اور شور و شر سے نہیں
 ڈرایا جاسکتا، میں گرم و سرد زمانہ پسند ہوں۔

امیر المومنین عبد الملک نے اپنے ترکش کا سب سے زیادہ
 سخت اور کڑوا تیر تمہاری طرف پھینکا ہے، تم نے فساد کو اپنا
 مسلک اور گمراہی کو اپنا اور ٹھنا کچھونا بنا لیا ہے۔ یاد رکھو میں
 تمہارے سب کس بل نکال دوں گا۔

تمہاری حالت اس سستی والوں کی سی ہے جس کا قرآن میں
 ذکر ہے کہ وہاں ہر طرح امن و اطمینان کی فراوانی تھی، ہر قسم
 کی نعمتیں بکثرت ہر طرف سے چلی آتی تھیں۔ مگر اس سستی والوں
 نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان
 پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیا، واللہ میں جو کچھ
 کہتا ہوں اُسے کیے دکھا دیتا ہوں اور جو اولادہ کرتا ہوں
 اُسے پورا کر کے چھوڑتا ہوں۔ امیر المومنین نے حکم دیا ہے
 کہ تمہاری تنخواہیں تقسیم کر دی جائیں اور تم جملب بن ابی
 صفرہ کے ساتھ خوارج کے مقابلہ کے لیے نکل جاؤ۔ اگر
 تنخواہ وصول کر لے کے تین روز بعد مجھے کوئی شخص کوفہ
 میں نظر آیا تو اُس کا سرا ڈاؤں گا۔

اس تقریب سے ساری مسجد میں سناٹا چھا گیا اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں، وہ بلا قصد بکھر گئیں۔

اس کے بعد حجاج نے غلام کو عبد الملک کا فرمان سنانے کا حکم دیا۔ غلام نے پڑھنا شروع کیا۔ "اما بعد، السلام علیکم۔ حجاج نے غلام کو روک دیا۔ اور اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا "اے مار کے پارو! امیر المؤمنین تمہیں سلام کہتے ہیں اور تم اس کا جواب تک نہیں دیتے۔ خدا کی قسم میں تمہیں ادب سکھا کر رہوں گا۔ یہ کہہ کر غلام کو فرمان پڑھنے کا حکم دیا اس مرتبہ مسجد میں کوئی ایسا نہ رہا جس نے سلام کا جواب نہ دیا ہو، پھر حجاج نے تنخواہیں تقسیم کرانا شروع کیں۔

ایک بوڑھا شخص عمیر بن خیالی جس کے بدن میں رعشہ تھا، حجاج کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے امیر میں ایک بوڑھا اور بیمار شخص ہوں، میری بجائے میرے جوان بیٹے کو فوج میں بھرتی کر لیا جائے۔ حجاج نے منظور کر لیا۔ کسی شخص نے کہا۔ آپ کو معلوم بھی ہے یہ کون ہے؟ یہ قاتل عمیر عثمان میں سے ہے۔ اس نے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ان کی دہلیزیاں توڑی تھیں۔ حجاج نے یہ سن کر اسے واپس بلایا اور کہا۔ اے بوڑھے تو نے عثمانؓ کے قتل کے لیے اپنی جگہ کسی اور کو کیوں نہ بھیجا۔ پھر اسے قتل کرادیا۔

حجاج کے اس سخت طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل کوفہ بلا توشہ لیے صلب کے پاس روانہ ہو گئے، اور کوفہ کے پل پر چلنے کے لیے راستہ نہ رہا۔

کوفہ سے فارغ ہو کر حجاج بصرہ پہنچا اور وہاں بھی اسی قسم کی تلخبری کی۔
 ایک شخص شریک بن عمرو لشکری اس کے پاس آیا اور کہا اے امیر مجھے قتل
 کی بیماری ہے، سابق امیر بشیر بن مروان نے مجھے فوجی خدمت سے معذور رکھا
 تھا، میری آپ سے بھی یہی درخواست ہے۔ حجاج نے اس کے قتل کا حکم
 دیا۔ یہ سختی دیکھ کر اہل بصرہ بھی حہلب کی فوج میں شریک ہونے کے لیے
 روانہ ہونے لگے۔ کسی کوتاہی کی جرأت نہ ہوئی۔ حہلب بن بابی صفرہ نے یہ
 حال دیکھ کر کہا۔ ہاں اب عراق میں ایک مرد آیا ہے۔

حہلب کی امداد کے لیے، حجاج استقباہ آیا۔ یہاں
قتنہ ابن چارود سے حہلب کی لشکرگاہ اٹھارہ فرسخ تھی۔ حجاج کا ارادہ
 یہ تھا کہ یہاں رہ کر حہلب کی امداد کرتا رہے۔

یہاں کے دوران قیام میں ایک سخت قتنہ اٹھ کھڑا ہوا جس سے
 بیچا پھڑانا حجاج کے لیے مشکل ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مصعب بن زبیر نے
 اپنے دور حکومت میں اہل لشکر کے وظائف میں سوسود رہم کا اضافہ کر دیا
 تھا۔ حجاج کے پیش رو انہوی والی بشیر بن مروان نے بھی اس اضافہ کو
 برقرار رکھا تھا، حجاج نے اسے منسوخ کرنے کا ارادہ کیا، اور ایک دن تقریر
 کرتے ہوئے کہا:-

”ابن زبیر کے عہد میں وظائف میں جو اضافہ ہوا تھا میں آ
 منسوخ کرتا ہوں“

ایک بااثر شخص عبداللہ بن چارود نے فوراً کھڑے ہو کر کہا یہ ابن زبیر

ہی کا اضافہ نہیں ہے بلکہ عبد الملک بن مروان نے بھی کسے قبول کیا اور برقرار رکھا ہے۔ حجاج کو یہ تردید سخت ناگوار گزری اور ابن جارود کو قتل کی دھمکی دی۔ اس وقت تو مصلحتاً دونوں خاموش ہو گئے مگر موقع کے انتظار میں رہے۔ چونکہ فوج کے مفاد کا معاملہ تھا، اس سے بہت سے سردار ابن جارود کے ہمراہ ہو گئے اور انہوں نے اس کے ہاتھ پر ہجرت کر کے حجاج کے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

آخر بیح الآخر ۱۰۶ھ میں ابن جارود ایک بڑی جمعیت کے ساتھ حجاج کے مقابلہ کو نکلا۔ ابتدائی معرکوں میں ابن جارود غالب رہا حتیٰ کہ حجاج کا خیمہ خاص لوٹ لیا اور اس کی دو بیویاں کو قید کر لیا۔ مگر آخری معرکہ میں ابن جارود کے تیر لگا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی ابن جارود کے مرتے ہی اس کی فوج میں بھاگ پڑ گئی۔ اُدھر حجاج نے مصلحت وقت پر نظر کرتے ہوئے اس عام کا اعلان کر دیا۔ اس طرح حجاج نے ایک بڑی مصیبت سے نجات پائی۔

سجستان کے نواح میں ایک ترک فرما نرو اتبیل مسلمانوں کا باج گزار تھا۔ لیکن مسلمانوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے کچھ عرصہ سے اس کا رویہ یہ ہو گیا تھا کہ کبھی خراج دیتا اور کبھی نہ دیتا۔ اس میں حجاج نے عبید اللہ بن ابی بکرہ کو سجستان کا والی بنا کر بھیجا، تو ایک سال تک تبیل کا رویہ مصلحانہ رہا، اس کے بعد اس نے خراج دینے سے انکار کیا تو حجاج نے عبید اللہ کو اس پر فوج کشی کا حکم دیا۔ عبید اللہ اہل

اور اہل بصرہ کی جمعیت کثیر کے ساتھ بلاد تبیل میں داخل ہوا۔ اس کے تمام قلعوں کو منہدم کر دیا۔ اور خزانوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ تبیل پسپا ہوتا ہوا جب دار الحکومت کے قریب پہنچا تو اس نے ترکوں کو حکم دیا کہ وہ پلٹ کر مسلمانوں کی واپسی کے راستوں کو بند کر دیں۔ چنانچہ مسلمان بلاد ترک میں محصور ہو گئے اور انہوں نے مجبور ہو کر تبیل کو سات لاکھ درہم دے کر جان بچائی۔ لیکن فوج کے ایک حصہ نے اس زبردستانہ مصاحبت کو پسند نہ کیا۔ اور وہ شریح بن ہانی کی ماتحتی میں دشمن سے بہادری کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

حجاج کو مسلمانوں کی اس ہزیمت کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبدالملک کو لکھ کر تبیل کے مقابلہ کے لیے ایک لشکر عظیم بھیجنے کی اجازت حاصل کر لی۔ چنانچہ شہ میں چالیس ہزار جنگ آزمودہ سپاہی بہترین اسلحہ سے آراستہ ہو کر مشہور سپہ سالار عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کی سرکردگی میں عراق سے سجستان کی طرف روانہ ہوئے۔ سجستان پہنچ کر عبدالرحمن بن محمد بن اشعث نے اہل سجستان کو بھی اپنے ساتھ لیا اور اس لشکر عظیم کے ساتھ بلاد تبیل میں پیش قدمی شروع کر دی۔

تبیل کو جب اس مصیبت کا احساس ہوا تو بہت گھبرایا اور اطاعت کا وعدہ کیا۔ لیکن عبدالرحمن نے اس کا اعتبار نہ کیا اور اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ عبدالرحمن ایک آزمودہ کارا فسر تھا جس شہر قبضہ کرتا وہاں اپنا حاکم مقرر کر دیتا اور اس کی مدد کے لیے کچھ جمعیت بھی چھوڑ دیتا پہاڑ

کی گھاٹیوں پر چوکیاں قائم کر دیتا اور ہر خطرناک جگہ فوجی دستے متعین کر دیتے۔ پھر اپنے اور مفتوحہ علاقوں کے درمیان سلسلہ موصلات بھی قائم رکھتا، اس کے انتظام کے ساتھ جب وہ قبیل کا کافی علاقہ فتح کر چکا تو اسے پیش قدمی روک دیا اور کہا "اس سال اتنی ہی فتوحات کافی ہیں جب ہم مفتوحہ علاقوں کے انتظام پر قابو پالینگے اور ہمارے آدمی یہاں کے راستوں اچھی طرح واقف ہو جائینگے، اور اس دوران میں مستابھی لینگے تو ہم آئندہ سال آگے بڑھینگے" اس نے حجاج کو بھی اپنے اس فیصلہ کی اطلاع دی۔

خروج ابن اشعث | حجاج اور عبدالرحمن کے دل ایک دوسرے سے صاف نہ تھے۔ حجاج نے عبدالرحمن کو لکھا

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم صلح کے خواہشمند ہو، رواداری اختیار کر کے آرام اٹھانا چاہتے ہو۔ کمزور اور ذلیل دشمن سے جس نے مسلمانوں کے قابل فخر لشکر کے ساتھ دھوکہ کیا نرمی برتنا چاہتے ہو۔ مجھے اسی وقت اطمینان ہوگا جب تم صرف میری ایک فوج سے اس دشمن کا کامیاب مقابلہ کرو گے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ تمہاری یہ رائے کسی بدبختی پر مبنی ہے لیکن اس میں تمہارے ارادہ کی کمزوری کو ضرور دخل ہے، لہذا میں تمہیں جو حکم دے چکا ہوں، اس کی تعمیل کرو۔ دشمن کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لو تمام قلعوں کو منہدم

کردو، لڑنے والوں کو قتل کر دو۔ اور ان کے اہل و عیال کو گرفتار کر لو۔“

اس کے بعد ہی دوسرا خط لکھا جس کا مفہوم یہ تھا۔۔۔
 ”اگر تم میرے حکم کی تعمیل کے لیے تیار نہیں ہو تو اپنے بھائی اسحق بن محمد کے حق میں دست بردار ہو جاؤ۔“

ابن اشعث کے پاس جب یہ خطوط پہنچے تو وہ سمجھ گیا کہ حجاج کا مقصد ہی پرانی دشمنی نکالنا ہے۔ اس نے اپنے اہل لشکر کو جمع کر کے کہا ”لوگو! میں نے جنگ کے موخر کرنے کے متعلق جو فیصلہ کیا وہ آپ کی فلاح و بہبود و مد نظر رکھتے ہوئے آپ کے اہل حل و عقد کی منظوری سے کیا۔ اب حجاج کا یہ حکم آیا ہے جو کچھ آپ کی رائے ہو وہ کیا جائے۔ یہ سن کر سب لے بیگ واز ہا۔ ہم اس خدا کے دشمن کی بات نہ مانینگے، ابو طفیل عامر بن وائل صحابی نے فرمایا ”حجاج اس مثل پر عمل کر رہا ہے کہ اپنے غلام کو لڑائی پر بھیجو، اگر گیا تو بھی تمہارا ہی فائدہ ہے اور اگر زندہ رہا تو بھی اُسے تمہاری ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔ بس اپنے اعزاز و اکرام میں اضافہ مطلوب ہے۔“

اس کے بعد سب نے مشورہ کر کے حجاج سے قطع تعلق کر لیا اور عبد الرحمن بن اشعث کو اپنا امیر منتخب کر لیا

عبد الرحمن بن اشعث نے بیعت امارت لینے کے بعد قبیل سے اس شرط پر مصاحبت کر لی کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو قبیل سے کبھی خراج نہ لینگا۔ اور اگر شکست کھائی تو قبیل اس کی مدد کریگا۔ ادھر سے مطمئن

ہو کر ابن اشعث حجاج کے مقابلہ کے لیے عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔

فارس پہنچ کر ابن اشعث کے ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ حجاج کو مقرر کرنے والے عبد الملک کی بیعت بھی فسخ کر دینی چاہیے۔ چنانچہ یہاں عبد الملک کی بیعت توڑ دینے کا اعلان ہوا اور ابن اشعث کے ہاتھ پر بیعت کی بیعت کی گئی۔

حجاج کو یہ خبریں ملیں تو اس کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ اس نے فوراً عبد الملک کو تمام حالات کی اطلاع دی اور اس سے فوجی مدد طلب کی اور خود کوفہ سے بصرہ چلا آیا، عبد الملک نے فوراً پے در پے حجاج کی مدد کے لیے ہتھیاری بیعتیں شروع کر دیں۔

حجاج شامی فوجوں کو لے کر بصرہ سے نکلا اور تستر میں مقیم ہوا۔ **جنگ تستر** اس نے اپنے مقدمتہ اہمیت کو دلیل کی طرف بڑھایا۔

عبدالرحمن کے ایک دستہ فوج سے اس کی جنگ ہوئی۔ حجاج کی فوج نے شکست کھائی اور اس کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ حجاج بصرہ کی طرف لوٹا، مگر عبدالرحمن نے اس کا تعاقب کیا۔ حجاج مقابلہ کی طاقت بڑھانے کے لیے بصرہ کو چھوڑ کر زاویہ چلا گیا۔ عبدالرحمن کا بصرہ پر قبضہ ہو گیا۔ اہل بصرہ پہلے ہی حجاج سے نالاں تھے سب بخوشی عبدالرحمن کے جھنڈے تلے جمع ہوئے اور علماء و قراء بصرہ نے بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ یہ واقعہ آخر ذی الحجہ ۶۳۷ء کا ہے۔

محرم ۶۳۷ء میں مقام زاویہ میں حجاج اور عبدالرحمن کی **جنگ زاویہ** فوجوں میں خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ ابتدا میں عبدالرحمن

کی فوجوں کو غلبہ ہوتا رہا۔ ایک دن حجاج نے مایوس ہو کر گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر کہا "خدا مصعب بن زبیر کو جزائے خیر دے، اس نے مصیبت کے وقت فرار کے عار کو گوارا نہ کیا" پھر اس نے فیصلہ کر لیا کہ اسی طرح وہ بھی جان دیگا۔ مگر میدان جنگ سے فرار نہ ہوگا۔

حجاج کی اس ہمت سے اس کے ساتھیوں کو تقویت ہوئی اور انہوں نے پوری طاقت سے عبدالرحمن کے مہمذہ پر حملہ کر کے اسے شکست دیدی۔ اس کے بعد عبدالرحمن کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور علماء و قراء کی بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آئی۔ اب بصرہ پر پھر حجاج کا قبضہ ہو گیا۔ عبدالرحمن کو فد میں داخل ہو کر وہاں کے قلعہ پر قابض ہو گیا۔ عبدالرحمن کے بہت سے ساتھی بصرہ سے آکر کوفہ ہی میں مجتمع ہو گئے۔

جنگ یرحماجم | حجاج بصرہ سے نکل کر یرقرہ میں مقیم ہوا۔ تازہ دم شاہی فوجیں بھی یہاں اس کی مدد کے لیے پہنچ گئیں۔

عبدالرحمن بن اشعث بھی دو لاکھ سپاہیوں کو لے کر کوفہ سے نکلا اور یرحماجم آکر ٹھہرا۔ فریقین نے خندقیں کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔ اور لڑائی کا ایک طویل سلسلہ جاری ہو گیا۔

عبدالملک ابن طویل اور بے نتیجہ خانہ جنگیوں سے تنگ آ گیا۔ اس نے اپنے مشیروں کو جمع کر کے کہا: "اہل عراق کی یہ پورش حجاج سے ناراضگی کی بنا پر ہے۔ اگر ہم اس کو معزول کر کے اہل عراق کو راضی کر سکیں تو یہ سودا ہنگامہ نہیں" عبدالملک کے مشیروں نے اس کی رائے کی تائید کی۔ چنانچہ

عبدالملک کی طرف سے شاہی کمیشن اس کے بھائی محمد بن مروان اور بیٹے عبداللہ بن عبدالملک کی سرکردگی میں عراق آیا اور ان دونوں نے اہل عراق کو یہ شاہی پیغام بھیجا :-

”امیر المومنین حجاج بن یوسف کو عراق کی حکومت سے معزول کرنے کے لیے تیار ہیں، اور یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ اہل عراق کے وہی حقوق ہونگے جو اہل شام کے ہیں اور عبدالرحمن بن اشعث کو جس حصہ ملک کی حکومت وہ چاہینگے زندگی بھر کے لیے دیدی جائیگی۔ اگر آپ ان شرائط پر صلح منظور کریں تو امیر المومنین محمد بن مروان کو عراق کا نیا امیر مقرر کرتے ہیں۔ اگر یہ شرائط منظور نہ ہوں تو پھر بدستور حجاج بن یوسف ہی عراق کا امیر رہیگا اور اسے اختیار ہوگا کہ جس طرح مناسب سمجھے اہل عراق سے نمٹ لے۔“

عبدالرحمن بن اشعث کے ساتھیوں نے عبدالملک کی اس پیشکش کے متعلق آپس میں مشورہ کیا۔ عبدالرحمن کی رائے یہ تھی کہ اس پیشکش کو جو ”آبرو مندانه صلح“ کی حیثیت رکھتی ہے، قبول کر لیا جائے۔ مگر ان کے ساتھی ان کی رائے سے متفق نہ ہوئے۔ انہوں نے کہا جب ہم اہل شام کو ہر طرح شکست دے سکتے ہیں تو صلح کیوں کریں۔ آخر یہ پیشکش رد کردی گئی اور پھر جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۱۲۲۔ جہادی الاخریٰ ۸۳ھ کو آخری اور فیصلہ کن معرکہ آرائی ہوئی دونوں

طرف کی فوجوں نے خوب داد شجاعت دی۔ آخر ۱۰ روز کی مسلسل لڑائی کے بعد عبدالرحمن کی فوج نے شکستِ فاش کھائی اور میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ حجاج بن یوسف فاتحاً نہ کوفہ میں داخل ہوا اور اس نے ان الفاظ میں مفتوحین سے بیعت لی۔ میں نے امیر المومنین سے بغاوت کر کے کفر کا ارتکاب کیا، میں اس کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ جس کسی نے ان الفاظ کی ادائیگی میں تاہل کیا اسے بے دریغ قتل کر دیا گیا یہ

شعبی اور اشعی | ابن اشعث کی حمایت میں جن اہل قلم نے تلوار اٹھائی ان میں فقیہ عراق عامر شعبی بھی تھے۔ فتح

کے بعد حجاج نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص قتیبہ بن مسلم کے پاس سے چلا جائیگا، اس سے تعرض نہ کیا جائیگا۔ چنانچہ یہ بھی قتیبہ کے پاس چلے گئے تھے۔ حجاج نے قتیبہ کے پاس حکم بھیج کر شعبی کو طلب کر لیا۔ شعبی کہتے ہیں کہ جب وہ کوفہ پہنچے تو ان کے دوستوں نے مشورہ دیا کہ جہاں تک ممکن ہو عذر و معذرت سے کام لیں۔ مگر ان کی جرأتِ عالمانہ نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا۔ جب حجاج کے دربار میں پیشی ہوئی اور جواب طلب کیا گیا تو فرمایا:-

”اے امیر! ہم نے آپ کے خلاف سرکشی کی، دوسروں کو سرکشی پر آمادہ کیا اور اس سلسلہ میں ہر قسم کی کوششیں عمل میں لائے لیکن وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے، خدا نے آپ کو فتح

عنایت کی اور کامیابی عطا فرمائی۔ اب آپ ہم پر ظلم کریں تو ہم اس کے مستحق ہیں۔ اور اگر درگزر کریں تو یہ آپ کے علم کا تقاضہ ہے۔ حجاج ان کی صاف بیانی پر حیران رہ گیا، اور کہنے لگا:۔
 اے شعبی تمہاری یہ صاف بیانی مجھے اُس شخص کی معذرت سے زیادہ پسند ہے جس کی تلوار سے تو خون کے قطرے ٹپک رہے ہوں اور وہ یہ کہے کہ میں نے کچھ نہیں کیا مجھے کچھ خبر نہیں۔ جاؤ تم مہمون ہو۔

عربی کا شاعر شیریں بیان اعشیٰ بہرانی بھی ان معرکوں میں ابن اشعث کے ساتھ تھا۔ اور اپنی شعلہ بیانی سے اہل لشکر کے دل گریا رہا تھا۔ جب ابن اشعث سجستان سے عراق کی طرف روانہ ہوا تو اعشیٰ کا ایک قصیدہ زباں زد خاص و عام تھا، اس کا ایک شعر یہ تھا:۔

كذابها الماضي و كذاب ثانی : امکان ربی من ثقیف ہمدانی

(نو ثقیف میں دو کذاب ہوئے ہیں۔ ایک سابق (مختار) اور کذاب ثانی (حجاج)

کاش خدا مجھے بنو ثقیف بہران سے بدلہ لینے کی قوت دے)

حجاج نے انہیں بھی طلب کر لیا اور کہا اور اپنا قصیدہ تو سنائیے۔ اعشیٰ نے کہا اُسے چھوڑیے میں اپنا تازہ کلام آپ کو سناتا ہوں۔ یہ کہہ کر ایک طویل قصیدہ حجاج کی مدح میں سنانا شروع کیا۔ جس کا مطلع یہ تھا:۔

الی اللہ الا ان یتمم نوسرہ و یطقی نور الفاسقین فتحندا

خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ لوہے کو گھل کر دے اور فاسقوں کی روشنی کو بجھا دے کہ وہ

ٹھنڈی ہو کر رہ چکے۔

آستی کا یہ وجد آفریں قصیدہ سن کر تمام درباری عیش عیش کر اٹھے،
مگر حجاج نے کسے نہ بخشا اور قتل کر دیا یہ
یہ ہے فرق ایک عالم اور شاعر کے کیریکٹر کا۔

معرکہ "دیر جہلم" میں ابن اشعث کی قوت
ابن اشعث کی موت | ٹوٹ گئی اس شکست کے بعد بصرہ پہنچ کر
اس نے منتشر طاقت کو مجتمع کر کے مقابلہ کیا، مگر کامیابی نہ ہوئی آخر وہ مایوس
ہو کر کرمان و سجستان و بست ہوتا ہوا اپنے حلیف ربیع کے پاس اس کے
علاقہ میں چلا گیا۔ یہاں پہنچ کر مرض سسل میں اس کا انتقال ہو گیا۔

حجاج بن یوسف نے ربیع کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ اگر وہ ابن
اشعث کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیج دیگا تو وہ اس کا سات سال کا
خراج معاف کر دیگا۔ ربیع نے مرنے کے بعد اس کا سر کاٹ کر حجاج کو
بھیج دیا اور سات سال کا خراج معاف کر لیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ربیع نے انعام کے لالچ میں زندہ ہی کا سر
کاٹ کر بھیج دیا تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ابن اشعث کو گرفتار کر کے
بھیج دیا تھا مگر اس نے راستہ میں خودکشی کر لی۔ یہ واقعہ ۸۵ھ کا ہے۔

خوارج

ابن زیاد نے کوفہ میں خوارج پر سختی کی تو خوارج نے یہ فیصلہ کر لیا کہ مکہ معظمہ جا کر عبداللہ بن زبیر کا رنگ دیکھنا چاہیے۔ اگر ہم سے متفق رائے ہوئے تو ان کے ساتھ مل کر بنی امیہ کا مقابلہ کریں گے اور اگر اختلاف کا اظہار کیا تو انہیں مکہ معظمہ سے نکال دیں گے۔ چنانچہ خوارج مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یزید نے شامی فوجیں عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے روانہ کی تھیں۔ عبداللہ بن زبیر کو اس وقت فوجی مدد کی ضرورت تھی۔ انہوں نے اس وقت عقائد کی بحث نہ چھڑی اور خوارج سے بنی امیہ کے مقابلہ میں کام لیا۔ جب شام سے یزید کی موت کی خبر آئی اور شامی فوجیں محاصرہ اٹھا کر روانہ ہو گئیں تو خوارج نے آپس میں کہا۔ ہم نے ایسے شخص کی حمایت میں جنگ کی ہے جس کے عقیدے کا حال ہمیں معلوم نہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نقطہ نظر حضرت عثمان و طلحہ و زبیر کے متعلق معلوم کر لیا جائے۔

چنانچہ نافع بن ارق اور عبیدہ بن بلال وغیرہ اپنی جماعت کے ساتھ عبداللہ بن زبیر کے پاس آئے اور اصحابِ ثلاثہ کی ہر باتوں کو کر کے حروفِ مطلب زبان پر لائے۔ عبداللہ بن زبیر نے اس وقت تو انہیں ٹال دیا اور دوسرے دن خوارج کی شرارت سے محفوظ رہنے کا انتظام کر کے ایک زبردست تقریر کی جس میں اصحابِ ثلاثہ کے متعلق ایک ایک اعتراض کا کافی و شافی جواب دیا، اور پھر فرمایا "میں مجمع نام میں خدا کو گواہ کر کے کہتا

ہوں کہ میں حضرت عثمانؓ کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں۔
 خوارج یہ تقریریں کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ آخر ناکام و
 نامراد مکہ معظمہ سے رخصت ہوئے اور کچھ اہواز چلے گئے اور کچھ نے پیامہ
 کی راہ لی۔ اہواز جانے والی جماعت کا سردار نافع بن ارقم تھا۔ اس
 نے اہواز پہنچ کر حلیفہ کے عامل کو نکال باہر کیا اور خراج وصول کرنا شروع
 کر دیا۔ مگر اب تک یہ فرقہ متحد تھا مگر اہواز میں نافع کے طرز عمل کی وجہ سے
 ان میں عقیدہ و رائے کا اختلاف رونما ہو گیا۔ نافع نے کہا:-

”تمام غیر خوارج کفار مکہ کی طرح کافر ہیں۔ ہمیں ان کے بچوں
 کا قتل کرنا اور ان کی امانتوں کو غصب کر لینا حلال ہے، ان
 کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں، اور ان سے مناکحت و وراثت کے
 تعلقات رکھنا بھی جائز نہیں ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص
 ہمارے پاس آئے تو ہمیں اس کے عقیدے کی جانچ کر لینی
 چاہیے۔ اگر ہمارا عقیدہ قبول کر لے تو ہمارا ورنہ تلوار سے اس
 کی تواضع کرنی چاہیے۔ جو لوگ جنگ سے علیحدہ
 رہنا پسند کریں اور حق کی حمایت کے لیے تلوار لے کر میدان
 میں نہ آئیں وہ بھی کافر ہیں۔“

عبداللہ بن ابی اسد نے کہا: ”ہمارے دشمن مباح الدم ہونے میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی طرح ہیں۔ لیکن چونکہ وہ توحید و رسالت
 پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے انہیں کافر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں نعت

کہا جاسکتا ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت اور وراثت کے تعلقات رکھنا جائز ہے۔
 ابو عبید بن جابر ضبعی نے یہ رائے ظاہر کی کہ ہمارے دشمن رسول اللہ
 صلعم کے دشمنوں کی طرح ہیں لیکن چونکہ یہ بظاہر مسلمان اور در باطن منافق
 ہیں اس لیے عند اللہ کافر ہونے کے باوجود ان سے مناکحت اور وراثت
 کے تعلقات رکھے جاسکتے ہیں۔ عبداللہ بن صفار نے یہ خیال ظاہر کیا کہ
 جو لوگ ان ہنگاموں سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائیں وہ مستحق مواخذہ نہیں۔
 اس طرح خوارج کی جماعت چار فرقوں میں تقسیم ہو گئی (۱) ازرقیہ
 (۲) اباضیہ (۳) ہمیبیہ (۴) صفریہ۔ ان چاروں فرقوں نے بھی آپس میں
 ایک دوسرے کی تکفیر شروع کر دی۔

فتنہ ازرقہ | نافع بن ازرق چونکہ اپنے مسلک میں سب سے زیادہ
 سخت تھا، اس لیے ابوازیں خوب کشت و خون کا بازار
 گرم کیا۔ پھر بصرہ کی طرف بڑھا اور بصرہ کے پل تک پہنچ گیا۔ عبداللہ بن
 حرث نے جو اس زمانہ میں عبداللہ بن زبیر کی طرف سے امیر بصرہ تھے۔
 مسلم بن عبید بن عیس کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ مسلم بن عبید نے نافع کو شکست
 دے کر دولاہ کی طرف ہٹا دیا۔ یہاں فریقین میں خونریزی لڑائی ہوئی جس
 میں نافع اور مسلم دونوں کام آئے۔ اہل بصرہ نے حجاج بن باب کو اور
 خوارج نے عبداللہ بن ماجوذ کو اپنا سردار مقرر کر کے پھر لڑائی شروع کر دی۔
 مگر یہ دونوں بھی مقتول ہوئے۔ اب اہل بصرہ نے ربیع بن احرم کو اور
 خوارج نے عبید اللہ بن ماجوذ کو اپنا سردار تجویز کیا، اور پھر لڑائی پھری۔

لڑائی جاری تھی، اور فریقین تھک گئے تھے کہ خوارج کے ایک تازہ دم دستہ نے لڑائی میں شریک ہو کر اہل بصرہ کو شکست فاش دیدی اور ان کے امیر ربیعہ مارے گئے۔ اب خوارج نے پھر بصرہ کا رخ کیا۔ اہل بصرہ میں اس خبر سے گھبراہٹ پھیل گئی۔ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن حوث کو بصرہ سے معزول کر کے ان کی جگہ حوث بن ابی ربیعہ کو بھیجا۔

حوث بن ابی ربیعہ نے بصرہ پہنچ کر اہل بصرہ سے مشورہ کیا تو احنف بن قیس اور دوسرے اہل الرائے نے بالاتفاق کہا کہ یہ کام مہلب بن ابی صفرہ کے سوا کسی کے بس کا نہیں۔

مہلب بن ابی صفرہ خراسان کے والی ہو کر جا رہے تھے، مگر انہوں نے اس شرط پر یہ خدمت منظور کر لی۔ کہ جس علاقہ کو وہ فتح کریں وہ ان کی حکومت میں دے دیا جائے۔ جس قدر رقم کی انہیں ضرورت ہو بیت المال سے ادا کی جائے اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق اپنے ماتحت افسر انتخاب کرنے کا اختیار حاصل ہو۔

مہلب بن ابی صفرہ بارہ ہزار کا لشکر لے کر خوارج کی طرف بڑھے اور انہیں بصرہ کے قریب سے دھکیلتے ہوئے اہوانہ تک لے گئے۔ یہاں ایک مقام سلی صبری پر پہنچ کر سخت لڑائی ہوئی جس میں ابتداءً خوارج کو فتح حاصل ہوئی مگر مہلب نے اپنی منتشر جماعت کو دوبارہ جمع کر کے خوارج کو شکست فاش دیدی، ان کا سردار عبید اللہ بن ماحوز قتل ہوا اور لقبہ لیسف

خوارج کرمان اور اصفہان کی طرف بھاگ گئے۔ مہلب برابر خوارج کے
 استیصال میں مصروف رہے۔ جب مصعب بن زبیر بصرہ کے والی مقرر
 ہو کر آئے تو انہوں نے مہلب کو موصل کا والی مقرر کر کے بھیج دیا اور خوارج
 کے استیصال پر عمر بن عبید اللہ بن عمر کو مقرر کیا۔ اس وقت خوارج ارجان
 میں تھے اور ان کا سردار زبیر بن علی سلیمی تھا عمر بن عبید اللہ نے خوارج
 کو شکست دے کر ارجان سے نکال دیا۔ خوارج اصفہان چلے گئے
 اصفہان پہنچ کر انہوں نے پھر اپنی قوت کو مجتمع کیا اور ساہور آگئے عمر
 بن عبید اللہ بھی اپنی جمعیت کو لے کر ساہور پہنچ گیا۔ خوارج نے ایک
 رات عمر بن عبید اللہ کے لشکر پر پنجوں مارا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ پھر عمر بن
 عبید اللہ خوارج کی طرف بڑھے اور دونوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ خوارج
 کو شکست فاش ہوئی مگر عمر بن عبید اللہ کا بیٹا عبید اللہ لڑائی میں کام آیا۔
 خوارج پھر فارس میں گھس آئے۔ عمر بن عبید اللہ نے انہیں اصفہان کی طرف
 بھاگا دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ پھر اہواز میں داخل ہو گئے۔ عمر بن عبید اللہ اس
 وقت اصطر میں تھا۔ الغرض خوارج اسی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ
 قتل و غارت اور فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتے ہوئے پھرتے رہے اور ان
 کی قوت کو پوری طرح نہ توڑا جاسکا۔

مصعب بن زبیر نے اہل الریاء کو جمع کر کے مشورہ کیا تو سب نے
 یہ رائے دی کہ مہلب بن ابی صفرہ ہی ان کا انسداد کر سکتا ہے، چنانچہ
 مہلب کو موصل سے واپس بلا کر دوبارہ خوارج کی سرکوبی پر مامور کیا گیا

اس وقت خوارج کا سردار قطری بن فجارہ تھا۔ مہلب اس کے مقابلہ کے لئے نکلے، قطری کرمان کی طرف بھاگ گیا۔ مہلب نے اہواز میں قیام کیا۔ خوارج پھر تیار ہو کر مقابلہ کے لیے آئے۔ مہلب نے انہیں راحہ رضی کی طرف بھگا دیا۔

اسی زمانہ میں مصعب بن زبیر شہید ہو گئے۔ اور عراق پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ ہو گیا۔ عبدالملک نے خالد بن عبداللہ بن اسید کو بصرہ کا والی مقرر کیا۔ خالد نے مہلب کو واپس بلا کر اہواز کا حاکم خراج مقرر کیا اور اپنے بھائی عبدالعزیز بن عبداللہ کو خوارج کے مقابلہ پر مامور کیا۔ لوگوں نے اسے مشورہ دیا کہ خوارج کے مقابلہ میں مہلب اور عمر بن عبید اللہ کا اہواز اور فارس کے محاذوں پر برقرار رہنا ضروری ہے مگر وہ نہ مانا۔ عبدالعزیز کا دارالبحر و پر خوارج سے مقابلہ ہوا، خوارج نے اسے شکست فاش دی۔ خالد نے عبدالملک کو شکست کی خبر دی تو عبدالملک نے اسے سخت تنبیہ کی اور لکھا :-

”یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ تم نے مکہ کے ایک اعرابی کو خوارج کے مقابلہ میں لشکر کشی پر مامور کیا اور مہلب جیسے جنگ آزمودہ اور صاحب عقل و تدبیر شخص کو افسر خراج مقرر کر دیا۔ مہلب کو لکھو کہ وہ خوارج کے مقابلہ کے لیے اہواز جائے، تم بھی اہل بصرہ کو ساتھ لیکر اہواز پہنچو۔ میں نے اپنے بھائی بشر کو کوفہ لکھ دیا ہے، وہ بھی پانچ ہزار کے لشکر سے تمہاری مدد کریگا۔ اور دیکھو مہلب سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام

انجام نہ دو۔

اس حکم کے مطابق، مہلب خوارج کے مقابلہ کے لیے ابواز کی طرف
 بڑھے۔ بصرہ سے خالد بن عبداللہ اور کوفہ سے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث
 ان کی مدد کے لیے بھیج گئے۔

خوارج اس لشکر عظیم کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔
 خالد نے داؤد بن قحذم کو ان کے تعاقب کے لیے روانہ کیا اور خود بصرہ واپس
 چلا گیا۔ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث بھی رستے چلے گئے، اور مہلب ابواز میں مقیم
 ہو گئے۔ داؤد بن قحذم تعاقب کرتے ہوئے اتنی دور نکل گئے کہ ان کے لشکروں
 کے گھوڑے ہلاک ہوئے اور ان کا تمام زادراہ ختم ہو گیا۔ آخر وہ پیادہ پافا
 کشتی کی حالت میں ابواز واپس آئے۔

جس زمانہ میں قطری ابواز میں برسبر پکار تھا، بحرین میں ایک دوسرے
 خارجی سردار ابو فدیك نمودار ہوا۔ اس نے نجدہ میں عام حنفی کو قتل کر کے
 بحرین پر قبضہ کر لیا۔ خالد بن عبداللہ نے ابو فدیك کے مقابلہ کے لیے اپنے
 بھائی امیر امیہ بن عبداللہ کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ ابو فدیك نے
 امیہ کو شکست دیدی۔ عبدالملک کو یہ خبر پہنچی تو اس نے ناراض ہو کر بصرہ
 سے خالد کو معزول کر دیا اور اپنے بھائی بشر بن مروان کو کوفہ کے ساتھ بصرہ
 والی مقرر کر دیا۔ یہ واقعہ ۳۳ھ کا ہے۔

عراقین کی ولایت پر مامور کرنے کے بعد عبدالملک نے بشر کو لکھا
 مہلب کو ازرقہ (خوارج) کے استیصال کے لیے بصرہ کے نامور اور بہا

شہسواروں کے ساتھ روانہ کر دو، اور کوفہ کے بھی جنگ آزمودہ اور شجاع سپاہیوں کا ایک لشکر اس کی مدد کے لیے روانہ کر دو تاکہ یہ دونوں لشکر خوارج کا تعاقب کر کے انہیں نیست و نابود کر دیں۔

بشر کو یہ بات ناگوار گزری کہ عبد الملک نے مہلب کو براہ راست سالار لشکر مقرر کیا اور وہ اس سے جلنے لگا۔ عبد الملک کے حکم کی تعمیل میں بشر نے کوفہ اور بصرہ سے مہلب کی مدد کے لیے دونوں جہیں روانہ کیں، مگر بصرہ سے ایسے آدمی چھانٹے جو میدان جنگ سے فرار ہو جائیں۔ اور کوفہ کی فوج کے سردار عبدالرحمن بن مخنف سے کہہ دیا کہ تم مہلب کے حکم کی تعمیل نہ کرنا اور اسے حقیر و ذلیل کرنے کی کوشش کرنا۔

راہر مزہبچ کر یہ دونوں خوارج جنکے آنے سے امنے مقیم ہو گئے۔ ابھی دس روز ہی گزرے تھے کہ بصرہ سے بشر بن مروان کے انتقال کی خبر آئی۔ اہل کوفہ و بصرہ کی بڑی تعداد اس خبر کو سنتے ہی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئی بشر کے قائم مقام خالد بن عبداللہ نے ہر چند انہیں واپس بھیجنے کی کوشش کی اور عبد الملک کی سزا و عقوبت سے ڈرایا مگر کوئی نہ مانا۔

آخر حجاج بن یوسف ثقفی کوفہ اور بصرہ کی ولایت پر مامور ہو کر آیا اس نے پہلی ہی تقریر میں ان کے جو اس درصمت کر دیے اور تین دن کے اندر اندر میدان جنگ کی طرف روانگی پر مجبور کر دیا۔ اس کی تفصیل حجاج کی امارت عراق کے بیان میں گزر چکی ہے۔

اہل کوفہ و بصرہ جب مہلب اور ابن مخنف کے پاس دوبارہ پہنچے تو

ان دونوں سپہ سالاروں نے خوارج کو رافضیوں سے نکال دیا اور وہ ساہوڑ چلے گئے۔ جہلب اور ابن مخنف ان کے تعاقب میں ساہوڑ پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ جہلب کا یہ دستور تھا کہ جب وہ خوارج کے مقابلہ میں نکلتے تو اپنے لشکر کے گرد خندق کھود لیتے، انہوں نے ابن مخنف کو بھی یہی رائے دی مگر ابن مخنف نے اس مشورہ پر عمل نہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج نے ان کے لشکر پر شجوں مار کر شکست دیدی۔ اور انہیں قتل کر دیا۔ جہلب ساہوڑ میں ایک سال تک مقیم رہے اور خوارج سے لڑتے رہے۔ پھر یوم بستان کے معرکہ میں انہوں نے خوب داد شجاعت دی۔

اس وقت کرمان پر خوارج کا قبضہ تھا اور فارس، جہلب کے ہاتھ میں تھا۔ خوارج کے لیے بڑی دقت یہ تھی کہ فارس سے انہیں رسد وغیرہ کی کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ خوارج کرمان آکر مقیم ہو گئے۔ جہلب نے اپنی فوجوں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، اور کرمان کے ایک شہر حیرفت میں آکر ٹھہرے۔ یہاں کئی بار خوارج سے لڑائی ہوئی۔ آخر جب تمام فارس پر جہلب کا قبضہ ہو گیا تو حجاج نے یہاں اموی حکام کا تقرر کیا اور دارا بجزوا اور اصطخر کی آمدنی خوارج سے جنگ کے لیے وقف کر دی۔

خوارج سے معرکہ آرائی کا سلسلہ بہت طویل ہو گیا تھا۔ حجاج نے برابر بن قبیصہ کو جہلب کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ خوارج کا زیادہ سخت مقابلہ ہونا چاہیے اور اس سلسلہ میں کوئی عذر قبول نہ کیا جائیگا۔ جہلب نے حجاج کا پیغام پہنچتے ہی کل لشکر کو صف آرائی کا حکم دیا۔

مہلب کے سات بیٹے اپنے اپنے دستوں کو ساتھ لے کر میدان جنگ کی طرف
 بڑھے۔ فوجیں فوجوں کے ساتھ بھڑکیں، اور ہتھیار ہتھیاروں کے ساتھ ٹکرائے
 صبح سے دوپہر تک ہولناک لڑائی ہوتی رہی۔ دوپہر سے عصر تک فریقین
 نے آرام کیا۔ عصر کے بعد میدان جنگ گرم ہو گیا اور دونوں طرف کے
 بہادر داد شجاعت دینے لگے، یہاں تک کہ رات کی تاریکی دونوں
 فوجوں کے درمیان حائل ہو گئی۔

برادر بن قبیصہ ایک بلند ٹیلہ پر بیٹھا ہوا لڑائی کا منظر دیکھ رہا تھا۔
 اس نے مہلب سے کہا میں نے تمہارے بیٹوں سے زیادہ جنگ آزمودہ
 اور تمہارے سپاہیوں سے زیادہ جرمی کسی کو نہیں دیکھا، اور تمہارے حریفوں
 سے زیادہ ثابت قدم اور بہادر بھی کسی کو نہیں پایا۔ خدا کی قسم تمہاری طرف
 سے کوئی کوتاہی نہیں ہے۔ مہلب نے برادر کو انعام و اکرام سے کرخصت
 کیا۔ برادر نے اپنی چشم دید شہادت سے مہلب کی معذوری حجاج کے سامنے
 بیان کر دی۔

اس کے بعد مہلب مسلسل اٹھارہ مہینے خوارج سے لڑتا رہا۔ مگر خوارج
 کا زور کسی طرح نہ ٹوٹتا تھا۔ اسی دوران میں خوارج کے لشکر میں ایک ایسا
 واقعہ پیش آیا جس کا کسی کو گمان بھی نہ تھا۔

قطری کی فوج کے ایک افسر مقطر ضبی نے ایک دوسرے خارجی
 کو قتل کر ڈالا۔ یہ دوسرا خارجی بھی اپنی جماعت کا معزز آدمی تھا۔ مقتول کے
 خاندانوں نے قطری سے مقطر کو قصاص میں قتل کرنے کا مطالبہ کیا۔ قطری

نے کہا قائل سے اجہادی غلطی ہوئی ہے، و عالم اور دین دار آدمی ہے۔ میں
 اُسے قتل نہ کرونگا۔ اس بات پر ان میں جھگڑا بڑھا۔ ایک بڑے گروہ نے
 قطری کی بیعت توڑ کر عبد ربہ الکبیر کو اپنا سردار بنا لیا۔ قطری اور عبد ربہ
 الکبیر کے ساتھیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور خوارج آپس ہی میں
 ایک دوسرے سے گتھے گئے۔

حجاج بن یوسف کی بٹے یہ تھی کہ اس وقت ان پر حملہ کر دیا جائے
 مگر حبلب نے کہا جب تک یہ خود ایک دوسرے کو ہلاک کر رہے ہیں ہمیں
 اپنی قوت خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خوارج پورے ایک مہینے تک
 آپس میں گتھے رہے آخر قطری اپنے ساتھیوں کو لے کر طبرستان کی طرف
 چلا گیا اور کرمان پر عبد ربہ الکبیر قابض ہو گیا۔

حبلب نے اب عبد ربہ الکبیر پر فوج کشی کی، اور کسے حیرت میں
 محصور کر دیا۔ خوارج نے بھلے گئے کا ارادہ کیا۔ حبلب نے انہیں راستہ
 دیدیا۔ مگر دور جانے پر انہیں روک لیا۔ یہاں فریقین میں ہولناک لڑائی
 ہوئی۔ خوارج اس زور شور سے لڑے کہ حبلب نے اقرار کیا کہ اس سے پہلے
 اتنی سخت جنگ سے سابقہ نہ پڑا تھا۔ لیکن آخر کار خوارج نے شکست کھائی
 اور ان کی اکثر فوج میدان جنگ میں کھیت رہی۔ حبلب کو بے شمار مال
 غنیمت ہاتھ آیا۔ خوارج کی عورتیں باندیاں بنالی گئیں۔ کیونکہ خوارج بھی
 عام مسلمانوں کے ساتھ ہی سلوک کرتے تھے۔

حبلب کی قدر افزائی | اس فتح عظیم کی خبر حبلب نے ایک قاصد کے

ذریعہ حجاج کو بھی حجاج نے قاصد سے مہلب کے بیٹوں کے اوصاف پوچھے تو اس نے بیخاندہ انداز میں ہر ایک کی خصوصیات بیان کیں۔ حجاج نے کہا:

ان میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ قاصد نے جواب دیا:

”یہ سب ایک چوڑی زرہ کی مانند ہیں جس کا کنارہ نہیں ملتا“

حجاج نے مہلب کو لکھا کہ جن لوگوں نے میدان جنگ میں عمدہ خدمات انجام دی ہیں ان کو ان کی خدمات کا صلہ دو جو لوگ ان خدمات میں ممتاز رہے ان کو انعام و اکرام سے سرفراز کرو، جسے لائق سمجھو کرمان کا حاکم اور فوج کا سپہ سالار مقرر کرو، اور خود مجھ سے کوفہ آکر ملو۔

مہلب نے اپنے بیٹے یزید بن مہلب کو کرمان کا حاکم مقرر کیا اور خود کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

مہلب کوفہ پہنچا تو حجاج نے اُس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ دربار منعقد کر کے مہلب کو اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ مہلب کی تعریف و توصیف کی اور درباریوں سے کہا:-

”اے اہل عراق! مہلب تمہارا آقا ہے اور تم اُس کے غلام ہو“

پھر لقیہ بن تمیر کا مشہور قصیدہ جس کا پہلا شعر یہ ہے:-

وقتلوا امرکم الله درکم رجب الذراع باہر الحرب مضطلعاً

فدا تمہارا بھلا کرے انہوں نے تمہارا سردار اس شخص کو بنایا ہے جو بہادر اور فن

جنگ کا ماہر ہے!

سنا کر کہا اے مہلب تمہارے اوصاف اس قصیدہ کے مضمون کے مطابق ہیں

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ازارقہ کا پہلا سردار قطری اپنے
قطری کا قتل | ساتھیوں کو لے کر طبرستان کی طرف نکل گیا تھا، عبد

ربہ البیر کی ہلاکت کے بعد، حجاج نے سفیان بن ابرد کو اسحاق بن محمد بن
 اشعث کے ساتھ ایک بڑی فوج دے کر قطری کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔
 سفیان نے طبرستان کے کسی درہ میں قطری کو جاگھیرا قطری کے ساتھیوں
 نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ تنہا اپنی جان بچانے کی کوشش میں سرگرد
 تھا کہ گھوڑے سے نگر کر کسی گھائی میں جا پڑا اور زخمی ہو گیا۔ کچھ اہل کوفہ
 نے اُسے دیکھ پایا اور قتل کر دیا۔

قطری کے قتل کے بعد، سفیان نے اُس کے ساتھیوں کا تعاقب
 کر کے انہیں قصر قوس میں گھیر لیا۔ یہ لوگ جب محاصرہ سے تنگ آ گئے
 جان پر کھیل کر نکلے۔ اور بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے سب کے سب مقتول
 ہوئے یہ واقعہ مشہور ہے۔

قطری کے قتل سے خوارج کے فرقہ ازارقہ کی سرگرمیاں جو بیس
 سال سے ملک کے امن و امان کو برباد، اور ملت کو عروج کی شاہراہ سے آ
 ہوئے تھیں، ختم ہو گئیں۔

ازارقہ کا فتنہ ابھی نہیں دبا تھا کہ جزیرہ
ہنگامہ صالح و شبیب | میں ایک نئی شورش شروع ہو گئی۔

بن سرح تمیمی ایک عالم و زاہد شخص تھا جس کے شاگردوں اور معتقد
 کا سلسلہ موصل اور جزیرے کے علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ ایک دن صالح

اپنی جماعت کو جمع کر کے کہا:-

بنی اُمیہ کے مظالم روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں، اور عدل و انصاف مٹتا جا رہا ہے، حکام وقت نے جو روجفا پر کمر باندھ رکھی ہے۔ حق کا پاس اور خدا کا خوف انہیں نہیں رہا۔ اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے، اللہ کا نام لے کر باطل کے مقابلہ میں صفت آرا ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

ایک دوسرا خارجی سوار شیب بن نعیم شیبانی بھی اسی زمانہ میں بنی اُمیہ کے خلاف خروج کی تیاریاں کر رہا تھا اُسے جب صلح کے ارادے کا علم ہوا تو اس نے اس کی جماعت میں شامل ہو کر کام کرنے کی درخواست کی۔

غرض صلح اور شیب دونوں نے صفر ۶ھ میں ایک سو بیس رفقاء کے ساتھ مقام دارا میں بنی اُمیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ محمد بن مروان حاکم جزیرہ نے عدی بن عدی کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ عدی نے پہلے مصائب کا پیغام بھیجا۔ صلح نے اُسے رد کر دیا۔ آخر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ عدی نے شکست کھائی اور اس کا سامان جنگ صلح کے ہاتھ آیا۔

محمد بن مروان نے خالد بن جزد، حارث بن جعونہ کی ماتحتی میں تین ہزار کا ایک اور لشکر صلح کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ مقام ابد میں فریقین میں سخت جنگ ہوئی صلح نے جب دیکھا کہ غنیم پر غالب آنا مشکل ہے تو وہ اپنے لشکر کو لے کر جزیرہ اور موصل کے علاقہ سے نکل گیا اور دسکر پہنچ کر پراؤ ڈال دیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی کو معلوم ہوا کہ یہ فتنہ اس کی حدود میں آ گیا ہے تو اس نے تین ہزار کا لشکر دے کر حارث بن عمیر کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ مقام مدینہ میں صالح نے نوے ساتھیوں کے ساتھ اس لشکر کا مقابلہ کیا۔ صالح نے شکست کھائی اور مقتول ہوا۔

صالح کے قتل ہونے کے بعد اس کے ساتھیوں نے شبیب کو اپنا امیر منتخب کیا۔ شبیب نے اچانک حارث کے لشکر پر چھا پانا کر اسے قتل کر دیا۔ حارث کا لشکر ہزیمت کھا کر مدائن چلا گیا۔

اب شبیب نے اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کو لے کر جن کی تعداد دو سو سے زیادہ نہ تھی، عام تاخت و تاراج شروع کر دی۔ حجاج نے یکے بعد دیگرے ان کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں، لیکن شبیب نے سب کو شکست دی۔

آخر شبیب کی جرأت یہاں تک بڑھ گئی کہ وہ لوٹ مار کرتا ہوا، حجاج بن یوسف کے دارالامارت کوفہ میں داخل ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر وہ بے باکانہ قصر امارت کی طرف بڑھا اور اپنے گرز سے قصر کے دروازہ پر ضربیں لگائیں۔ پھر جامع مسجد ہینچا اور وہاں کچھ لوگوں کو قتل کیا، پھر شہر کے مختلف حصوں میں کشت و خون کرتا ہوا کوفہ سے نکل گیا۔

حجاج نے پے درپے عراقی فوجوں کو شبیب کے مقابلہ کے لیے بھیجا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکیں، شاہی فوجوں کے مقابلہ میں شبیب کی یہ کامیابیاں دیکھ کر عراق کے کچھ فنورش پسند بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔

کچھ دن بعد پھر شبیب نے آٹھ سو آدمیوں کو ساتھ لے کر کوفہ کے ارادہ سے مدائن کا رخ کیا۔ بابل صروز کے زمیندار نے حجاج کو شبیب کی نقل و حرکت کی خبر دی۔ حجاج نے فوراً اہل کوفہ کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا:-

اے لوگو! تم اپنے مال و دولت کی حفاظت اور ملک کی مدافعت کی خاطر لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ورنہ میں یہ کام ایک ایسی قوم کے سپرد کر دوں گا جو تم سے زیادہ صبر آزما اور اطاعت گزار ہوگی۔ وہ تمہارے دشمن سے مقابلہ کریگی، اور تمہارے حصہ کا مال غنیمت بھی حاصل کریگی۔

حجاج کی اس تقریر سے اہل کوفہ میں جوش بھیل گیا، اور عراقیوں کی بہت بڑی تعداد نے شبیب سے جنگ کرنے کے لیے اپنے نام پیش کیے۔ لیکن حجاج نے عراقیوں پر بھروسہ نہ کیا، اور عبد الملک کو کل حالات سے مطلع کر کے شامی فوج مدد کے لیے طلب کی۔ عبد الملک نے چھ ہزار منتخب شامی فوج سفیان بن ابرد کلبی اور حبیب بن عبد الرحمن کی زیر سرگردگی کوفہ کی حفاظت کے لیے روانہ کر دی۔ ابھی شامی فوج راستہ ہی میں تھی کہ حجاج نے پچاس ہزار عراقیوں کا لشکر عظیم عتاب بن ورقار کی ماتحتی میں شبیب کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ حجاج نے رخصت کرتے وقت کہا "اگر تم لوگوں نے پہلے کی طرح بزدلی کا اظہار کیا تو تمہیں ظالم حاکموں کے حوالہ کر دوں گا، اور لشکر گراں سے پیس ڈالوں گا۔"

سامایا کے قریب شبیب اور عتاب کا مقابلہ ہوا۔ عراقی بہادری کے ساتھ لڑے مگر خوارج کی جان کی بازی نے جلد ہی ان کے پیر اکھاڑ دیے۔ مقام حیرت ہے کہ ایک ہزار خارجیوں نے پچاس ہزار عراقیوں کو شکست فاش دی۔ عتاب بن ورقار اور اس کا دوسرا بہادر ساتھی زہر بن حویہ میدان جنگ میں مقتول ہوئے۔

اس دوران میں حجاج کے پاس شامی افواج پہنچ چکی تھیں اور وہ عراقیوں کی امداد سے مستغنی ہو گیا تھا۔ اس نے ایک تقریر میں اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:-

”اے اہل کوفہ جو شخص تمہارے ذریعہ غلبہ حاصل کرنا چاہے خدا کرے وہ کبھی غالب نہ ہو اور جو تمہاری مدد سے کامیابی حاصل کرنا چاہے، خدا کیے وہ کبھی کامیاب نہ ہو۔ تم ہمارے سامنے سے دفع ہو جاؤ اور کسی لڑائی میں ہمارے ساتھ شریک نہ ہو، جاؤ حیرہ میں جا کر یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ بود و باش اختیار کرو۔“

شبیب سامایا سے سو را آیا اور وہاں سے مقام حمام العین میں آکر مقیم ہوا۔ حجاج نے حارث بن معاویہ ثقفی کو ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ جو عتاب کے لشکر میں شامل نہ تھے اُسے روکنے کے لیے روانہ کیا۔ شبیب نے حارث کو قتل کر دیا اور کوفہ کے کنارے آکر مقیم ہوا۔ اس مرتبہ حجاج خود شامی افواج کو اپنے ساتھ لے کر کوفہ سے نکلا اور

طرف فوجیں صف آرا ہو چکیں تو جحجح نے شاہمیوں کا دل بڑھانے کے لیے ایک پرچوش تقریر کی اور کہا:-

”اے اہل شام تم مطیع و فرمانبردار اور بہادر و جان نثار لوگ ہو،
دیکھو ان ناپاک دشمنوں کا باطل تمہارے حق کو مغلوب نہ
کرے۔ اپنی آنکھیں بند کر لو، گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ اور اپنے
نیزوں کی انہیاں دشمنوں کی طرف بڑھا دو۔“

آخر مقابلہ شروع ہوا شامی پتھریلی زمین کے سنگریزوں کی طرح زمین
سے چمٹ گئے، اور خارجیوں کو نیزوں پر لے لیا۔ خارجی بھی اپنی روایتی
بہادری کے ساتھ لڑتے سارے دن ہولناک لڑائی جاری رہی۔ اور
فریقین ایک دوسرے کی بہادری کا لوہا مان گئے۔

آخر خالد بن عتاب نے شبیب پر عقب سے حملہ کیا۔ اس کے
بھائی مصاد اور اس کی بیوی غزالہ کو قتل کر دیا اور اس کے خیمہ میں آگ
لگا دی۔ شبیب نے یہ حالت دیکھی تو اپنے ساتھیوں کو لے کر پیچھے ہٹ آیا۔
جحجح نے مقابلہ بند کر دیا اور شبیب کو موقع نکل جانے کا دیدیا۔ یہ پہلا موقع
تھا کہ شبیب نے شکست کا منہ دیکھا۔ جحجح نے کہا ”خدا کی قسم آج سے پہلے
کبھی شبیب کا مقابلہ ہی نہیں کیا گیا“

شبیب پہلے اتنا رگیا۔ پھر دریائے دجلہ کو عبور کر کے اپنا زینچا
پھر فارس ہوتا ہوا کرمان آیا، اور ستانے کے ارادہ سے مقیم ہو گیا۔ شبیب
ہاں کہیں بھی اپنا شامی فوجیں بھی اس کے تعاقب میں وہیں پہنچیں۔

اور فریقین میں ہولناک معرکے ہوئے۔

شہیب آرام سے فارغ ہو کر کرمان سے لوٹا تو اہواز میں دجیل کے پل پر سفیان بن ابروہ سے اس کی آخری معرکہ آرائی ہوئی۔

دریل کے ایک کنارے پر سفیان شامی فوجوں کو لیے پڑا تھا، اور دوسرے کنارے پر شہیب شہیب اپنی عادت کے مطابق دریا کو پار کرنے کے اپنے حریف پر حملہ آور ہوا۔ دونوں فوجیں بڑی بہادری اور ثابوت قدمی کے ساتھ سائے دن لڑتی رہیں۔ شام ہوتے خارچیوں نے شامیوں پر تلواروں اور نیزوں سے سخت حملہ کیا اور انہیں چور چور کر دیا۔ سفیان نے شامیوں کے قدم ڈنگلاتے دیکھے تو انہیں تیرباری کا حکم دیا۔ خوارج نے پوری طاقت سے شامیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ شہیب چاہتا تھا کہ سفیان پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دے مگر تاریکی اس قدر چھا گئی تھی کہ ایک دوسرے کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس لیے شہیب نے لڑائی کو ختم کر دیا اور رات گزارنے کے لیے اپنی قیام گاہ کو واپس ہوا۔

شہیب دریا کا پل عبور کر رہا تھا کہ ایک گھوڑی کو دیکھ کر اس کا گھوڑا بند کا اور شہیب دریا میں گر کر غرق ہو گیا۔ گرتے وقت اُس نے کہا:
لِيَقْضِيَ اللهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا أَوْ رَجِبَ وَهُوَ غَوْطٌ كَمَا كَرَّ أَبْجَرًا تَوَّاسًا كِي زَبَانٍ
سے نکلا: ذَاكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

۱۶۷ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۶۷

اس طرح اس بہادر کی شمع حیات جس سے ہمیشہ گھر میں آگ لگتی رہی
 دریائے دجیل کے پانی میں گل ہو گئی۔

فتوحات

اگرچہ یہ زمانہ فتنہ و فساد کا تھا، باہمی اختلافات کی گھنگھور گھٹائیں
 ہر طرف چھائی ہوئی تھیں، تاہم جب کبھی موقع ملا مسلمانوں کی برق با
 تلوار دشمنوں پر چلی، اور ان کی حرلیں نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔

مہلب بن ابی صفرہ جب خوارج کا زور توڑ چکا، تو
 مشرقی فتوحات | حجاج نے اسے خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ چنانچہ
 ۶۸۷ء میں اس نے شریخ کو پار کیا اور کیش میں جا کر مقیم ہوا۔ مہلب کے ساتھ
 پانچ ہزار فوج تھی اور اس کے رفیق ابوالادہم زبانی کے ساتھ جو ایک شجاع
 اور مدبر افسر تھا، تین ہزار فوج تھی۔

مہلب کیش میں مقیم تھا کہ شاہ قتل کا چیرا بھائی اس سے آکر ملا۔
 اسے قتل سے لڑنے کی ترغیب دی۔ مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو اس کے
 ساتھ کر دیا۔ یزید اور شاہ قتل کا چیرا بھائی برابر اپنی فوجیں ڈالے پڑے
 تھے کہ شاہ قتل نے اپنے چہرے بھائی پر شیخون مارا۔ یزید نے اپنے لشکر
 کو آگاہ کرنے کے لیے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ شاہ قتل کا چیرا بھائی سمجھا کہ مسلمانوں
 نے اس کے ساتھ بد عہدی کی اور اس پر حملہ کر دیا۔ اس افراتفری میں شاہ
 قتل نے اپنے چہرے بھائی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

یزید بن حہلب نے شاہِ ختل کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ نے مجبور ہو کر جزیرہ پر مصالحت کر لی۔ یزید اپنے باپ حہلب کے پاس لوٹ گیا۔ حہلب نے اپنے دوسرے بیٹے حبیب کو شاہِ بخارا کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ شاہِ بخارا چالیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلا۔ دونوں میں کئی مرتبہ لڑائیاں ہوئیں۔ مگر کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا۔ حبیب واپس لوٹ آیا۔

حہلب کشمیر میں دو سال تک مقیم رہا۔ بعض مشیروں نے پیش قدمی کی رائے دی۔ مگر حہلب نے کہا۔ جو فتوحات ہو چکی ہیں، وہی کافی ہیں۔ اب اگر میں اپنی فوج کو صحیح سلامت لے کر مرو پہنچ جاؤں تو یہی عنایت ہے۔ حہلب سے اہل کشمیر نے جزیرہ پر صلح کر لی۔

حہلب کشمیر ہی میں مقیم تھا کہ اسے اپنے بیٹے طمغیرہ کی (جو مرو میں اس کا قائم مقام تھا) خبر وفات پہنچی۔ حہلب کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے اپنے دوسرے بیٹے یزید کو مرو کا عامل بنا کر روانہ کیا اور زر جزیرہ وصول کرنے کے بعد خود بھی جلد ہی مرو کے ارادہ سے روانہ ہو گیا۔

حہلب ابھی مرو روانہ ہی پہنچا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ جب اس کی وفات حہلب کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنی اولاد کو جمع کر کے کہا: "میں اپنے بعد یزید کو خاندان کا سرپرست بنانا ہوں، تم سب اس کی تابعداری کرنا۔" پھر اس نے کچھ تیرنگے اور انہیں رسی سے بندھوا دیا، اور اپنی اولاد سے پوچھا کیا تم انہیں توڑ سکتے ہو؟ آل حہلب نے جواب

”نہیں“ مہلب نے کہا اگر انہیں الگ الگ کر دیا جائے تو توڑ سکتے ہو؟
 مہلب نے جواب دیا ”ہاں توڑ سکتے ہیں“ مہلب نے کہا بس اتحاد
 اختلاف میں یہی فرق ہے۔ تم سب کو میل مہل کر رہنا چاہیے۔ پھر مہلب
 نے حسب ذیل وصیتیں کیں:-

”میں تمہیں خوفِ خدا اور صلہِ رحم کی وصیت کرتا ہوں،
 اس سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے، مال میں زیادتی ہوتی ہے
 اور قوتِ طہمتی ہے۔ بے رحمی اور ظلم سے منع کرتا ہوں کہ
 اس کا نتیجہ آخرت میں دوزخ اور دنیا میں قلتِ ذلت
 ہے۔ ایک دوسرے کی اطاعت و فرماں برداری اور اتحاد
 و اتفاق کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ دیکھو جو کچھ کہو اس سے زیادہ
 کر دکھاؤ۔ زبان سے بات نکالتے وقت خوب سوچ لو
 اور زبان کی لغزش کے نتائج سے ڈرو۔ کیونکہ آدمی کا قدم
 لڑکھڑائے تو وہ سنبھل سکتا ہے اور زبان لڑکھڑائے تو وہ
 ہلاک ہو جاتا ہے۔“

اپنے پاس آنے جانے والوں کے حقوق کا خیال رکھو،
 ان کی صبحِ شام کی آمد و رفت تمہاری یاد دہانی کے لیے
 کافی ہے۔ سخاوت کو نخل پر ترزیح دو۔ بھلائی کو عزیز رکھو
 اور سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اگر تم کسی عربی سے بھلائی
 کا وعدہ بھی کرو گے تو وہ تمہارے لیے اپنی جان قربان کر دیگا

لڑائی کے موقع پر تدبیر اور چالاکی سے کام لو۔ کیونکہ یہ بہادری سے زیادہ مفید ہے۔ جب لڑائی شروع ہوتی ہے تو تقدیر الہی ہی اس کا فیصلہ کرتی ہے۔ لیکن اگر تدبیر سے کام لے اور کامیاب ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ اپنا فرض صحیح طور پر انجام دیا اور کامیاب ہوا۔ اور ناکام ہونے کو کہا جاتا ہے کہ کوشش میں کسر نہیں چھوٹی مگر تقدیر میں کامیابی نہ تھی۔ تم قرآن مجید کی تلاوت کو ضروری سمجھو، سنتہ رسول اللہ کی تعلیم حاصل کرو، اور بزرگان دین کے طرز طریقوں پر کاربند ہو۔ دیکھو اپنی مجلسوں میں فضول گفتگو نہ کیا کرو۔

مہلب کی یہ وصیتیں بہ نوجوان کے لئے بہترین نصیحتیں ہیں، جو زندگی کی کھٹن منزل میں مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں۔

ذی الحجہ ۸۳ھ میں مہلب نے انتقال کیا۔ عبد الملک نے اس کی وصیت کے مطابق اُس کے بیٹے یزید بن مہلب کو خراسان کا حاکم برقرار رکھا۔ یزید نے اپنے داماد حکومت میں نیرک کے قلعہ ہادغیس کو فتح کیا۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط و مستحکم تھا۔ نیرک جب اس میں داخل ہوا تو تعظیماً اس کے سامنے سجدہ کرتا تھا۔ یزید نے جب اس پر قبضہ کر لیا تو نیرک نے درخواست کی کہ اُسے اپنے اہل و عیال کو لے کر نکل جانے کا موقع دیا جائے۔ یزید نے درخواست منظور کر لی۔ اس قلعہ میں قہمتی خزانے اور سامان کے ذخیرے تھے۔ یہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

اَلِ جہلب کی معزولی | اَلِ جہلب کے عظیم الشان کارناموں اور ان کی داد و مدح کی وجہ سے ان کا اثر و اقتدار روز بروز

بڑھ رہا تھا۔ حجاج نے اس کو خطرے کی نظر سے دیکھا اور عبد الملک بن مروان سے کہا کہ یہ خاندان "زبیریہ" ہے۔ یزید کو خراسان جیسے ملک کی حکومت پر برقرار رکھنا مصلحت نہیں۔ مگر عبد الملک نے حجاج کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ جب حجاج نے یزید کی معزولی پر زیادہ زور دیا تو لکھا کہ یزید کو معزول کچھ کے مں کے بھائی مفضل کو خراسان کا حاکم مقرر کر دو۔

چنانچہ ۸۵ھ میں یزید ولایت خراسان سے معزول ہوا اور اس کا جانی مفضل اس کا جانشین مقرر ہوا۔ یزید جب خراسان سے خوارزم و فتح کرتا ہوا عراق لوٹا تو وہ جس شہر سے گزرتا تھا، وہاں اُس کے اعزاز میں راستہ میں پھولوں کا فرش بچھایا جاتا تھا۔

مفضل نے اپنے زمانہ حکومت میں باد غیس پر فوج کشی کی اور اُسے فتح کیا پھر اُس نے آفرون اور شوآن پر حملہ کیا۔ یہاں مسلمانوں کو بہت ال غنیمت ہاتھ آیا۔ مفضل بیت المال میں روپیہ جمع نہ کرتا تھا۔ بلکہ جو کچھ ہاتھ لگتا اُسے فوراً تقسیم کر دیتا تھا۔

حجاج نے جب یزید کو معزول کر کے مفضل کو اس کا جانشین منتخب لیا تو یزید نے مفضل سے کہہ دیا تھا کہ حجاج نے میری مخالفت کے ڈر سے تمیں میرا جانشین مقرر کیا ہے۔ تم اپنا فرمانِ تقریر نقش بر آب سمجھو۔ یزید کی یہ

رائے بالکل درست نکلی۔ ابھی مفضل کو حکومت کی مسند پر فائز ہوئے تو عین ہی گزرے تھے کہ اس کی معزولی کا فرمان آگیا اور قتیبہ بن مسلم باہلی اس کا جانشین مقرر ہوا۔ اس جلیل القدر فاتح کے کارنامے آئندہ بیان کیے جائیں گے۔

نیرید کے عہد کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ۶۲ھ

افریقہ فتوحات

میں کسیلہ بن مکرم بربری نے عقبہ بن نافع کو شکست دے

کر تمام شمالی افریقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ قیروان کی اسلامی نوآبادی بھی اس کے رحم و کرم پر تھی۔ ۶۹ھ میں جب عبد الملک بن مروان کو ادھر توجہ کرنے کا موقع ملا تو اس نے زہیر بن قیس بلوی کو افریقہ کا والی مقرر کیا اور ایک زبردست فوج کے ساتھ قیروان پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔

زہیر بن قیس قیروان پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ کسیلہ قیروان چھوڑ کر ممش جا چکا ہے۔ زہیر نے تین دن شہر کے باہر آرام کیا۔ پھر کسیلہ کے عقب میں روانہ ہو گئے۔ ممش کے قریب پہنچ کر مسلمانوں کا بربریوں سے مقابلہ ہوا کسیلہ کے ساتھ بربریوں کے علاوہ رومیوں کی بھی بہت بڑی جمعیت تھی۔ دونوں فوجوں میں خونریز جنگ ہوئی۔ فریقین جان توڑ کر لڑے۔ آخر کامیابی نے مسلمانوں کے قدم چومے۔ کسیلہ اور اس کے ساتھ بڑے بڑے بربری اور سردار میدان جنگ میں کام لے۔

اس فتح کے بعد زہیر قیروان ہوتے ہوئے برقہ کی طرف روانہ ہوئے ادھر رومیوں نے برقہ کو خالی پا کر جزیرہ صقلیہ سے بہت بڑی تعداد میں فوج لے کر برقہ پر حملہ کر دیا تھا۔ زہیر برقہ کے قریب پہنچے تو انہیں اس آفت ناگہانی کی

خبر ہوئی۔ اگرچہ وہ جنگ کے ارادہ سے نکلے تھے، لیکن اپنی مٹھی بھر جماعت کو لے کر مردانہ وار مقابلہ پر آگئے۔ رومیوں اور مسلمانوں کی تعداد میں کوئی تناسب نہ تھا۔ زہیر اور ان کے تمام ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہوئے۔ رومیوں نے لوٹ کھسوٹ کر قسطنطنیہ کا راستہ لیا۔

عبدالملک کو اس حادثہ کی خبر ہوئی تو اسے بڑا رنج ہوا، مگر چونکہ وہ عبداللہ بن زبیر سے لڑائی میں مشغول تھا اس لیے کچھ نہ کر سکا۔ عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد شام میں عبدالملک نے ایک عظیم الشان لشکر مرتب کیا اور حسان بن نعمان غسانی کو افریقہ کا والی بنا کر اس لشکر کے ساتھ افریقہ روانہ کیا۔

حسان پہلے قیروان پہنچے اور وہاں سے تیاریوں کے بعد، قرطاجنہ پر حملہ آور ہوئے۔ قرطاجنہ کا بادشاہ افریقہ کا سب سے بڑا بادشاہ تھا۔ مسلمانوں کو اس سے مقابلہ کرنے کا ابھی تک اتفاق نہ ہوا تھا۔ مسلمان قرطاجنہ پہنچے تو وہاں رومیوں اور بربریوں کی بے شمار فوج کو مقابلہ کے لیے تیار پایا۔ فریقین میں خونریز جنگ ہوئی۔ آخر رومی اور بربری میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے کچھ سسلی کی طرف فرار ہو گئے اور کچھ نے اسپین کی راہ لی۔ حسان نے قرطاجنہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور برقبہ پر رومیوں کی غارتگری کا پورا بدلہ لیا۔

حسان کو معلوم ہوا کہ کچھ رومی اور بربری صطفورہ اور نیرت میں جمع ہو کر دوبارہ مقابلہ کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ حسان نے فوراً ان کو جالیا اور شکست

فاش دی۔ اس کے علاوہ حسان نے اور بھی جہاں کہیں رومیوں اور بربروں کی طاقت پائی اُسے کچل دیا۔ حسان کی ان فتوحات سے مسلمانوں کا اٹھا ہوا اقتدار پھر افریقہ میں قائم ہو گیا۔ اب حسان کی فوج تھک گئی تھی۔ زخمیوں کی تعداد بھی کافی تھی، اس لیے حسان قیروان لوٹ گئے۔

جب کچھ دن آرام کر کے فوج تازہ دم ہو گئی تو حسان نے معلوم کیا کہ افریقہ کے بادشاہوں میں سے کوئی طاقتور بادشاہ تو باقی نہیں رہ گیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ بلکہ وایہ جو کاہنہ کے نام سے مشہور ہے اور حبش اور اس میں حکمراں ہے۔ اب افریقہ کی سب سے بڑی طاقت ہے کیسلہ کے قتل کے بعد تمام بربروں نے اسی کو اپنا سردار تجویز کیا ہے۔ اگر اُسے قتل کر دیا گیا تو افریقہ میں امن و امان ہو جائیگا۔

حسان مناسب جمعیت کے ساتھ کاہنہ کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ کاہنہ نے اس خیال سے کہ حسان قلعوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ باغیہ کے مضبوط قلعہ کو گرا دیا۔ لیکن حسان آگے بڑھے چلے گئے۔ اور نہزینی پر ملکہ کاہنہ کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ ایک خونریز معرکہ کے بعد مسلمانوں نے شکست کھائی۔ کثیر تعداد قتل ہوئی اور کچھ گرفتار ہو گئے۔ اس شکست سے افریقہ کے اسلامی مقبوضات پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے اور حسان کو برفہ لوٹنا پڑا۔

عبدالملک اس زمانہ میں خوارج سے ہنگامہ آرا تھا۔ اس لیے حسان کی مدد نہ کر سکا۔ ملکہ کاہنہ پانچ سال تک افریقہ پر قابض رہی مگر اس نے اہل افریقہ سے اچھا برتاؤ نہ کیا، اس کے ظلم و ستم سے سب تنگ آ گئے۔

میں جب حالات بہتر ہوئے عبدالملک نے کثیر تعداد میں فوج اور سامانِ حسان کے پاس بھیجا۔ اور اسے کاہنہ سے مقابلہ کرنے کے لیے افریقہ جانے کا حکم دیا۔ ملکہ کاہنہ نے پہلی لڑائی میں جن لوگوں کو قید کر لیا تھا، ان میں ایک نوجوان خالد بن یزید قیس بھی تھے۔ خالد بن یزید کو ان کی بعض خوبیوں کی وجہ سے ملکہ کاہنہ نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ حسان نے فوج کشی سے پہلے ایک خط دریافت حالات کے لیے خفیہ طور پر خالد کے نام بھیجا۔ خالد نے جواب دیا کہ اس وقت بربری منتشر ہو چکے ہیں حملہ کے لیے اچھا موقع ہو گا ہنہ کو کسی طرح اس پیام و سلام کی خبر ہو گئی اس نے اس خیال سے کہ مسلمان سیم وند اور مال و دولت کے لالچ میں بار بار افریقہ پر حملہ کرتے ہیں، افریقہ کے سب قلعوں کو پر باد اور تمام ملک کو ویران کر دیا۔

ملکہ کی اس حرکت سے اس کی تمام رعایا اس کے خلاف ہو گئی جب حسان اپنی فوج لے کر افریقہ میں داخل ہوا تو بربریوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور ملکہ کے مقابلہ میں اس کا ساتھ دیا حسان جب قابس، قفصہ، قسطلیہ اور نغزادہ پر قبضہ کرنا ہوا دار الحکومت کے قریب پہنچا تو ملکہ کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ تم خالد کے ساتھ اسلامی فوج کے سپہ سالار کے پاس جا کر اپنی جان بخشی کرالو میں اب زندہ نہ بچ سکو گی، چنانچہ اس کے دونوں بیٹوں نے اپنی جان بخشی کرالی اور حسان کے پاس ہی رہ گئے آخر ملکہ کاہنہ اور حسان کی فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا مسلمان کامیاب ہوئے اور ملکہ کاہنہ گرفتار ہو کر قتل ہوئی۔

اس شکست کے بعد مسلمان پھر تمام افریقہ پر قابض ہو گئے اور اس سرزمین میں ان کا کوئی حریف نہ رہا۔ حسان نے امن عام کا اعلان کر دیا۔ بارہ ہزار ہجرت اسلامی فوج میں بھرتی ہوئے اور ان کا سردار کاہنہ کے دونوں بیٹوں کو بنایا گیا۔ حسان اب قیروان سے واپس آ گئے اور عبدالملک کی موت تک وہیں مقیم رہے۔ اس دوران میں انہوں نے اشاعت اسلام کی طرف توجہ کی اور بربریوں کی بڑی تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔

شمالی فتوحات | افریقہ کے میدانوں کے علاوہ شام کے ساحلی شہروں میں بھی مسلمانوں کی رومیوں سے معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ شام میں جب عبدالملک مصعب بن زبیر کے مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا رومیوں نے یکایک شام کے ساحلی شہروں پر حملہ کر دیا۔ عبدالملک نے مصالحت وقت دیکھ کر رومیوں سے ایک ہزار دینار فی ہفتہ پر صلح کر لی، لیکن جیسے ہی اسے اندرونی شورشوں سے نجات ملی اس نے 'ستوائی' اور 'صوائف' کی دوبارہ تنظیم کی اور بلاد روم پر فوج کشی شروع کر دی۔ پہلے قیساریہ میں عبدالملک نے رومیوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کر لی۔ پھر ۸۱ھ میں عبید اللہ بن عبید اللہ نے عبدالملک کے قافلہ کو فتح کیا۔ پھر ۸۲ھ میں عبید اللہ نے نصیبہ کو فتح کیا۔ نصیبہ کی فتح کے بعد وہاں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو آباد کیا گیا اور ایک قلعہ تعمیر کر کے تین سو پانچ سو سالوں کی حفاظت پر مامور کیا گیا۔

مروان نے اپنے بعد ترتیب وار عبدالملک اور عبدالعزیز بن **ولی عہدی** | مروان کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ ۸۵ھ میں عبدالملک نے

اپنے بھائی عبدالعزیز کو جو اس زمانہ میں مصر کے والی تھے، معزول کر کے اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد بنانا چاہا۔

عبدالملک نے اس معاملہ میں قبیصہ بن ذویب سے جو اس کا پرائیوٹ سکریٹری تھا مشورہ کیا تو اس نے توقف کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن روح بن زبعل جذامی سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ یہ کام بہ آسانی ہو سکتا ہے۔ ابھی عبدالملک عبدالعزیز کی تدبیریں ہی سوچ رہا تھا کہ عبدالعزیز کی موت کی خبر آگئی۔ اب عبدالملک نے ترتیب وار اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد مقرر کیا اور حکام کو ان کی بیعت کے لئے لکھا۔ سب نے بیعت کر لی۔

البتہ فقیر مدینہ اور مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا:۔

”میں ایک خلیفہ کی زندگی میں دوسرے کی بیعت نہیں کر سکتا“

والی مدینہ ہشام بن اسمعیل نے حضرت سعید بن مسیب کو مجبور کیا اور جب وہ نہ مانے تو انہیں کوڑوں سے پٹوایا اور شہر میں تشہیر کر کے قید کر دیا۔

عبدالملک کو خبر پہنچی تو اس نے ہشام کو ملامت کی اور لکھا:۔

”سعید کا دل ہمارے ہی طرف سے صاف ہوا مار پیٹ کی بجائے

ان کے ساتھ اپنائیت اور محبت کا سلوک کرنا چاہیے۔“

وقات عہد الملک | وسط شوال ۸۶ھ میں عبدالملک بن مروان نے دمشق میں انتقال کیا۔ جب اس کا وقت

قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو حسب ذیل وصیت کی:۔

”میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ

بہترین زیور، اور سب سے محفوظ جاکے پناہ ہے، بڑوں کو چھوٹوں
 پہنہرانی کرنا چاہیے اور چھوٹوں کو بڑوں کا حق پہچاننا چاہئے
 مسلمہ کا خیال رکھنا اور اس کی رائے پر عمل کرنا کیونکہ وہ
 تمہارا قوتِ بازو ہے۔ حجاج کا احترام کرنا کہ اس نے تمہارے
 لیے حکومت کا میدان صاف کر دیا ہے۔ ایک ماں کے نیک بیٹی
 بنے رہنا اور آپس میں محبت سے رہنا شریفوں کی طرح لڑائی
 سے منہ نہ پھیرنا، کیونکہ موت اپنے وقت پر ہی آتی ہے نیکی کا منہ
 بننا کیونکہ اس کا ثواب اور اس کی یاد دہانی رہتی ہے، بھلائی
 شریفوں ہی کے ساتھ کرنا۔ وہی اسے یاد رکھتے ہیں اور اس کا
 شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خطاکاروں کی خطاؤں کو نگاہ میں رکھنا اگر
 وہ معافی چاہیں تو معاف کر دینا اور اگر خطا پر اصرار کریں تو بدلہ لینا
 وفات کے وقت اس کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ کل مدت خلافت اکیس
 سال ڈیڑھ ماہ، اور ابن زبیر کی شہادت کے بعد سے تیرہ سال چار مہینے
 ہوئی۔ دمشق میں بابِ چاہیہ کے باہر دفن کیا گیا۔

تدفین کے وقت اس کے بیٹے ہشام نے یہ شعر پڑھا :-

فما کان قیس ہلک ہلک واحد ولکنہ بتیان قوم تھد ما

قیس کا مرنا کسی ایک شخص کا مرنا نہیں ہے، بلکہ یہ پوری قوم کی بنیاد کا گر جانا ہے،

ولید نے کہا لغو گفتگو نہ کرو، بلکہ اوس بن حجر کا یہ شعر پڑھو :-

اذا مقرر منا نابہ تخط منا ناب آخر مقرر

(جب ہمارے کسی سردار کے دانت کی تیزی کند ہو جاتی ہے تو

دوسرے سردار کے دانت تیز ہو جاتے ہیں)

حقیقت یہ ہے کہ کسی قوم کی زندگی کا اس قسم کے گرم جذبات سے ہی پتہ چلتا ہے۔

عبدالملک نے انھیں بیبیوں سے نکاح کیے۔

خاندان عبدالملک

ان کے نام مع ان کی اولاد کی تفصیل کے درج

ذیل ہیں :-

(۱) ولادہ بنت عباس اس کے بطن سے ولید، سلیمان اور مروان اکبر

پیدا ہوئے۔

(۲) غانکہ بنت یزید بن معاویہ اس کے بطن سے یزید، مروان صخر

معاویہ اور ام کلثوم پیدا ہوئے۔

(۳) ام ہشام بنت ہشام مخزومی اس سے ہشام پیدا ہوا۔

(۴) عائشہ بنت موسیٰ تمیمی اس سے ابو بکر بکر پیدا ہوا۔

(۵) ام ایوب بنت عمرو بن عثمان اس سے حکم پیدا ہوا۔

(۶) ام مغیرہ بنت مغیرہ بن خالد مخزومی اس سے ایک لڑکی فاطمہ

پیدا ہوئی۔

(۷) شقران بنت مسلمہ طائی۔

(۸) ام ایہان بنت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔

بیبیوں کے علاوہ اہمات اولاد سے چند بیبی پیدا ہوئے جن کے نام

۱۵ این ایچ ج ۲ ص ۱۹۹۔

یہ ہیں: عبداللہ مسلمہ، منذر، عبیدہ، محمد، سعید، خیر اور حجاج۔

سیرت عبدالملک | عبدالملک بن مروان علم و فضل، فہم و تدبیرت و جرات اور شجاعت و بہالت کے اوصاف

سے متصف تھا۔ ۶۵ھ میں جب وہ تختِ شام پر متمکن ہوا ہے، عالمِ اسلامی پر اضطراب و اختلاف کی گنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں مگر جب ۸۶ھ میں وہ دنیا سے رخصت ہوا، امن و امان کے سورج کی کرنیں حکومتِ اسلامیہ کے چہ چہ کو منور کر رہی تھیں۔

اس کے علم و فضل کے متعلق ابوالزیاد اور شعبی کی رائیں پہلے بیان کی جا چکی ہیں، اس کی جرات و شجاعت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ۶۶ھ میں جب وہ مختار ثقفی سے جنگ کرنے کے لیے جا رہا تھا اسے ایک رات متواتر چار حوصلہ شکن خبریں ملیں، پہلے کسی قاصد نے اطلاع دی کہ عبید اللہ بن زیاد مختار کے مقابلہ میں مارا گیا۔ پھر خبر آئی کہ اس کا ایک نامور افسر عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ میں کام آیا۔ اور مصعب بن زبیر اپنی فوجیں لے کر سرزمینِ فلسطین میں داخل ہو گئے۔ پھر کوئی مخبر خبر لایا کہ شہنشاہِ روم کا لشکر سرحدِ شام کے شہرِ مصیصہ میں داخل ہو چکا۔ پھر کسی نے یہ خبر دہنایا کہ دمشق کے بد معاشوں نے شہر میں غدر مچا دیا اور اعراب نے حصص اور بعلبک میں لوٹ مار شروع کر دی ہے۔

مسعودی کا بیان ہے کہ عبدالملک ان خبروں کو سن کر ذرا پریشان نہ ہوا بلکہ اس رات وہ زیادہ خوش اور بشاش نظر آیا۔

اس کی اولوالعزمی اور بلندی کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے
 کہ اس میں جب اس نے مصعب بن زبیر کے مقابلہ میں عراق جانے
 کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے اہل بیت سے مشورہ کیا۔ بعض مشیروں نے کہا
 بتیریہ معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر جیسی با اثر طاقت سے نہ ٹکراؤ تم
 اپنے مقبوضہ صوبوں پر قناعت کرو۔ اور عبداللہ بن زبیر کے لئے ان کے
 مقبوضہ علاقے چھوڑ دو۔ لیکن عبدالملک نے حقارت کے ساتھ اس
 لئے کو ٹھکرا دیا۔ پھر بعض خیر خواہوں نے عرض کیا، اگر جنگ کرنا ہی ہے
 تو کسی سپہ سالار کو بھیج دیا جائے، اور امیر المومنین دارالحکومت میں رہ
 کر اس کی امداد کرتے رہیں۔ عبدالملک نے اس رائے کو بھی قبول نہ کیا۔
 اور کہا ”مصعب جیسے بہادر شخص کے مقابلہ کے لئے مجھ جیسے آزمودہ کا
 جنگجو میدان میں جانا ضروری ہے۔“

آخر کار جب وہ اس خطرناک مہم پر روانہ ہونے لگا تو اس کی بیوی
 عائکہ بنت زید بے اختیار رونے لگی، اس کو روتے دیکھ کر اس کی سیدیا
 بھی رونے لگیں۔ عبدالملک نے کثیر عذرت کے دوشعر پڑھے اور بلا پس
 پیش میدان جنگ کو روانہ ہو گیا۔ اور آخر کار کامیاب و بامراد واپس آیا
 تاریخ اس پر یہ نکتہ چینی کرتی ہے کہ اس نے اپنے مخالفوں کے
 مقابلہ میں سخت گیری اور عمدگی کو روا رکھا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف
 جیسے ظالم شخص کو امیر عراقین مقرر کیا، جس نے ہزار ہا انسانوں کو خاک

خون میں تڑپایا اور عمرو بن سعید کو امان دے کر دھوکے سے قتل کر دیا۔
 مگر اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عبدالملک ایک سلطان تھا،
 خلیفہ راشد نہ تھا۔ سلطنت کی قبا کا گنہگاروں اور بے گناہوں کے
 خون سے رنگین ہونا ایک معمولی بات ہے، پھر عبدالملک کو جن لوگوں
 سے واسطہ پڑا وہ وہ تھے جنہیں اپنی اغراض ذاتی کی تکمیل کے لئے اسلام
 کی مرکزیت کو پارہ پارہ کرنے میں کبھی باک نہ ہوا اور بادشاہوں کے تاج
 و تخت سے کھیلنا ان کا مفید مشغلہ رہا۔ چنانچہ وہ خود کہا کرتا تھا کہ ہر زمانہ
 کے حکام کا رویہ اس زمانہ کی رعایا کے طرز عمل کے مطابق ہوتا ہے۔ مجھ
 جن لوگوں سے واسطہ پڑا ہے اگر حضرت عمرؓ کو ان سے واسطہ پڑتا تو وہ
 بھی یہی طرز عمل اختیار کرتے۔

بہر کیف عبدالملک کا یہ بہت بڑا احسان ہے خواہ اس کا اپنا مقصد
 یہ ہو یا نہ ہو کہ اس نے پھر ایک ایسی مضبوط اسلامی عربی حکومت کی
 بنیادیں استوار کر دیں جو دشمنان اسلام کی اغراض فاسدہ کی تکمیل
 کی راہ میں حصار بن کر کھڑی ہو گئی اور جس کے زیر سایہ مدت دراز تک
 اعلیٰ نکلے اسلام، علوم اسلامیہ کی اشاعت اور تمدن اسلامی کی
 حفاظت و ترویج کی خدمات انجام دی جاتی رہیں۔

فتوحات اسلامیہ کے علاوہ جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ خاص عبدالملک
 کے عہد میں جو دینی و تمدنی کام انجام دیے، ان میں بعض قابل ذکر ہیں:-
 تعمیر کعبہ بناوا براہی کے ۱۶۷۵ سال بعد نبوت محمدیہ سے پانچ سال

قبل قریش نے خانہ کعبہ کو منہدم کر کے اُسے دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ اس تعمیر کے وقت سرمایہ کی کمی کی وجہ سے حجر اسماعیل کی طرف بنیاد ابراہیمی سے چند ہاتھ چھوڑ کر دیوار اٹھائی گئی۔ نیز دروازہ بھی قد آدم او پچار کھا گیا، تاکہ قریش کی بغیر اجازت اس میں کوئی داخل نہ ہو سکے۔

۶۳ھ میں جب یزید بن معاویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے حصین بن نمیر کو بھیجا تو اس نے خانہ کعبہ پر سنگباری کرائی۔ اس سنگ باری سے خانہ کعبہ کی دیواریں جھک گئیں۔ نیز آگ لگ جانے کی وجہ سے غلاف کعبہ اور عمارت کعبہ کا چوٹی حصہ بھی جل گیا۔

یزید کی موت کے بعد جب حضرت عبداللہ بن زبیر کا حجاز میں پورا تسلط ہو گیا تو آپ نے ایرانی، مصری اور رومی کارکنوں کو بلا کر ٹھانڈا کعبہ کو منہدم کر کے دوبارہ اس کی تعمیر شروع کرائی۔ آپ کو اپنی خالہ محترمہ حضرت عائشہ سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی تھی کہ اگر قریش جدید الاسلام نہ ہوتے تو میں کعبہ کو بنیاد ابراہیمی پر لے آتا اور حجر اسماعیل کعبہ کا چھوٹا ہوا حصہ کو بھی اس میں داخل کر دیتا۔ لہذا تعمیر جدید میں کعبہ کا چھوٹا ہوا حصہ بھی داخل کر لیا۔ اس کے علاوہ آپ نے زمین سے ملا کر آٹھ سائے دو دروازے قائم فرمائے، تاکہ زائرین ایک طرف سے آئیں اور دوسری طرف سے نکل جائیں اور عمارت کی بلندی میں بھی نوا تھ کا اضافہ کر دیا۔

۶۳ھ میں جب حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہو گئے اور حجاج

بن یوسف حجاز کا والی مقرر ہوا تو اس نے حجرا حلیل کو پھر خانہ کعبہ سے خارج کر دیا۔ دروازہ جدیدہ کو تیغہ لگا کر بند کر دیا، دروازہ قدیم کو اونچا کر دیا۔ یوں خانہ کعبہ پھر بنا، قریش کے مطابق ہو گیا۔

خانہ کعبہ کی موجودہ عمارت وہی ہے۔ تینوں طرف بنا، عبداللہ بن زبیر اور شمالی جانب تعمیر حجاج بن یوسف ثقفی۔

اسلام سے پہلے عرب میں ایرانی درہم اور رومی دینار چلتے تھے۔ ۱۸ھ میں حضرت

عمرؓ نے درہم ڈھلوائے۔ یہ درہم ایرانی درہم کے نمونہ پر ڈھلے گئے۔ لیکن ان کا نقش "الحمد لله اور لا اله الا الله اور محمد رسول الله قرار دیا گیا اس کے بعد حضرت عثمانؓ امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن زبیر نے بھی اپنے اپنے عہد میں درہم ڈھلوائے۔ ۶۶ھ میں عبدالملک بن مروان نے خالد بن زید بن معاویہ کے مشورہ سے دینار بھی ڈھلوائے۔

بات یہ ہوئی، کہ عبدالملک کے پاس سے قیصر روم کے نام جو خطوط جاتے تھے ان کی پیشانی پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلعم کی رسالت کا ذکر ہوتا تھا۔ قیصر روم نے عبدالملک کو لکھا کہ یہ ایک نیا طریقہ جاری کیا گیا ہے جسے میں پسند نہیں کرتا۔ اگر اسے بند نہ کیا گیا تو میں اپنے ہاں کے دیناروں پر تمہارے نبی کی شان میں غیر مناسب الفاظ کندہ کرا کر بھیجوں گا۔

قیصر روم کی اس دھمکی کا جواب عبدالملک نے اس طرح دیا کہ رومی

دنیاروں کا داخلہ ممالک اسلامیہ میں بند کر دیا اور اسلامی دینار جاری کیے۔
 حجاج بن یوسف کی نگرانی میں عراق میں اسلامی ٹکسال قائم
 کی گئی اور دوسروں کو سکہ ڈھالنے کی ممانعت کر دی گئی۔ چنانچہ سمیر
 نامی ایک یہودی نے سکہ ڈھالا تو اسے گرفتار کر لیا گیا۔ سمیر نے دراہم
 و دنانیر کا وزن کرنے کے لئے کاٹنا ایجاد کیا کہ اس کا رگزار ہی پر حجاج
 کے عتاب سے بچ جکے مگر حجاج نے اسے قتل کر دیا۔

عبدالملک کی ٹکسال سے جو سکہ جاری ہوا، اس میں ایک رُخ
 قل هو اللہ احد اور دوسرے رُخ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نقش ہوتا تھا۔
 دونوں رُخ حاشیہ پر ایک حلقہ بنا ہوتا تھا۔ ایک حلقہ میں تاریخ اور
 مقام درج ہوتا تھا اور دوسرے میں مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ اَرْسَلَهُ
 بِالْحَقِّ وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ لَكُمُ الْهَيْبَةُ

ولید اول بن عبد الملک

۸۶ھ تا ۹۶ھ

ولید عبد الملک بن مروان کا بڑا بیٹا تھا، جو ولادہ بنت عباس بن جزر عبسی کے بطن سے ۵۷ھ میں پیدا ہوا۔ آغوش ناز و نعمت میں پلا بڑھا۔ اس لیے علم و فضل سب سے بہرہ رہا۔ مگر آئین جہاں بانی اور اصول حکمرانی سے پورے طور پر واقف تھا، مزاج میں سختی تھی۔

باپ کے دفن سے فارغ ہو کر سیدھا مسجد میں پہنچا اور خطبہ دیا۔ پہلے عبد الملک کی خوبیاں بیان کیں، پھر کہا:-

لوگو! تمہارے لیے حکومت کی اطاعت اور جماعت کے

ساتھ اتحاد ضروری ہے جو شخص جماعت سے علیحدگی اختیار

کرتا ہے وہ شیطان کا بھائی ہے۔ لوگو جو شخص مخالفت کا اظہار

کریگا اس کا سر توڑ دیا جائیگا اور جو اسے چھپائیگا وہ اسی

مرض میں ہلاک ہو جائیگا۔

ولید کا عہد دولت بنی امیہ کی پیشانی کا نور ہے۔ عبد الملک حکومت

کے راستہ کے تمام کانٹے صاف کر چکا تھا۔ خوارج کا فتنہ دب چکا تھا، شیعوں

اہل بیت کے جذبات سرد ہو چکے تھے، بنی امیہ کی رقیب طاقتیں ٹکڑے

ٹکڑے ہو چکی تھیں۔ اس لیے ولید کو اطمینان کے ساتھ داخلی انتظامات اور

خارجی اقدامات کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملا۔

خوش قسمتی سے اُسے محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبد الملک جیسے عظیم الشان فاتحین ہاتھ آ گئے، جنہوں نے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے یورپ اور ایشیا کے میدانوں کو روند ڈالا۔

ان چاروں سپہ سالاروں کی فتوحات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ درج کی جاتی ہے۔

فتوحات

محمد بن قاسم | ایران کی ساسانی حکومت اور سندھ کی بدھ حکومت میں جن کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملتی تھیں دوستانہ تعلقات تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان لڑائیاں ہوئیں تو سندھی فوجیں بھی ایرانی فوجوں کے دوش بدوش مسلمانوں سے لڑیں۔ ساسانی حکومت کے خاتمہ کے بعد بہت سے ایرانی سرداروں نے سندھ میں بودو باسن اختیار کر لی اور وہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ ان کے علاوہ بعض عرب سردار بھی حکومت وقت سے باغی ہو کر سندھ میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ ان وجوہ سے کرمان و مکران پر قابض ہونے کے بعد مسلمانوں اور سندھیوں کے درمیان چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رہا۔ تاہم اندرون ملک میں گھس کر مسلمانوں کو سندھ پر قبضہ کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں حجاج بن یوسف ثقفی کو ایک بیوہ مسلمان عورت کی مظلومانہ فریاد نے ادھر متوجہ کیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جزیرہ سرانڈیپ میں کچھ عربوں کا جو بخرص تجارت وہاں ٹھہرے ہوئے تھے، انتقال ہو گیا۔ راہہ سرانڈیپ ایک نیک دل اور صلح پسند شخص تھا اور مسلمانوں سے تعلقات پیدا کرنے کا خواہاں تھا۔ اس نے حجاج اور ولید بن عبد الملک کو خوش کرنے کے لئے ان عرب تاجروں کے اہل و عیال کو ایک جہاز میں سوار کرا کر عراق روانہ کیا۔ اس کے علاوہ بہت سے قیمتی تحفے بھی ولید کے دربار میں پیش کرنے کے لئے روانہ کیے جب یہ جہاز دیبل کے قریب پہنچا تو سندھ کے راہہ داہر کے سپاہیوں نے جہاز پر حملہ کر کے تمام مال و متاع لوٹ لیا اور عرب عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔ عرب عورتیں اور بچے جب اس طوفان بلا میں گھرے تو ایک عورت کی زبان سے بے اختیار یہ فریاد نکلی "اے حجاج ہماری مدد کر۔" حجاج کو جب اس واقعہ کی اطلاع پہنچی اور اس مظلوم عورت کی فریاد سنائی گئی تو اس نے کہا "میں ابھی مدد کو پہنچتا ہوں۔"

حجاج نے پہلے مصالحت سے کام نکالنا چاہا۔ داہر کو لکھا کہ آپ کے آدمیوں نے ہماری عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا ہے انہیں واپس کرا دو۔ مگر داہر شرمی آدمی تھا۔ اس نے جواب دیا یہ سندی قزاقوں کا کام ہے میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔

اب فوج کشی کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ حجاج نے عبداللہ اسلمی

کو چھ ہزار فوج کے ساتھ سرد سداھ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عبداللہ میدان جنگ میں کام آئے۔ دوسری بار حجاج نے بدیل بن طہقہ بجلی کو چھ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ بدیل میدان کارزار میں گھوڑے سے گر کر شہید ہوئے

تیسری بار حجاج نے اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم کو سرد سداھ کا والی مقرر کیا اور چھ ہزار شامی فوج دے کر سداھ کی مہم پر مامور کیا۔ محمد بن قاسم پہلے مکران آیا اور ضروری انتظامات کے لیے وہاں کچھ روز کٹھراستریورونج گورکی طرف بڑھا اور اسے فتح کیا۔ پھر اربابیل (ارمن بیلہ) کو فتح کیا، پھر مصافات دیبل میں آکر مقیم ہوا۔ محمد بن قاسم نے اپنے ہتھیار اور سامان رسد (جن میں سوئی تاگا تک موجود تھا) سمندر کے راستہ روانہ کر دیے تھے۔ جس دن وہ پہنچا اسی دن یہ ایشیا رکھی پہنچ گئیں۔

فتح دیبل | محمد بن قاسم نے دیبل پہنچتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اپنی فوج کے آگے خندق کھودی اور بہادران اسلام کی صفیں ترتیب کے ساتھ قائم کر دیں۔ منجیقین بھی مناسب مقامات پر نصب کر دی گئیں۔ ان میں وہ منجیق بھی تھی جسے پانچ سو آدمی کھینچتے تھے اور عروس کے نام سے مشہور تھی۔ مسلمان عرصہ تک دیبل کا محاصرہ کیے بڑے رہے مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

دیبل ایک تیرتھ گاہ تھا۔ وسط شہر میں ایک بہت بڑے مندر میں بدھ کا بہت بڑا مندر کی شاندار عمارت پر ایک بہت اونچا مینار بنا ہوا تھا

مینار کے بروج پر ایک بہت بڑا سُرخ جھنڈا نصب تھا۔ جب ہوا چلتی یہ جھنڈا
 سائے شہر پر لہراتا۔ ایک دن مسلمانوں نے تاک کر منجھنق سے نشانہ لگایا تو منار
 کے مینار کی برجی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور وہ مقدس سُرخ جھنڈا زمین پر آ رہا
 اہل شہر نے اسے بدشگونئی سمجھا اور ان کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ مسلمانوں نے
 جوش و خروش کے ساتھ شہر پر حملہ کر دیا۔ کچھ نوجوان رسیوں کی کند ڈال کر فصیل
 پر چڑھ گئے اور شہر کو بزورِ شمشیر فتح کیا۔ راجہ داہر کا حاکم موقع پا کر بھاگ گیا۔
 دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے چار ہزار مسلمانوں کو وہاں آباد
 کیا، اور ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ کفرستان ہند میں خدائے واحد کی پہلی عبادت
 گاہ تھی۔

دیبل سے محمد بن قاسم بیرون کی طرف بڑھا۔ حاکم بیرون نے اپنے سفیر
 بھیج کر حجاج سے پہلے ہی مصالحت کر لی تھی۔ بیرون میں محمد بن قاسم
 مصالحت نہ داخل ہوا، اور وہاں اس کی بڑی خاطر تواضع کی گئی۔ محمد بن
 قاسم آگے بڑھا اور شہر پر شہر فتح کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ دریائے سندھ کے
 اس پار ایک دریا کو عبور کر کے سرسبیدس (شری ویدس) پر حملہ آور ہوا۔ سرسبیدس
 کے راجہ نے خراجِ صلح کر لی۔ یہاں سے محمد بن قاسم سہبان کی طرف چلا
 اور اسے فتح کیا۔

اب محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کی طرف پیش قدمی کی راستہ میں
 ایک دستہ سدوستان (سہوان) کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ اہل سدوستان نے امان مانگی
 اور خراجِ صلح کر لی۔ دریائے سندھ پر پہنچ کر محمد بن قاسم نے دریا پر پل باندھا۔

در دریا کو پار کر کے راجہ راسل کی حدود سلطنت میں داخل ہوا۔

راجہ داہر دریائے سندھ کے کنارے، سندھ کے دوسرے راجاؤں کے ساتھ عظیم الشان لشکر لیے پڑا تھا۔ دریائے سندھ کو پار کرتے ہی محمد بن قاسم کا اپنے اصل حریف سے مقابلہ ہوا۔ سندھی فوج کے آگے ہاتھی صفت باندھے کھڑے تھے۔ خود راجہ داہر بھی درمیان میں ایک سفید ہاتھی پر سوار فوج کی کمان کر رہا تھا۔ دونوں فوجوں میں خونریز لڑائی ہوئی۔ آخر فتح کا سہرا محمد بن قاسم کے سر بندھا اور داہر میدان جنگ میں مقتول ہوا۔ راجہ داہر کا قاتل اس کا نامہ پران الفاظ میں اظہار فرماتا ہے:-

الخیل نشہد یوم داہر و الفتا
انی فرجت الجمر غیر معرہ
و محمد بن القاسم بن محمد
حتی علوت عظیمہ عمہند
فتوکتہ بخت العجاج مجتدلا
متعفر الخدین غیر موسدا

داہر سے لڑائی کے دن گھوڑے، نیزے اور محمد بن قاسم بن محمد اس امر کے گواہ تھے کہ میں بغیر پیچھے ہٹے میدان کو صاف کرتا ہوا بڑھتا رہا یہاں تک کہ میں نے دشمن کے سردار (داہر) کو شمشیر ہندی سے چت کر دیا۔ میں نے اُسے اُس وقت چھوڑا جب وہ غبار کی چادر میں لپٹا پھرا پڑا تھا۔ اس کے دونوں رخسار خاک آلود تھے اور اس کے سر ہالے کوئی تکیہ بھی نہ تھا۔

داہر کے قتل کے بعد محمد بن قاسم کا سندھ کے شہروں پر قبضہ ہوتا چلا گیا۔ پہلے وہ رور پہنچا۔ یہاں داہر کی ایک بہادر رانی مسلمانوں سے انتقام لینے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ محمد بن قاسم نے پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور سنگباری

شروع کر دی، رانی کو جب شکست کا یقین ہو گیا تو وہ اپنی سہیلیوں اور باندیوں کے ساتھ سستی ہو گئی۔ قلعہ کا قیمتی سامان بھی اس نے چٹا کی آگ میں جلا دیا۔ یہاں سے محمد بن قاسم نے برہمناباد (برہمن آباد) کا قصد کیا۔ برہمن آباد میں داہر کی باقی ماندہ فوج داہر کے بیٹے جے سنگھ کی زیر ہدایت لڑائیوں کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ محمد بن قاسم نے اسے بزور شمشیر فتح کیا اور وہاں اپنی طرف سے ایک حاکم مقرر کر دیا۔ جے سنگھ کسی طرف نکل گیا۔

برہمن آباد سے محمد بن قاسم زور اور لغرور کے ارادے سے نکلا۔ راستے میں اہل ساوندری ملے اور صلح کی درخواست کی۔ محمد بن قاسم نے دعوت کھلانے کی شرط پر صلح کر لی۔ اہل ساوندری نے مسلمانوں کی دعوت کی اور بعد میں مسلمان ہو گئے۔ محمد بن قاسم بسند پھنچا تو وہاں کے باشندوں نے بھی اہل ساوندری کی طرح صلح کر لی۔ آخر محمد بن قاسم زور پھنچا۔ یہ شہر ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ یہاں مسلمان کئی مہینے تک محاصرہ کیے پڑے رہے۔ اہل شہر جب محاصرہ سے تنگ آ گئے تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ ہم اس شرط پر صلح کرنے کے لیے تیار ہیں کہ ہمیں امان دی جائے اور ہمارے بت خانے کو مسامرتہ کیا جائے۔ محمد بن قاسم نے اس شرط کو قبول کر لیا اور مندر کو کھینسا اور آتش کدہ کے حکم میں شہر کیا۔ محمد بن قاسم نے زور میں ایک جامع مسجد بھی تعمیر کی۔

یہاں سے روانہ ہو کر محمد بن قاسم نے سکر کو فتح کیا۔ پھر

فتح ملتان | دریائے بیاس کو عبور کر کے ملتان پہنچا۔ راجہ ملتان نے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور شہر مند ہو بیٹھا۔ مسلمان بہت

عصمتک شہر کا محاصرہ کئے رہے آخر ایک ملتان کے مشورہ سے انہوں نے وہ نہر بند کر دی جس سے اہل ملتان سیراب ہوتے تھے۔ مجبور ہو کر راجہ ملتان ہتھیار ڈال دیئے اور مسلمان فاتحانہ شہر میں داخل ہوئے۔

ملتان بھی بدھمت کی بہت بڑی تیرتھ گاہ تھی۔ یہاں کے مندے کی یاترے کے لئے دور دور سے یاتری آتے تھے اور بدھ کے بت پریش قرار چڑھائے چڑھاتے تھے۔ یہ سب دولت مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ صرف سونے کی مقدار اتنی تھی کہ ایک مکان میں جو دس گز لمبا اور آٹھ گز چوڑا تھا اسے جمع کیا گیا تو وہ بھر گیا۔ اسی لئے عربوں میں ملتان ”سوتے کی کان“ سے مشہور ہو گیا۔ حجاج نے حساب لگایا تو فتوحات سندھ پر ساٹھ لاکھ درہم خرچ ہوئے تھے، اور صرف مال غنیمت کی آمدنی ایک کروڑ بیس لاکھ درہم ہوتی تھی۔ اُس نے کہا ”اس مہم میں ساٹھ لاکھ درہم کا فائدہ رہا اور ہم نے اپنا انتقام الگ لے لیا۔“ محمد بن قاسم ملتان ہی میں مقیم تھا کہ حجاج بن یوسف کی وفات کی خبر پہنچی۔

محمد بن قاسم رور اور بجزور کی طرف لوٹا جنہیں وہ فتح کر چکا تھا۔ یہاں سے اُس نے ایک لشکر سلیمان کی طرف بھیجا۔ اہل سلیمان نے اطاعت قبول کی۔ پھر اس شہر شکت کی طرف توجہ کی یہاں کے باشندوں نے بھی اطاعت قبول کی پھر محمد بن قاسم کیرج آیا یہاں کے راجہ دوہرنے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور قتل ہوا۔ ان عظیم الشان فتوحات کے بعد عربوں نے اسلام کی روشنی سے سندھ کے پیابالوں کو جگمگا دیا۔ ولید بن عبد الملک کا

انتقال ہو گیا۔ بقیہ واقعات سلیمان بن عبد الملک کے عہد کے حالات میں بیان ہونگے یہ

۸۶ھ میں حجاج بن یوسف نے قتیبہ بن مسلم کو مفضل بن قتیبہ بن مسلم | حلب کی جگہ خراسان کا والی مقرر کیا تھا۔ قتیبہ نے خراسان پہنچتے ہی جہاد کی اہمیت اور فضیلت پر ایک لولہ انگیز تقریر کی۔ بہت سے راہ خدا میں جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قتیبہ ان مجاہدین کو ساتھ لے کر ترکستان کے قندھار اور باغی سرداروں پر فوج کشی کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ قتیبہ طالقان پہنچا تو بلخ کے سردار بھی اس سے آئے جب قتیبہ نے دریائے جیحون کے اس پار قدم رکھا تو صغائیان کے بادشاہ نے تحالف و ہمدردی کے ساتھ استقبال کیا اور سونے کی کچی اس خدمت میں پیش کر پینے ملک میں آنے کی دعوت دی۔ قتیبہ نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ شاہ صغائیاں نے اپنے علاقہ کو قتیبہ ہی کی نگرانی میں دیدیا۔ کیونکہ اس کا پروسی شاہ آخرون و شومان اس کو بہت پریشان کرتا تھا۔

یہاں سے قتیبہ نے آخرون و شومان (طخارستان) کا قصد کیا۔ شاہ آخرون و شومان کو حیب اپنے حریف شاہ صغائیان کی اطاعت کا حال معلوم ہوا تو اس نے بھی فدیہ پیش کر کے صلح کر لی۔ اس کے بعد قتیبہ مرو لوٹ آیا اور اپنے بھائی صالح کو مفتوحہ علاقہ نگرانی اور شکر کی سالاری کے لئے چھوڑ آیا۔ صالح نے نصر بن سیار کی مدد

کاشان اور فرغانہ کے شہر اور شہت بنغیز اور اخشیکت فتح کیے۔

۸۷ھ میں قتیبہ کے پاس نیرک راہک تو راہی امیر آیا اور صلح کی درخواست کی۔ صورت یہ ہوئی کہ نیرک کے پاس کچھ مسلمان قید تھے قتیبہ نے انہیں رہا کرنے کے لکھا اور اُسے دھکی دی۔ نیرک نے انہیں رہا کر دیا۔ قتیبہ نے اُسے لکھا اب اگر تم اپنی خیر چاہتے ہو تو ہمارے پاس چلے آؤ۔ ورنہ ہم تمہیں گرفتار کر لینگے۔ نیرک نے اس حکم کی بھی تعمیل کی چنانچہ قتیبہ نے اس سے صلح کر لی اور وعدہ کیا کہ وہ بادعیس پر حملہ نہ کریگا۔

اسی سال قتیبہ نے دریائے جیحون کو عبور کیا اور بخارا کے شہر بکند پر جو جیحون کے کنارے واقع تھا حملہ آور ہوا۔ اہل بکند نے صند اور قرب و جوار کی دوسری قوموں سے مدد مانگی۔ چنانچہ بہت بڑی جماعت ان کی مدد کے لئے آہنچی اور مسلمانوں کو گھیر کر ان کے راستے بند کر دیے۔ دو مہینے تک یہ کیفیت رہی کہ نہ قتیبہ کا کوئی قاصد اسلامی علاقہ میں جاسکا۔ اور نہ وہاں کا کوئی پیغام قتیبہ کے پاس پہنچ سکا۔ حجاج بھی اس صورت حالات سے بہت پریشان ہوا۔ اس نے قتیبہ کی کامیابی کے لئے مسجدوں میں دعائیں کرائیں۔ آخر محصور مسلمانوں نے ایک دن جان توڑ حملہ کیا۔ کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شہر کی طرف بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا پھپھایا اور انہیں بے دریغ قتل اور قید کر دیا۔ پھر بھی کچھ لوگ شہر میں داخل ہو گئے اور دروازے بند کر لئے۔ قتیبہ نے حکم دیا کہ فضیل کو توڑا جائے۔ اہل بکند کو جب یقین ہو گیا کہ سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نہیں تو انہوں نے صلح کی

درخواست کی قتیبہ نے یہ درخواست قبول کر لی۔ اور اپنی طرف سے وہاں ایک عامل مقرر کر کے لوٹ آیا۔

ابھی قتیبہ پانچ فرسخ ہی گیا تھا کہ معلوم ہوا اہل بکیند نے بغاوت کی اور اپنے عامل کو قتل کر دیا۔ قتیبہ فوراً واپس لوٹ آیا اور فعیل شہر کو مہدم کرنے کا حکم دیا۔ اہل بکیند نے پھر صلح کی درخواست کی مگر قتیبہ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور زبردستی شہر میں داخل ہو کر دشمن کے جوانوں کو جن جن کو قتل کیا۔ ایک کا نام شخص جس نے اہل شہر کو بغاوت پر آمادہ کیا تھا گرفتار ہو کر قتیبہ کے سامنے پیش کیا گیا اس نے کہا میں اپنی جان کے فدیہ میں پانچ ہزار ریشمی تھان جن کی قیمت دس لاکھ درہم ہے پیش کرتا ہوں۔ مگر قتیبہ نے کہا کہ اب کوئی مسلمان تیرے دھوکہ میں نہ آئیگا اور گیسے قتل کر دیا۔ بکیند میں مسلمانوں کو اسلحہ، سونے چاندی کے برتن اور دوسرا مال غنیمت اس قدر کثرت سے لاکھ آیا کہ خراسان میں کبھی ہاتھ نہ آیا تھا۔ اس کے بعد قتیبہ مرو لوٹ آیا۔

۸۸ھ کے موسم بہار میں قتیبہ پھر مناسب تیاریوں کے ساتھ مرو سے روانہ ہوا۔ نہر جیون کو پار کر کے نوشکنت پہنچا۔ یہاں کے باشندوں نے صلح کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔ یہاں سے قتیبہ اٹلہ پہنچا، یہاں کے باشندوں نے بھی صلح کی درخواست کی قتیبہ نے ان کی درخواست بھی منظور کی۔ ان مہمات سے فارغ ہو کر قتیبہ نے مرو کا ارادہ کیا۔

ادھر ترک صغد اور اہل فرغانہ نے دو لاکھ کی تعداد میں جمع ہو کر شاہ چین کے بھائیے کورلغا یون کی سالاری میں قتیبہ کے لشکر کے پچھلے حصہ دساقہ پر حملہ کر دیا

قتیبہ اسلامی لشکر کے ساتھ آگے نکل چکا تھا۔ امیر ساقہ عبدالرحمن بن مسلم نے اپنے بھائی قتیبہ کو اس حملہ کی اطلاع دی اور خود اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ بڑی بہادری سے دشمن کے لشکرِ عظیم کا مقابلہ کیا۔ قتیبہ بھی خبر ملتے ہی لوٹ پڑا آخر مسلمانوں نے ترک، صفد اور اہل فرغانہ کے متحدہ لشکر کو شکستِ فاش دی۔ اس لڑائی میں رئیس بادغیس نیزک نے مسلمانوں کی بڑی جان نثاری کے ساتھ حمایت کی۔ قتیبہ ترمذ کے راستہ سے مرو لوٹ آیا۔

فتح بخارا ۹۰ھ میں قتیبہ نے پھر بخارا کے قصد سے دریائے جیحون کو عبور کیا۔ خرقانہ سفلی پہنچا تو دشمنوں کی بہت بڑی جماعت سے مقابلہ ہوا۔ قتیبہ نے ان کو شکست دی اور بخارا کے قریب پہنچ گیا۔ شاہ بخارا اور ان فدا کو قتیبہ کے حملہ کی خبر مل چکی تھی۔ اس نے پوری تیاری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ قتیبہ بخارا کو فتح نہ کر سکا اور مرو واپس لوٹ آیا۔

حجلاج کو اس ناکامی کی اطلاع پہنچی تو اس نے قتیبہ کو لکھا تم نے درویشانہ فدا کے مقابلہ میں جو کمزوری دکھائی ہے اس کی خدشے سے معافی مانگو اور میرے مجوزہ نقشہ کے مطابق بخارا پر دوبارہ حملہ کرو۔ چنانچہ قتیبہ ۹۱ھ میں دوبارہ بخارا کے قصد سے مرو سے روانہ ہوا۔ شاہ بخارا نے اپنے پڑوسیوں صفد اور ترک سے مدد مانگی۔ لیکن ابھی یہ مدد پہنچنے نہ پائی تھی کہ قتیبہ نے بخارا کا محاصرہ کر لیا۔ جب صفد اور ترک مدد کو آگئے تو اہل بخارا کی ہمت قوی ہو گئی اور وہ بھی مقابلہ کے لیے نکلے۔ اس لڑائی میں دشمن ایسی بہادری سے لڑے کہ ایک مرتبہ وہ اسلامی فوج کے ایک حصہ کو دھکیلنے ہوئے قلب لشکر میں

پہنچ گئے۔ مسلمان عورتیں روسے لگیں اور انہوں نے اپنے مردوں کے گھوڑوں کو مار مار کر میدان جنگ کی طرف دھکیل دیا۔

عورتوں کے اس اقدام سے مردوں کو بڑی غیرت آئی۔ انہوں نے پلٹ کر دشمن پر سخت حملہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ دشمن نے ایک اونچے ٹیلہ پر پناہ لی۔ اس ٹیلہ اور مسلمانوں کے لشکر گاہ کے درمیان ایک نہر حائل تھی۔ قتیبہ نے لکار کر کہا "کوئی ہے جو دشمن کو اس ٹیلہ سے ہٹائے؟" تمیم کے دو سردار وکیع اور تمیم اپنے قبیلہ کے جوانوں کو لے کر مردانہ وار نہر کو پار کر کے دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ دشمن نے شکست فاش کھائی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ بالآخر بخارا مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

اس لڑائی میں شاہ ترک خاقان اور اس کا بیٹا بھی زخمی ہوا۔ شاہ صفد شاہ بخارا کی اس شکست سے ایسا مرعوب ہوا کہ اس نے میدان جنگ ہی میں قتیبہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ قتیبہ نے فدیہ پر صلح کر لی۔ اس کا میاں کے بعد قتیبہ مرو لوٹ آیا اور حجاج کو فتح کی خوشخبری بھیجی۔

بغداد میں کاربیس نیرک اب تک
قتیبہ کے ساتھ تھا۔ اس نے مسلمانوں

کی روز افزوں کامیابیاں دیکھیں تو ڈرا اور قتیبہ سے اجادت لے کر طخارت واپس آیا۔ یہاں آکر اس نے بلخ، مرو، رود، طالقان، فاریاب، جوزجان اور کابل کے رئیسوں کو اپنے ساتھ ملا کر علم بغاوت بلند کیا۔ قتیبہ کو خبر ملی تو اس نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن مسلم کو بارہ ہزار فوج دے کر بروقان روانہ کیا اور

وہاں اُسے ٹھہر کر انتظار کرنے کا حکم دیا۔ پھر جاڑوں کا زمانہ ختم ہوتے ہی مناسب تیاریوں کے ساتھ باغی سرداروں کی سرکوبی کے لیے خود روانہ ہوا۔

پہلے طالقان پہنچا۔ یہاں ایک خونریز لڑائی کے بعد رئیس طالقان کو شکست دی۔ اہل طالقان کی بڑی تعداد مسلمانوں کے ہاتھ سے ماری گئی پھر قتیبہ فاریاب کی طرف بڑھا۔ وہاں کے حکمران نے اطاعت قبول کر لی پھر جوزجان کا رخ کیا، وہاں کا حکمران پہاڑوں کی طرف نکل گیا اور اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی پھر بلخ ہوتا ہوا نینرگ کی تلاش میں اپنے بھائی عبدالرحمن سے علم کی گھائی میں جا ملا۔ نینرگ اسی گھائی میں چھپا ہوا تھا۔ یہ گھائی بہت پرہیز اور دشوار گزار تھی۔ نینرگ کو جب قتیبہ کی آمد کی خبر ملی تو اس نے گھائی کے دہانہ پر کچھ آدمی متعین کر دیے اور پشت پر ایک محفوظ قلعہ میں فوجی دستہ کو چھوڑ دیا اور خود بخلان کی طرف نکل گیا۔

اس گھائی میں داخلہ کی قتیبہ کو کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، اور اس کے سوائیزگ تک پہنچنے کا کوئی راستہ بھی نہ تھا۔ قتیبہ اسی شیش و بیج میں تھا کہ ایک پہاڑی نے قتیبہ کے پاس آکر وہ پوشیدہ راستہ بتا دیا جو گھائی کی پشت پر جا کر قلعہ میں نکلتا تھا۔ قتیبہ نے ایک دستہ اس پہاڑی کے ساتھ کر دیا۔ ان لوگوں نے یکایک اہل قلعہ پر حملہ کر دیا۔ کچھ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ گئے۔

اب قتیبہ اپنی فوج کے ساتھ فلم کی گھائی میں داخل ہوا اور سمجان پہنچا، یہاں کچھ دن ٹھہر کر نینرگ کی تلاش میں آگے بڑھا۔ نینرگ نے وادی فرغانہ کو عبور کر کے اپنا سامان شاہ کابل کے پاس بھیج دیا اور خود کرز میں آکر پناہ گزین

ہوا۔ قلعہ کرز بہت محفوظ تھا۔ ایک راستہ کے سوا جس میں چوپائے داخل نہ ہو سکتے تھے کوئی راستہ وہاں تک پہنچنے کا نہ تھا۔ قتیبہ دو مہینے تک اس کا محاصرہ کئے پڑا رہا۔ اس محاصرہ کے زمانہ میں نیرنگ کی فوج میں چیچک کی بیماری پھیل گئی اور سامانِ خوراک کا بھی قحط پڑ گیا۔ دوسری طرف قتیبہ کو بھی موسمِ سرما کے قریب آ جانے کی وجہ سے پریشانی پیدا ہوئی۔

قتیبہ نے ایک شخص سلیم کو جس پر نیرنگ کو اعتماد تھا، نیرنگ کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ جس طرح ممکن ہو نیرنگ کو سمجھا بجھا کر اس کے پاس لے آئے سلیم نیرنگ کو جان بخشی کی امید دلا کر قتیبہ کے پاس لے آیا۔ قتیبہ نے نیرنگ اور اس کے ساتھیوں کو قید کر دیا اور حجاج سے ان کے معاملہ میں مشورہ طلب کیا۔ نیرنگ نے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کی تھی اور دوسرے حکمرانوں کو بھی اپنے ساتھ بغاوت پر آمادہ کیا تھا اس لیے حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ نیرنگ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیے گئے۔ البتہ جب جوہر جو طخارستان کا اصل حکمران اور نیرنگ کا آقا تھا اور اب نیرنگ کے ہاتھوں میں قید تھا آزاد کر دیا گیا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر قتیبہ مرو کی طرف لوٹ گیا۔ یہ واقعہ ۹۱۳ء کا ہے۔

۹۱۳ء میں قتیبہ نے خوارزم شاہ سے صلح کر لی۔ صورت یہ ہوئی کہ خوارزم

شاہ ایک کمزور بادشاہ تھا۔ اس کا بھائی امور سلطنت پر حاوی ہو گیا تھا اور

اسے عرصہ معطل بنا دیا تھا۔ خوارزم شاہ جب اپنے بھائی کی زیادتیوں سے تنگ

آ گیا تو اس نے قتیبہ کو لکھا کہ اگر آپ مجھے میرے بھائی کے پنجہِ ظلم سے نجات دلا

دیں تو میں آپ کی اطاعت قبول کر لوں۔

قتیبہ مروے روانہ ہو کر ہزار سب میں مقیم ہوا۔ خوارزم شاہ نے ایک وفد قتیبہ کے پاس بھیج کر شرائط صلح کی تکمیل کر لی۔ قتیبہ نے اس کے بھائی خرزاد اور اس کے دو سرے مخالفین کو قید کر کے اس کے پاس بھیج دیا۔ خوارزم شاہ نے سب کو قتل کر دیا۔ اور ان کا مال و متاع قتیبہ کے پاس بطور نذر کے بھیج دیا۔

فتح سمرقند | خوارزم شاہ سے مصالحت کے بعد قتیبہ نے بعض مشیروں کی رائے سے سمرقند کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ پہلے قتیبہ نے خاموشی کے ساتھ اپنے بھائی عبدالرحمن کو سمرقند کی طرف روانہ کر دیا۔ پھر تین چار دن بعد اہل خوارزم و بخارا کو اپنے ساتھ لے کر خود ہی اپنے بھائی سے جا ملا۔ صفد (اہل سمرقند) نے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو شہر بند ہو بیٹھے۔ مسلمان ایک مہینہ تک محاصرہ کیے پڑے رہے جب صفد پر نشان ہوئے تو انہوں نے اپنے پڑوسی حکمرانوں بادشاہ شاسن، خاقان چین اور حاکم فرغانہ وغیرہ کو لکھا کہ آج ہم، کل تمہاری باری ہوگی۔ یہ وقت ہے کہ تم ہماری جودد کر سکتے ہو، ورنہ عرب تمہارے قبضہ میں ایک چپہ زمین نہ چھوڑینگے۔

صفد کے پیغام پر ان بادشاہوں نے غور کیا۔ آپس میں مشورہ ہوا کہ عربوں کو کامیابی اس لیے ہو رہی ہے کہ ان کے مقابلہ پر معمولی لوگ جا رہے ہیں۔ جب تک معزز شاہزادے اور بہادر شرفاء قوم میدان میں نہ آئینگے دشمنوں کا زور نہ ٹوٹے گا۔ چنانچہ خاقان چین کے لڑکے کی زیر قیادت ایک زبردست فوج جس میں شہزادے اور امیرزادے بڑی تعداد میں شریک تھے، مسلمانوں پر شیخوں

مارنے کے لیے بھیجی گئی۔

قتیبہ کو اس فوج کے آنے کی خبر ملی تو اس نے چھ سو بہادروں کا ایک دستہ صالح بن مسلم کی سرکردگی میں ان کا راستہ روکنے کے لیے بھیجا۔ صالح نے اپنی جماعت کے تین حصے کیے، دو حصے دائیں بائیں گھاٹیوں میں چھپا دیئے اور ایک حصہ کو لے کر امدادی فوج کے راستہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔

آدھی رات گزرنے کے بعد دشمن کی فوج آئی اور مسلمانوں کو دیکھتے ہی حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے سختی کے ساتھ اس کو روکا۔ کھوڑی دیر بعد بقیہ مسلمان بھی دائیں بائیں کی گھاٹیوں سے نکل کر عقاب کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ دشمنوں نے اگرچہ بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا مگر فتح نے آخر مسلمانوں کے قدم چومے، بڑی تعداد دشمنزادوں اور رئیس زادوں کی میدان جنگ میں کھیت رہی۔ باقی فرار یا گرفتار ہوئے۔

امدادی فوج کی اس شکستِ فاش کی خبر صفد کو پہنچی تو ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔ ادھر قتیبہ نے منجیقین نصب کر کے قلعہ پر سنگباری شروع کر دی، جس سے اس کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ بہادرانِ اسلام ڈھالوں کو اپنے چہروں کی آڑ بنا لے ہوئے قلعہ کی مہدم فضیل تک پہنچ گئے۔ اب بجز طاقت کے صفد کے لیے چارہ نہ تھا۔ غوزک نے ان شرائط پر شہر مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔

(۱) اہل سمرقند، بائیس لاکھ سالانہ خراج ادا کریں گے۔ (۲) تین دن تک مسلمانوں کی دعوت کریں گے (۳) بت خانوں اور آشکدوں پر مسلمانوں کو

تیار ہوگا۔ (۴) مسلمان مسجد تعمیر کر کے نماز ادا کیا کریں گے۔

چنانچہ مسلمان فاتحانہ شہر میں داخل ہوئے۔ شرائط صلح کے مطابق قتیبہ، بتوں کو جلانے کا حکم دیا۔ غوزک نے کہا میں تمہیں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ انہیں نہ جلاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ قتیبہ نے کہا کہ اگر یہ خیال ہو میں انہیں اپنے ہاتھ سے نذر آتش کرونگا۔ چنانچہ بتوں کو پگھلایا گیا تو ان میں سے پچاس ہزار مثقال سونا نکلا۔ اپنے معبودوں کی اس بچاریگی دیکھ کر صفد اہل سمرقند کی تعداد کثیر اسی وقت مشرف باسلام ہو گئی۔ قتیبہ نے سمرقند میں مسجد تعمیر کی۔ اور مجاہدین کے ساتھ نماز ادا کی اور لمحہ دیا۔ اس کامیابی کے بعد قتیبہ نے عبداللہ بن مسلم کو سمرقند کا حاکم فرمایا اور کچھ فوج اس کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر مرو لوٹ آیا۔

۹۴ء میں قتیبہ نے پھر دریائے جیون کو پار کیا۔ میں ہزار اہل بخارا و خوارزم شائش کی طرف روانہ کیا۔ جنہوں نے اسے فتح کیا۔ خود فرغانہ کی طرف بڑھا۔ ان نجد میں جمع ہو کر مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ پھر قتیبہ کا نشان پہنچا اور سے بھی فتح کیا۔ ان فتوحات کے بعد مرو واپس آ گیا۔

۹۶ء میں قتیبہ نے چین پر حملہ کر کے خاقان چین پر حملہ اور خاقان سے صلح چین کی فتنہ پردازیوں کے انسداد کا

بادہ کیا۔ مرو سے اس مرتبہ جو لشکر روانہ ہوا اس کے ساتھ ان کے اہل و عیال لے گئے۔ عورتوں اور بچوں کو سمرقند چھوڑ دیا گیا کیونکہ وہاں اسلامی نوآبادی

قائم کرنے کا ارادہ تھا اور قتیبہ سے فرغانہ کی طرف روانہ ہو گئے فرغانہ پہنچ کر قتیبہ نے وہاں سے کاشغر تک پہاڑی راستہ کو درست کرایا اور تجربہ کار سردار کبیر کو کاشغر پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ کاشغر چین کا سرحدی شہر ہے کبیر نے کاشغر کو فتح کیا، پھر چین کے علاقہ میں دوڑ تک گھستا چلا گیا۔

خاقان چین مسلمانوں کی اس جرأت سے گھبرا گیا۔ اس نے قتیبہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے پاس کسی معزز شخص کو بھیجنا کہ میں اس سے تمہارے مقاصد اور مذہب کے متعلق معلومات حاصل کروں۔ قتیبہ نے ہبیرہ بن شمرج کلابی اور دوسرے چند عقلمند اور خوش بیان لوگوں کو امیرانہ شان و شکوہ کے ساتھ خاقان چین کے دربار میں بھیجا۔ یہ لوگ کئی روز تک ہاں رہے اور خاقان چین اور اس کے درباریوں کی ان سے بار بار ملاقاتیں ہوئیں۔ آخری ملاقات میں خاقان نے کہا ”تم عقلمند آدمی معلوم ہوتے ہو جاؤ اور اپنے سپہ سالار سے کہہ دو کہ واپس لوٹ جانے ہی میں خیر ہے مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارا لشکر بہت کھوڑا ہے، میری فوج تمہیں کچل کر رکھ دیگی۔ ہبیرہ نے جواب دیا :-

”اے شہنشاہ اس لشکر کو کون کھوڑا کہہ سکتا ہے جس کا ایک سر کوہستان چین میں ہو اور دوسرا مرغزار شام میں۔ رہی قتل کی دھمکی تو ہمارا اعتقاد ہے کہ موت اپنے وقت پر ہی آئیگی۔ لہذا اگر وہ میدان جنگ میں آئے تو اس سے بہتر کیا بات ہے!“

خاقان چین وفد اسلامی کی اس جرأت سے مرعوب ہو گیا۔ اس نے کہا

تمہارا سپہ سالار کن شرائط پر صلح کر سکتا ہے۔ ہبیر نے کہا۔ وہ قسم کھا چکا ہے کہ جب تک تمہاری زمین روند نہ ڈالے خاندان شاہی کے ارکان کے ہر سہ لگاتے اور جزیرہ وصول نہ کر لے واپس نہ ہوگا۔

خاقان نے کہا ہم تمہارے سردار کی قسم پوری کر دینگے۔ پھر اس نے سونے کے چند ٹشٹوں میں مٹی، کچھ نقد و سامان اور چار شہزادے قتیبہ کے پاس روانہ کیے۔ قتیبہ نے خاقان کی صلح کی پیشکش کو قبول کر لیا۔ مٹی کو اپنے قدموں سے روند ڈالا۔ شہزادوں کے ہر سہ لگا کر واپس کر دیا اور نقد و سامان جزیرہ کے طور پر قبول کر لیا۔

اس کامیابی کے بعد قتیبہ مرو واپس لوٹ گیا۔ اس غزوہ کے آغاز میں ہی قتیبہ کو ولید بن عبد الملک کے انتقال کی خبر وصول ہو چکی تھی۔

ظلمت کدہ یورپ کو شمع توحید سے روشن کرنے کا سہرا
موسیٰ بن نصیر | موسیٰ بن نصیر اور اس کے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کے سر ہے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عبد الملک بن مروان کے عہد میں تمام براعظم افریقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں موسیٰ بن نصیر افریقہ کے والی کی حیثیت سے قیروآن میں مقیم تھا۔ براعظم افریقہ کے سامنے یورپ کے جنوبی و مغربی حصہ میں ایک جزیرہ تھا جسے اسپین یا انڈلس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سمندر کی دس میل چوڑی دھجی اسے افریقہ

سے جدا کرتی ہے۔ اس ملک کی زمین سرسبز و شاداب اور زرخیز اس کی اور
وہو معتدل اور اس کی کانیں قیمتی دھاتوں سے لبریز ہیں۔ یہی سبب
یہ ہمیشہ نئے نئے فاتحین کے حملوں کا آماجگاہ رہا ہے۔ پہلے اہل خونشیا رکنہ
نے اپنے عروج کے زمانہ میں اس پر تسلط قائم کیا۔ پھر اہل قرطاج نے اور
بمن الملک بجایا، پھر رومہ الکبریٰ کی شہنشاہیت کا ایک حصہ بنا۔ آخر میں
جب گاتھ قوم رومی سلطنت کو تہ و بالا کرتی ہوئی آگے بڑھی تو اس نے
کے اندر اندس میں اپنی حکومت کے جھنڈے گاڑ دیے۔ یہ شہنشاہتیں تو
ہوتی رہیں اور ٹٹی رہیں مگر فاتحین کا مقصد ایک ہی رہا۔ اور وہ یہ کہ مغرب
کو غلام بنا کر اس ملک کی دولت و ثروت پر قبضہ جائیں اور رنگ لیاں
ساتویں صدی عیسوی کے آخر میں جب گاتھ قوم کی حکومت پورے
شباب پرکھی ملک کی اندرونی حالت ابتر تھی۔ ملک میں غلامی عام تھی۔
غلاموں کی حالت جانوروں سے بدتر تھی۔ یہ بغیر اپنے آقاؤں کی اجازت
شادی بیاہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ غلام اپنا خون پسینہ ایک کر کے جو دولت
حاصل کرتے تھے وہ ان کے آقاؤں کے عیش و عشرت میں کام آتی تھی
ملک کا متوسط طبقہ گراں قدر محصولوں کے بارے سے دبا ہوا تھا۔ امرا و پادشاہ
بڑی بڑی زمینداروں کے مالک تھے۔ امرا کے محل اور پادریوں کی خانے
حسین عورتوں سے پری خانہ بنی ہوئی تھیں۔ ملک کی حکومت پر پادریوں
کا بڑا اثر تھا۔ پادری بادشاہ کو بھی تخت حکومت سے برطرف کر سکتے تھے
وجہ تھی کہ یہودی اقلیت کی حالت ناقابل بیان تھی۔ یسروں کو نسل

ایک حکم کے مطابق ان کی تمام جائیدادیں ضبط کر لی گئی تھیں اور ان کو با مشقت غلامی کی سزا دی گئی تھی۔

سلطنت کی اصلاح کی صورت یہی تھی کہ بالادست طبقہ کے اقتدار کو توڑا جائے اور زیر دست طبقہ کی معاشرتی حالت درست کی جائے مگر پارلیو کا اقتدار جو انجیل مقدس کے احکام کی رو سے قائم تھا اس سے ہاتھ لگانا آسان کام نہ تھا۔ جس زمانہ میں مسلمان مصر و شام کے میدانوں اور بحروم کے ساحلوں پر رومی طاقت سے ٹکر لے رہے تھے۔ اندلس میں شاہ و وزیر تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ مظلوم و مقہور رعایا "تنگ آمد جنگ آمد" کے اصول کے مطابق ہر ملک میں ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ اندلس میں بھی زیر دست طبقہ کی سر آہوں کا دھواں کبھی کبھی فتنہ و فساد کے شعلوں کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ ایک مدبر بادشاہ کے لئے یہ صورت حال کچھ کم پریشان کن نہ تھی۔ اسے ان عرب بہادروں کے نعرے تکبیر کی آواز بھی سہانے لگی جن کے شوق شہادت کو سمندر کی پختصر سی نہر سرد نہ کر سکتی تھی۔

وٹیز نے ملک میں اصلاحات جاری کرنے کی مہم شروع کر دی مگر پارلیو کے اختیارات کو ہاتھ لگانا ایسا جرم تھا جس کی سزا تخت و تاج سے دست برداری ہی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وٹیز کو یہودنوازی کے جرم میں تخت سے اتار دیا گیا اور اس کی بجائے ایک کارآمد و ہمدرد رذریق (راڈرک) کو تخت نشین کیا گیا۔ رذریق نے پارلیوں کے اختیارات بحال کر دیے اور مذہب کی حمایت اور امرات کی اعانت کے بھروسہ پر بی بی شان و شوکت کے ساتھ

اپنے دور حکومت کا آغاز کیا۔

مراکش کے شمالی ساحل پر قلعہ سبتہ ایک صلحنامہ کی رو سے ایک یونانی سردار یولیان (کاؤنٹ جولین) کے قبضہ میں تھا۔ سبتہ تاریخی اعتبار سے سلطنت روم کا علاقہ تھا، مگر جب رومی حکومت کا افریقہ سے خاتمہ ہو گیا تو اس نے اپنے تعلقات اندلس کی عیسائی حکومت سے قائم کر لینا مصلحت سمجھا۔ چنانچہ یولیان کا شمار سلطنت اندلس کے امراء میں ہونے لگا اور سابق شہنشاہ پٹیز نے اپنی بیٹی کی شادی بھی اس کے ساتھ کر دی۔

قوم گاتھ میں یہ دستور تھا کہ امراء اور سرداروں کی اولاد شاہی محل میں پرورش پاتی تھی۔ ظاہر تو کیا جاتا تھا کہ ان کو آداب شاہی کی تعلیم و تربیت دینی مقصود ہے۔ مگر اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ بطوریر عمال رہیں۔ چنانچہ یولیان کی نازک اندام و متعین لڑکی فلورنڈا بھی قصر شاہی کی زینت تھی۔ رذریق کے سر پر جو شیطان سوار ہوا تو اس نے جو یہ لڑکی فلورنڈا کے دامن عصمت کو داغدار کر دیا۔ لڑکی نے اپنے باپ کو اس مصیبت کی اطلاع دی اور لکھا کہ جس قدر ہو سکے مجھے اس ظالم کے ہاتھ سے چھڑاؤ۔

لڑکی کی آبروریزی کے ساتھ ساتھ یہ قدیم شاہی خاندان کے خون کی بھی بہتک تھی۔ یولیان کو یہ خبر ملی تو وہ غصہ سے بیٹاب ہو گیا۔ وہ فوراً اندر روانہ ہو گیا اور رذریق کے دربار میں بار بار ہوا۔ اس نے بڑی عقلمندی سے اپنے غم و غصہ کو چھپایا اور اپنی بیوی کی سحت علالت کا بہانہ کر کے فلورنڈا کی واپسی کی درخواست کی۔ عذر ایسا تھا کہ رذریق کسی صورت انکار نہ کر سکتا

تھا۔ اس نے فلورنڈا کو باپ کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی اور رخصت کرتے وقت باپ بیٹی کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

رذریق نے یولیان سے رخصت کرتے وقت فرانس کی کہنکار کے واسطے مجھے اعلیٰ قسم کے بازوؤں کی ضرورت ہرگز کم ضرور رکھینا۔ یولیان نے جواب دیا "میں آپ کے لیے ایسے بازو لے کر آؤنگا جو آپ نے عمر بھر نہ دیکھے ہونگے" یہ

سبتہ پہنچتے ہی یولیان نے رذریق سے **یولیان دربار قیروان میں** انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ایشیلیہ کے

اسقف کو ہمراہ لے کر افریقہ کے اسلامی دارالحکومت قیروان پہنچا اور وہاں والی افریقہ موسیٰ بن نصیر سے ملاقات کی۔ موسیٰ نے بڑے احترام کے ساتھ اپنے معزز مہمان کا استقبال کیا اور اس سے تکلیف کرنے کی وجہ پوچھی۔

یولیان نے اپنی داستان مصیبت موسیٰ کو سنائی اور اس سے درخواست کی کہ وہ اندلس پر حملہ کر کے ایسے ظالم و وحشی بادشاہ کو تخت سلطنت سے اتار دے۔ اس نے ہسپانیہ کی بل کھاتی ہوئی ندیوں، اہلہاتے سبزہ زاروں، انگوروں، زیتونوں، شاندار شہروں اور خوبصورت محلوں اور قدیم خانہ گاہ کے زرو جو اہر سے لبریز خزانوں کا تذکرہ بڑے دلفریب انداز میں کیا۔ اس نے کہا یہ وہ سرزمین ہے جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں تمہیں صرف یہی کرنا پڑیگا کہ جاؤ اور ملک پر قبضہ کر لو۔ رہنمائی اور فوج کے لیے جہازوں کی فراہمی کی ذمہ داری بھی یولیان نے خود ہی قبول کی۔

۱۔ مسلمانان اندلس (ترجمہ مورس ان اسپین) ص ۹۔

موسیٰ اندلس پر قبضہ کرنے کے خواب پہلے ہی دیکھ رہا تھا، اس امداد غیبی نے اس کے رہوار مشوق پر تازیا نہ کا کام کیا تھا ہم وہ بہت محتاط و مدبر رہے تھے۔ اس نے خیال کیا کہ کہیں یہ دعوت کسی سازش کا نتیجہ نہ ہو۔ موسیٰ نے یولیان سے کہا کہ اتنی بڑی مہم کے لیے دربار خلافت سے منظوری حاصل کرنی ضروری ہے، لیکن فی الحال میں ایک مختصر جمعیت آپ کے ساتھ رہ کر رہوں۔ آپ انہیں اپنے جہازوں میں ساحل اندلس پر پہنچا دیجیے تاکہ یہ چھپر چھاڑ شروع کر دیں۔ موسیٰ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ مسلمان خود اپنی آنکھوں سے دشمن کی طاقت کا اندازہ کر سکیں۔

چنانچہ موسیٰ نے اپنے ایک سردار طرفیت کو پانچ سو کی جمعیت کے ساتھ یولیان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ طرفیت یولیان کے جہازوں پر سوار ہو کر ۹۱ھ میں اندلس کی جنوبی ریاس کے کنارے بندرگاہ الخضر، جزیرہ پرائز اور مال غنیمت سے مالامال واپس آیا۔ اس نے یولیان کے بیان کی تصدیق کی اور کہا کہ اندلس پر قابض ہو جانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس دوران میں دربار خلافت سے اجازت بھی آگئی۔ مگر خلیفہ واصل نے لکھا تھا کہ اسلامی فوج کی حفاظت پر سے طور پر کی جائے اور فی الحال کوئی بڑی مہم نہ بھیجی جائے۔

موسیٰ نے اپنے پر جوش و بلند ہمت سپہ سالار طارق کی روانگی اندلس | طارق بن زیاد مراکش کی کوچو طنجہ کا گورنر اندلس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ طارق بن زیاد اپنے نائب معیت الرومی اور

مددگار کاؤنٹ یولیان کو ساتھ لے کر سات ہزار کے لشکر کے ساتھ جن میں اکثر بربری اور کٹر عربی تھے، ساحل افریقہ سے روانہ ہوا لشکر اسلام کی کشتیاں سمندر کی موجوں کو چیرتی ہوئی ہوئی جلد ہی ہانڈکس کے دلکس و نظر فریب ساحل سے جا لگیں۔ ہانڈکس کی وہ مشرقی ساحلی جہان جسے سب سے پہلے مجاہدین اسلام کی قدمبوسی کا فخر حاصل ہوا جبل الطارق کے نام سے موسوم ہوئی اور معمولی تغیر کے ساتھ آج بھی جبرالٹر کہلاتی ہے۔ یہ واقعہ رجب ۹۲ھ کا ہے۔

طارق نے سب سے پہلا کام ساحل ہانڈکس پر اترتے ہی یہ کیا کہ جن کشتیوں میں اس کی فوج سموار ہو کر آئی تھی، انہیں آگ لگا دی۔ اس طرح اسلامی فوج کے سامنے فتح یا شہادت کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ نہ رہا۔ اتفاقاً ذریعہ کا ایک مشہور سپہ سالار تدمیر دکھیوڈومرز بدست فوج لینے بھٹے اسی نواح میں اتر ا ہوا تھا۔ تدمیر نے خبر ملتے ہی نو وارد حملہ آوروں پر حملہ کیا مگر شکست فاش کھائی اور سر پر پاؤں رکھ کر کہا گا اس نے سخت پریشانی و حیرانی کے عالم میں رذریق کو یہ اطلاع دی۔

”لے بادشاہ ہمارے ملک پر ایسے آدمیوں نے حملہ کیا ہے کہ میں ان کا نام جانتا ہوں اور نہ وطن نہ اصل نسل میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں سے آگے ہیں۔ آسمان سے گے ہیں یا زمین سے نکل آئے ہیں“ لے

لے اخبار لاندس ڈیہ ہٹری آف دی موڈس ایپائرن ان یورپ انڈیس پی اسکاٹ، ج ۱ ص ۲۱۶

شاہِ رذریق کو جس وقت یہ خبر وحشت اثر پہنچی وہ یاغیوں کی سرکوبی کے لیے
 بمیلونوں کے نواح میں مقیم تھا وہ فوراً دارالسلطنت طلیطلہ آیا اور وہاں سے قرطبہ آکر
 اطراف ملک سے فوجیں فراہم کرنی شروع کر دیں۔

طارق اس دوران میں برابر پیش قدمی کرتا رہا اور انجرائز اور شدونہ کے
 علاقوں کو فتح کرتا ہوا وادی لگ میں پہنچ گیا۔ جلد ہی رذریق بھی ایک لاکھ کا
 لشکر جہاں ساتھ لے کر قرطبہ سے روانہ ہوا اور طارق کے بالمقابل پڑاؤ ڈال دیا
 رذریق کی عظیم الشان تیاریوں کا حال سن کر طارق نے اپنے سردار موسیٰ سے
 مزید فوجی امداد طلب کی تھی چنانچہ موسیٰ نے پانچ ہزار کی جمعیت اور روانہ کر دیا
 اس طرح طارق بن زیاد کا کل لشکر بارہ ہزار ہو گیا تھا۔

آخر کار ۲۸۔ رمضان المبارک ۹۲ھ جولائی ۱۱۱۰ء کو شہر شدونہ کے پاس
 وادی لگ کے کنارے دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ سپہ سالار
 اسلام طارق بن زیاد نے مجاہدین اسلام کے مختصر گروہ کے سامنے ایک دلولہ
 انگیز تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے:-

”اے لوگو میدان جنگ سے فرار کی کوئی صورت نہیں ہے۔ سمندر تمہارے
 پیچھے ہے اور دشمن تمہارے گے صداقت پر استقلال کے ساتھ جو
 رہتے ہی ہیں کامیابی ہے۔ تعداد اور سامان جنگ کے لحاظ سے
 اس جزیرہ میں تمہاری کچھ حیثیت نہیں، اگر تم نے ذرا کم ہمتی سے
 کام لیا تو صفحہ ہستی پر تمہارا نام بھی نظر نہ آئیگا۔ لیکن اگر تم نے جرات

۱۱۱۰ء اخبار لاندلس (ترجمہ ہسٹری آف دی مورس ایپائزان یورپ انڈا ایس پی اسٹاک جواض

وہمت دکھائی تو اس ملک کی دولت و ثروت تمہاری جوتیوں کی
 خاک ہوگی۔ امیر المومنین نے تمہاری بہادری و جاں بازی پر
 عقائد کر کے تمہیں اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبہ دین اسلام کے لیے
 اس جزیرہ میں بھیجا ہے۔ خداوند قدوس اس مقدس مہم میں جس
 کا ذکر رہتی دنیا تک باقی رہیگا اور جسے عالم آخرت میں بھی کھلایا
 نہ جائیگا، تمہاری مدد کریگا۔ میدان جنگ میں میرا قدم تم سب سے
 آگے رہیگا۔ میں سردار قوم رذریق پر حملہ کرونگا۔ تم بھی میرے ساتھ
 دشمن پر پل پڑنا۔ اگر میں دشمن کو ہلاک کرنے سے پہلے راہِ خدا
 میں شہید ہو جاؤں تو کسی اور کو اپنا سردار بنا کر فتح و نصرت
 سے ہمکنار ہونا۔“

شاہ اندلس، رذریق بڑی شان و شوکت کے ساتھ میدان جنگ میں
 آیا۔ وہ نہایت پر تکلف ہاتھی دانت کی گاڑی میں سوار تھا جس میں چاندی
 کا کام ہو رہا تھا، سفید رنگ کے پھر شاہی گاڑی کو کھینچ رہے تھے۔ بادشاہ کے
 سر کا سنہری تلخ نگاہ کو خیرہ کر رہا تھا اور ملبوس شاہی کے جواہرات ستاروں
 کو شرار ہے تھے قوم کا تھکے شاہزادے اور اندلس کے امراء و رؤسائے اپنے
 لشکروں کے ساتھ جن کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تھی اس لڑائی میں شریک
 تھے سب سے آخر میں کئی ہزار بار برداری کے جانوروں پر وہ رستے لڑے ہوئے
 تھے جن سے دشمن کے جنگی قیدیوں کو باندھنا تھا۔ دوسری طرف سروں پر،
 سفید عمامے باندھے، چمکدار زرہ بکتر پہنے، تلوار حائل کیے اور نیزہ ہاتھ میں لیے

بارہ ہزار جیلے مسلمان تھے۔ ادھر فخر و ناز کے ساتھ گردنیں اکڑی ہوئی تھیں۔ ادھر عجز و انکسار کے ساتھ بارگاہِ رب العزت میں سر جھکے ہوئے تھے۔ ادھر اپنی زبردست عسکری طاقت پر اعتماد تھا، ادھر صرف اپنی قوت ایمانی پر بھروسہ تھا۔ وہ اپنے وطن کی سر زمین میں لڑ رہے تھے جہاں انہیں ہر وقت ہر قسم کی مدد مل سکتی تھی۔ یہ اپنے وطن سے دور سمندر پار اے بار و مددگار تھے۔ ایک ہفتہ تک معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر ۵ شوال المکرم ۹۲ھ کی صبح کو فیصلہ کن معرکہ ہوا۔ اندلسی عیسائی بڑی بہادری کے ساتھ لڑے مگر عربی اور بربری مسلمانوں کی تلواروں کے سامنے زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے۔ مجاہدین اسلام کی تکبیروں نے شلیت پرستوں کے دلوں کو ہلا دیا۔ پہلے وہ لوگ بھاگے جو زبردستی یا لالچ دے کر میدان میں لائے گئے تھے اور پھر عام بھگڑ شروع ہو گئی۔ عیسائی اس قدر گھبراہٹ کے عالم میں بھاگے کہ انہیں یہ بھی خیال نہ رہا کہ پس پشت دریا ہے۔ ہزاروں مفرورین مسلمانوں کی تلوار آبدار کا شکار ہوئے اور ہزاروں دریا کی متلاطم موجوں کی نذر ہو گئے۔

شاہِ رذریق بھی بھاگتا ہوا دریا میں ڈوب گیا اور اس کی لاش بہہ کر سمندر میں چلی گئی۔ اس کے مرصع جوتے اور گھوڑا دوسرے دن دریا کے کنارے ملے۔ مگر اہل کلیسا اور عام عیسائی اس اعتقاد کے ساتھ کہ وہ سمندر کے کسی جزیرے میں ٹھہرا ہوا ہے۔ جہاں سے وہ اپنے زخموں کے اچھا ہو جانے کے بعد آئیگا اور کافروں کے مقابلہ میں عیسائیوں کا سروا رہنیکا۔ رذریق کے واپس آنے کا انتظار صدیوں تک کرتے رہے۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ اس قدر بال غنیمت آیا کہ اس کا اندازہ
میں ہو سکتا۔ مفرورین کے گھوڑے ہی اتنے تھے کہ ساری فوج کے لیے
فی ہو گئے۔ دراصل اس لڑائی نے تاریخ اندلس کا ورق الٹ دیا اور
ٹھنکے ان مسلسل معرکوں نے آٹھ صدیوں کے لیے اندلس کی قسمت
فیصلہ مسلمانوں کے حق میں کر دیا۔

طارق بن زیاد نے ایک قاصد فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے
آقا موسیٰ بن نصیر کے پاس قیروان بھیجا۔ موسیٰ نے بظرا احتیاط جس
دربار خلافت کی طرف سے پوری تاکید کی گئی تھی، طارق کو لکھا کہ وہ
میں پیش قدمی نہ کرے، وہ خود اس کی مدد کے لئے آ رہا ہے

وادی لک کی فتح کے بعد کارآزمودہ طارق نے اپنے
دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا تھا اسے معلوم ہوا کہ یقیناً

سیف اندلسی استیجہ میں جمع ہوئے ہیں، وہ فوراً استیجہ پہنچا۔ یہاں اندلسی
مت بہادری کے ساتھ لڑے آخر کار شہر مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہوا۔ اس کے
ملا وہ طارق نے جنوبی اندلسیہ کے دوسرے شہر بھی فتح کر لیے۔ طارق کو
رومی کا حکم نامہ ملا تو اس نے سرداران فوج سے مشورہ کیا۔ سب نے متفقہ ہی
کہے دی کہ اس وقت پیش قدمی جاری رکھنا ضروری ہے، اندلسیوں کو
راگزداد لینے کا موقع دیا گیا تو وہ اپنے پر اگندہ شیرازہ کو مجتمع کر لینے اور
مسلمانوں کا کام بہت دشوار ہو جائیگا۔ کاؤنٹ یولیان نے بھی اس راک
لئے کی پر زور تائید کی چنانچہ طارق نے اپنی فوج طفر موح کو مختلف حصوں میں

تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ سرداروں کی ماتحتی میں جزیرہ نما میں پھیلا دیا۔ طارق نے سرداروں کو حکم دیا کہ وہ صرف ان لوگوں سے لڑیں جو ہتھیار باندھے ہوئے ہیں۔ غیر مصافی لوگوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں اور رعایائے اندلس کے دینی و مذہبی خیالات کا احترام کریں۔

فتح قرطبہ طارق نے اپنے بہادر نائب منیث الرومی کو سات سو سواروں کے ساتھ قرطبہ فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ حاکم قرطبہ جو شاہی خاندان کا ایک تجربہ کار سپہ سالار تھا، شہر بند ہو بیٹھا۔ خوش قسمتی سے منیث کو ایک چرواہے نے وہ جگہ بتادی جہاں قلعہ کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی۔ اتفاقاً اسی رات سخت طوفان باد و باران آیا اور خوب اولے برسے۔ مسلمانوں نے اس موقع سے بہت فائدہ اٹھایا۔ طوفان کے زور شور نے ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کو دبا دیا۔ اور وہ خاموشی کے ساتھ تفصیل کے شکستہ حصے کے نیچے جا پہنچا۔ ایک منچلا نوجوان انجیر کے درخت پر چڑھ گیا جو تفصیل کے شکاف کے نیچے آگا ہوا تھا وہاں سے وہ تفصیل پر چڑھ گیا، پھر اس نے اپنی لانی دستار نیچے لٹکا کر اپنے ساتھیوں کو تفصیل پر کھینچ لیا۔ طوفان سے بچنے کے لئے محافظ سپاہی کسی محفوظ مقام پر چلے گئے تھے۔ مسلمان نوجوان شہر میں داخل ہو گئے اور محافظین کو قتل کر کے شہر کا دروازہ اپنے ساتھیوں کے لئے کھول دیا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی مسلمان شہر پر قابض ہو گئے۔

حاکم قرطبہ شہر کو چھوڑ کر سینٹ جارج کے گرجا میں جا چھپا۔ یہ گرجا ایک

مضبوط قلعہ تھا جس کے گرد ایک خندق بھی تھی۔ اس گرجا میں قریب ہی کے ایک پہاڑی چشمہ سے نیچے ہی نیچے ہو کر پانی پہنچتا تھا۔ منیٹ نے چشمہ کی نالی کو بند کر دیا۔ محصورین نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے اور حاکم شہر مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ فتح کے بعد مسلمانوں نے قرطبہ میں یہودیوں کو آباد کیا۔ کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا تھا۔

فتح مرسیہ | ایک فوج رذریق کے چالاک اور بہادر سپہ سالار تھوٹے میر تدمیر کے مقابلہ کے لیے مرسیہ بھیجی گئی۔ اس کا دار السلطنت اریولہ تھا، جو ایک مضبوط اور مستحکم شہر تھا۔ تدمیر بہت عرصہ تک مرسیہ کے پہاڑی دروں میں لڑتا رہا، لیکن جب اس کی تمام فوج مسلمانوں کے مقابلہ میں کلام آگئی تو وہ اریولہ میں قلعہ بند ہو بیٹھا اور اس نے بڑی ذہانت سے مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ اس نے اریولہ کی عورتوں کو مردانہ لباس پہنایا اور انہیں طود اور نیروں کے زہرات سے آراستہ کیا۔ ان کے سر کے بالوں کو زعفران سے لالہ کرنے کے نیچے اس طرح لٹکا دیا گیا کہ وہ ڈاڑھیاں معلوم ہوں۔ اس کے بعد ان قلعہ داروں کا پرہ نصیل پر حادیا۔

جب مسلمان تعاقب کرتے ہوئے شہر کی فصیل کے نیچے پہنچے تو انہوں نے شہر کو محفوظ پایا۔ تدمیر اب صلح کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر ایچی کے لباس میں مسلمانوں کے لشکر میں آیا اس نے سپہ سالار لشکر سے کہا۔ شہر عرصہ دراز تک محاصرہ کو سنبھال سکتا ہے مگر ہمارے سردار کی خواہش یہ ہے کہ سپاہیوں کی جانیں بیکار صنایع نہ ہوں۔ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ باشندگان

شہر کو مع اسباب سامان کے اس شہر سے نکل جانے دیئے اور صبح ہوتے بغیر اس
اس پر قابض ہو جائیے۔

اسلامی سپہ سالار نے یہ شرائط منظور کر لیں اور صلح نامہ پر اپنی تہمت کر کے
مصنوعی ایچی کے حوالہ کیا۔ اب تدمیر نے کہا میں ہی اس شہر کا حاکم تدمیر
پھر قلم لے کر اپنے کھبی دستخط کر دیئے۔ صبح کی پوچھتے ہی شہر کے پھاٹک کھول
گئے۔ مگر شہر میں سے بجز تدمیر اور اس کے ایک خادم کے کوئی سپاہی نہ نکل
کے غول بوڑھے مردوں اور عورتوں اور بچوں کے تھے، جو اپنا ساز و سامان
کر رہے تھے۔

مراکشی سپہ سالار نے تدمیر سے پوچھا۔ آپ کے مسلح سپاہی کہاں ہیں
فصیلوں پر صف بستہ تھے؟ تدمیر نے کہا وہ سپاہی یہ عورتیں ہیں جو غول
چلی جا رہی ہیں۔ مراکشی سپہ سالار تدمیر کی اس ذہانت سے اس درجہ متاثر
کہ اس نے تدمیر کو علاقہ مرسیہ کا حاکم مقرر کر دیا اور وہ صوبہ اسی ذہین
پر برسہا برس صوبہ تدمیر کہلاتا رہا۔

اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد اسٹینلی لین پول لکھتا ہے:-
”اس ابتدائی زمانہ میں بھی مراکشی مسلمان، سچی بہادری کے اصول
کو جانتے اور برتتے تھے۔ ان لوگوں نے اسی وقت وہ استحقاق
بہادر ہونے کا حاصل کر لیا تھا جس نے بعد کی کئی صدیوں تک
فتح مند اہل ہسپانیہ کو اس پر مجبور کیا کہ انہیں بہادران غرناطہ اور

شرفاء کے نام سے پکاریں۔

فتح طلیطلہ طارق خود دار السلطنت اندلس طلیطلہ کی طرف بڑھا

تھا۔ یہ شہر بہت بلندی پر واقع تھا اور دریائے ٹیگس سے گھیرے ہوئے تھے اس کی فصیل اتنے بڑے بڑے پتھروں کی بنی ہوئی تھی کہ گویا چٹانیں لاکر رکھی گئی ہیں۔ ان تمام قدرتی اور صنعتی تحفظ کے باوجود عیسائیوں پر مسلمانوں کا اس قدر رعب غالب آ گیا تھا کہ طارق کی آمد کی خبر سنتے ہی باشندگان شہر جبل شارات کے پار حلیقیہ یا استوریہ (اسٹریاس) کو بھاگ گئے۔ فوج محافظان کے سپاہیوں نے ان بھاگتے ہوئے شہریوں کو جو قیمتی اشیاء سے لدے پھندے تھے خوب لوٹا۔ اہل کلیسا نے کلیساؤں کے قیمتی ذخائر محفوظ مقامات پر چھپا دیے۔ رئیس الاساقف اپنے رشتہ کے ساتھ گرجا کی انتہائی بیش قیمت اشیاء کو ساتھ لے کر روم کی طرف بھاگ گیا۔ اور بقول اسکات اپنے پیچھے اپنے ماتحتوں کو چھوڑ گیا کہ کفار کے ہاتھ سے انعام شہادت حاصل کریں۔

مسلمان جب شہر کے قریب پہنچے تو انہیں کوئی مزاحمت کرنے والا نظر نہ آیا۔ مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا اور اپنے دستور العمل کے مطابق امن عام کا اعلان کر دیا۔ جن لوگوں نے شہر چھوڑ کر جانے کا ارادہ کیا انہیں اجازت دیدی گئی اور جنہوں نے شہر میں رہنے کا ارادہ کیا ان سے خفیف ٹیکس کی ادائیگی کی شرط پر کامل حفاظت کا وعدہ کیا۔

اگرچہ مفروضہ بہت کچھ مال و دولت اپنے ساتھ لے گئے تھے تاہم جو

مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ بے اندازہ تھا۔ شاہی محل کا ایک کمرہ ان خزانوں سے لبریز تھا جو سلطنت "وزیگاتھ" کے عروج کے زمانہ میں دارالسلطنت میں جمع ہوئے تھے۔ سونے کی زنجیریں، ناتراشیدہ ہیرے، مرصع ہتھیار، قیمتی زرہ کپڑے، جواہر آلود کپڑے تو تھے ہی ان کے علاوہ شاہانِ گاتھ کے چوبیس تلج تھے جو ہر تاجدار کے مرنے کے بعد ملکی رسم کے مطابق بطور یادگار بیت الملوک میں محفوظ کر دیئے گئے تھے۔

طارق نے شہر کو اسلامی فوج اور یہودی حلیفوں کے ہاتھ میں دے کر آگے رخ کیا۔ کچھ ہی فاصلہ پر مسلمانوں نے چند عیسائی مفروہین کو گرفتار کیا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی تاریخی میز لے جا رہے تھے۔ یہ میز خالص سونے کی تھی۔ اس کے گرد نسیم، یاقوت، موتی اور زبرجد کے جھال لٹکے ہوئے تھے، اس کے چاروں طرف جو سزایا زمرد میں مغرق تھے مشہور یہ تھا کہ یہ میز بیت المقدس کی لوہے میں ٹیٹس کے ہاتھ لگی تھی اور اب طلبہ کے بڑے گرجا میں اس پر کتا مقدس رکھی جاتی تھی۔

طارق شمال مغربی سرحدی صوبہ جلیقہ کے شہروں کو فتح کرتا ہوا آتا تک گیا۔ وہاں سے ۹۳ھ میں سالماً غانماً طلبہ واپس آیا۔

طارق کی روانگی کے چودہ مہینے کے بعد والی اسی **موسیٰ کاوردانڈس** | موسیٰ بن نصیرانڈس کی ہم میں بذات **حصہ لینے کے لیے افریقہ سے روانہ ہوا، اور رمضان المبارک ۹۳ھ میں**

ساحلِ انڈس پر لنگر انداز ہوا۔ کاؤنٹ یولیان نے موسیٰ کا استقبال کیا اور مشورہ دیا کہ وہ طلیطلہ جانے کے لیے مغربی راستہ اختیار کرے تاکہ مغربی صوبوں کے اہم شہر فتح کر سکے۔ موسیٰ کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ ابھی اپنے اشراف بہت کی جولانیاں دکھانے کے لیے میدان باقی ہے اور اس نے یولیان کی رائے کو پسند کیا۔

فتح قرمونہ | موسیٰ نے پہلے ابن اسلم کو فتح کیا۔ وہاں سے یولیان کی سرکردگی میں ایک دستہ قرمونہ کی طرف بچھا۔ اہل قرمونہ شہر بند ہو بیٹھے تھے۔ یولیان نے اپنے آپ کو اسلامی فوج کا شکست خوردہ ظاہر کر کے اہل قرمونہ سے پناہ طلب کی۔ اہل قرمونہ نے پناہ دیدی جب رات ہوئی تو یولیان نے شہر کے دروازے کھول دیے اور مسلمان فائزین بلا مقابلہ شہر میں داخل ہو گئے۔

فتح اشبیلیہ | قرمونہ سے موسیٰ نے اشبیلیہ کا رخ کیا۔ یہ انڈس کا دوئمند خوبصورت اور قدیم شہر تھا۔ ایک مہینہ تک مقابلہ کے بعد یہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اہل اشبیلیہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ موسیٰ نے وہاں یہودیوں کو آباد کیا۔

فتح مارودہ | اشبیلیہ سے موسیٰ مارودہ (میرپور) کی طرف بڑھے۔ یہ بھی بہت قدیم تاریخی شہر تھا۔ یہاں کی عظیم الشان عمارات، دوئمند بتکدے اور دل افروز تفریح گاہیں تمام انڈس میں مشہور تھیں۔ یہ ایک اہم دینی مرکز بھی تھا، چنانچہ عیسائیوں نے اس کی حفاظت کے بہترین انتظامات

کئے تھے۔ اہل مادہ نے شہر بند ہو کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ روزانہ ان کا لشکر لڑنے کے لیے نکلتا اور شام کو واپس ہو جاتا جب یہ سلسلہ طویل ہوا تو موسیٰ نے جنگی حیل سے کام لیا۔ رات کے وقت پہاڑی دروں میں مسلمان سپاہی چھپا دیئے گئے صبح کے وقت جیسے ہی عیسائی فوج شہر سے نکلی مسلمانوں نے دروں سے نکل کر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اکثر عیسائی فوج کام آئی، باقی سپاہی بھاگ کر شہر میں گھس گئے اور پھر نہ نکلے۔

شہر کی تفصیل اور برج چونکہ بہت مضبوط تھے اس لیے مسلمانوں کو عرصہ تک شہر کے گرد پڑا رہنا پڑا آخر موسیٰ نے ایک قلعہ شکن آلہ دباہ بتایا۔ اس آلہ کو اس زمانہ میں ٹنک کہا جاسکتا ہے۔ کچھ بہادر سپاہی دباہ کے اندر بیٹھ کر فصیل کے نیچے پہنچ گئے اور دباہ سے فصیل کو توڑ دیا۔ اہل شہر نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

مادہ میں بے شمار مال و دولت مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ رادارک کی بیگم ایچیلونا بھی یہیں مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ سپہ سالار اسلامی نے اسے شاہانہ عزت کے ساتھ رکھا اور اپنے بیٹے عبدالعزیز سے اس کی شادی کر دی۔

اسی دوران میں معلوم ہوا کہ اہل اشبیلیہ نے بغاوت
بغاوت اشبیلیہ کر دی۔ اہل اشبیلیہ جو شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے واپس آگئے اور یہودیوں نے ان سے تعاون کر کے اسلامی محافظ فوج کو قتل کر دیا۔ موسیٰ نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ادھر روانہ کیا۔ عبدالعزیز طوفان کی طرح اشبیلیہ پہنچا اور یہودی و عیسائی مفسدوں کو تہ تیغ کر کے شہر پر دوبارہ قبضہ

لیا۔ اس کے بعد بسکہ اور باجہ کی طرف رخ کیا اور ان شہروں پر قبضہ کر کے
پھر شبیلیہ لوٹ آیا۔

موسیٰ اور طارق کی ملاقات | بار دہ سے موسیٰ طلحہ کی طرف روانہ ہوا طارق

بالادست کا استقبال کیا۔ جوں ہی طارق کی نظر موسیٰ پر پڑی اپنے گھوڑے
سے اتر آیا اور وظائفِ احترام بجالایا۔ تاہم موسیٰ نے فوجی نظم و ضبط کو قائم
رکھنے کے لیے بلا اجازت اندلس میں پیش قدمی کرنے پر طارق کو زجر و توبیخ
کی۔ طارق نے وہ وجوہ بیان کیں جن کی بنا پر اسے فوراً پیش قدمی کرنا ضروری
تھا۔ موسیٰ نے اس کے عذر کو قبول کر لیا۔

بقیہ فتوحاتِ اندلس | موسیٰ اور طارق دونوں نے طلحہ میں اندلس

جامع اسکیم بنائی۔ جب تمام فوجی انتظامات مکمل ہو گئے تو طارق کو فوج
کا سپہ سالار اعظم بنا کر شمالی اور شمالی و مشرقی اور شمالی و مغربی صوبوں کو
فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ روانگی کے وقت موسیٰ نے طارق کو مفید
نصیحتیں کیں۔ بقول مسٹر اسکاٹ :-

”غیر مصافی لوگوں سے تعرض کرنے سے منع کر دیا گیا، لوٹ مار کی
مانعت کر دی گئی اور صاف کہہ دیا گیا کہ جو کوئی اس کا مجرم ہوگا
اس کو سزائے موت دی جائیگی۔ رعایا کے مذہبی احساسات کا احترام
کرنے کی تاکید کی گئی۔“

کچھ تو اندلسیوں کے دلوں پر مسلمانوں کی بہادری کی ہیبت اور کچھ ان کے شریفانہ برتاؤ کا اثر نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس کا تمام علاقہ کوہ البرتات تک جلد ہی مسلمانوں کے زیر علم آ گیا۔ طارق آگے آگے صلحناموں کی بنیاد پر شہروں کو فتح کرتا جاتا تھا اور موسیٰ پیچھے پیچھے ان عہدناموں کی تصدیق کرتا جاتا تھا۔

فتح یورپ کا ایک رنگین نقشہ | البرتات کی بلند چوٹیوں پر کھڑے ہو کر موسیٰ نے یورپ کے علاقوں پر ایک نظر دوڑائی

اور اپنے فکر عالی کے قلم سے صفحہ دماغ پر فتح یورپ کا ایک حسین و جمیل نقشہ کھینچا۔ اسکاٹ کے الفاظ میں نقشہ یہ تھا:-

”خلافتِ حقہ کے وارثوں کے قدموں میں یورپ کے بہترین ملک کو لادائیں جناب پوپ اعظم کے مستقر میں گرجاؤں کے میناروں سے کلمہ توحید کی آواز بلند ہو اور وہاں سے مشرق کی طرف رخ کر کے عین بیزنطینی دارالسلطنت (قسطنطنیہ) میں شام کی فوج سے معانقہ کریں اور اتنی بڑی فتوحات کی ایک دوسرے کو باسفرس کے کٹالے پر مبارکباد دیں۔“

موسیٰ نے اپنی شمشیرخوں پار سے اس نقشہ میں رنگ بھرنے شروع کر دیا۔ چنانچہ البرتات کے اس پار اتر کر فرانس کے چند سرحدی شہر فتح کر لیے۔ مگر دربارِ خلافت کے حکم امتناعی نے اس نقشہ کو پارہ پارہ کر دیا۔

امیر المؤمنین ولید مرکز حکومت سے اس قدر
موسیٰ کی اندلس سے واپسی | دور کے ملکوں میں موسیٰ کی پیش قدمی کو
خطرناک سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک قاصد بھیج کر موسیٰ کو لڑائی بند

لینے اور دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا، موسیٰ بادل ناخواستہ اشدبیلیہ آیا۔ یہاں
 کچھ دن ٹھہر کر سفر کے انتظامات کیے۔ پھر ۹۶ھ میں حکومت اندلس کی باگ ڈور
 اپنے بیٹے عبدالعزیز کے سپرد کر کے ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا۔

موسیٰ دربار خلافت میں پیش کرنے کے لیے بے شمار اموال و خزانے ساتھ
 لے کر چلا تھا۔ قطار در قطار اونٹوں پر قیمتی اسلحہ، مرصع جواہر کپڑے اور زیب و
 زینت کا سامان لدا ہوا تھا۔ سونے چاندی اور جواہرات بمشکل تین گاڑیوں پر
 بار کیے گئے تھے تیس ہزار کنیریں اور ایک لاکھ غلام جلو میں تھے۔

فلخ اندلس کا یہ شاندار جلو س بادینہ نشینان افریقیہ کی نگاہوں کو محو
 حیرت کرتا ہوا۔ جب سرحد شام پر پہنچا تو ولید بن عبدالملک بیمار تھا۔ سلیمان
 بن عبدالملک ولیعهد خلافت نے موسیٰ کے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ "چونکہ
 امیر المومنین کے جانبر ہونے کی امید نہیں ہے لہذا وہ قدرے توقف
 کرے۔ سلیمان کا مقصد یہ تھا کہ اس کی تخت نشینی کے جشن کی شان و شوکت
 فلخ اندلس کے پیش کردہ مخف و ہدایا سے دو بالا ہو جائے۔ موسیٰ نے
 ولیعهد خلافت کے حکم کی تعمیل ضروری نہ سمجھی بلکہ امیر المومنین ولید کی
 زندگی کے آخری لمحات کو خوشگوار بنانا مناسب تصور کیا۔

موسیٰ دمشق میں داخل ہوا تو وہ نماز جمعہ کا وقت تھا، خلیفۃ المسلمین
 اپنی نو ساختہ جامع بنی امیہ کے منبر پر خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا۔ موسیٰ تیس اندلسی
 و افریقی شاہزادوں کو جلو میں لیے ہوئے جن کے سروں پر زرنگار تاج جگمگا
 رہے تھے۔ جامع مسجد میں داخل ہوا اور بارگاہ خلافت میں سلام عقیدت

گزرانا خلیفہ نے موسیٰ کو لگے لگا لیا اور اپنے ملبوس خاص سے سرفراز فرمایا۔
 موسیٰ کے اثنا کے پڑا سیر شہزادے منبر جامع مسجد کے دائیں بائیں کھڑے
 ہو گئے۔ خلیفہ وقت نے خطبہ میں ان عظیم الشان فتوحات مشرق و مغرب پر جو
 اس کے عہد حکومت میں ہوئیں، خداوند قدوس کا شکر ادا کیا۔ اور مزید میاں
 و کامرانی کے لیے طویل دعائیں مانگی۔

نماز کے بعد موسیٰ نے افریقہ و اندلس کا مالِ غنیمت ولید کے سامنے پیش
 کیا۔ ولید نے موسیٰ کو گراں بہا انعامات سے نوازا اور اس کے بیٹوں کے لیے
 گراں قدر وظیفے مقرر کیے۔

ولید کے بھائی مسلمہ بن عبد الملک کا میدان تہمت
 شام اور ایشیا کے کوچک کا سرحدی علاقہ رہا۔

حضرت معاویہ کے مجوزہ طریقہ پر وہ ہر سال موسمِ سرما میں رومی علاقوں پر
 فوج کشی کرتا تھا اور دنیا کی سب سے بڑی مسیحی طاقت کے دل سے اسلامی
 اقتدار کا رعب کم نہ ہونے دیتا تھا۔ ان حملوں میں اس کا قوت بازو عباس
 بن ولید بن عبد الملک ہوتا تھا۔

مسلمہ اور عباس نے مختلف دنوں میں حصن طوانہ، حصن بولق، حصن
 احرم، حصن بولس، ققم، حصن عموریہ اور ولید، ہرقلہ اور قونہ فتح کیے۔
 عبد الملک نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں ولید اور سلیمان کو علی الترتیب
 ولی عہدی

کے بعد اس کے بھائی عبدالعزیز کے حق میں کبھی منسوخ کر دیا تھا۔ ولید نے بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے باپ کی تقلید کی کوشش کی اور اپنے بھائی سلیمان کو محروم کر کے اپنے بیٹے عبدالعزیز بن ولید کو ولی عہد بنانا چاہا۔ امرا و حکومت نے حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم کے سوا اس کی اس رائے کو پسند نہ کیا۔ تاہم وہ اپنے ارادہ پر جما رہا اور اس نے سلیمان کو کسی بہانے سے اس مقصد کی تکمیل کے لئے بلایا۔ سلیمان کو بھی حقیقت حال معلوم ہو گئی۔ اس نے بیماری کا عذر لہر کے انکار کر دیا۔ ولید نے اب خود سلیمان کے پاس جا کر اسے ولی عہدی سے دستبرداری پر مجبور کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ ابھی اس کے انتظامات ہی میں مصروف تھا کہ موت کا طاق تورا تھڑا اس کے اور اس کے عزام کے درمیان حائل ہو گیا۔ ولید کے اس ناکام اقدام نے حجاج بن یوسف، قتیبہ بن مسلم وغیرہ اور سلیمان کے دلوں کے دلوں میں فرق ڈال دیا جس کے نتائج ان امرا اور ان کی اولاد کے حق میں اچھے نہ ہوئے۔

شوال ۹۵ھ میں عراق میں حجاج بن یوسف ثقفی امیر عراقین کی موت واقع ہوئی۔ موت کے وقت اس کی عمر چوں سال کی تھی۔

وفات حجاج

حجاج بن یوسف کے سخت گیر ہاتھوں نے بنی امیہ کے ایوانِ عظمت کی تعمیر میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ وہ بیس سال تک بصرہ و کوفہ اور ان سے متعلقہ ممالک کا والی رہے۔ اس نے اپنے دورِ حکومت میں عراقین کو جو بنی امیہ کے مخالفین کا مرکز تھا، عراقی شورش پسندوں کی فتنہ پردازیوں سے پاک و صاف کر دیا۔ مگر اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے جو ظلم ڈھائے، انہیں کبھی قابلِ شریف نہیں کہا جاسکتا۔

حجاج کے ظلم و ستم کو عذاب الہی سمجھنا چاہیے جو اہل عراق کی تاریخی بد اعمالیوں کی بدولت ان پر نازل ہوا۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منبر جامع کوفہ پر یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔

”اے اللہ میں نے ان لوگوں کو راز دار بنایا مگر انہوں نے میرے ساتھ خیانت کی، میں نے ان لوگوں کی خیر خواہی کی مگر انہوں نے مجھے دھوکہ دیا، اے اللہ ان پر نبی ثقیف کے کسی غلام کو مسلط کر دے جو ان کے مالوں اور جانوں کا فیصلہ جاہلیت کے ظالمانہ طرز پر کرے“

پھر حسن بصریؒ نے فرمایا کہ واللہ حضرت علیؑ نے اس ظالم کی جو صفات بیان کیں تھیں وہ سب حجاج میں موجود ہیں۔

ان برائیوں کے ساتھ ساتھ اس میں کچھ خوبیاں بھی تھیں جن کا اعتراف نہ کرنا ظلم ہے وہ بے مثال سپہ سالار تھا، تمام مشرقی فتوحات اگرچہ اس کے ماتحت انیسویں کے ہاتھوں انجام پائیں مگر ان میں مانع حجاج بن یوسف ہی کا کام کر رہا تھا۔ ہندوستان کے مسلمان تو حجاج کے احسان کے بارے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے ساحل ہندوستان پر سندھی ڈاکوؤں کے ہاتھوں جب مسلمان عورتوں اور بچوں کا قافلہ لٹا اور ایک لڑکی نے ”آغٹ یا حجاج“ کی فریاد بلند کی تو حجاج نے بیباختہ کبھی کہا۔ پھر بلا توقف فتح ہند کے لئے مسلسل مہمیں روانہ کیں، آخر میں اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو بھیجا اور اس شان سے بھیجا کہ لشکر کی تمام ضروریات حتیٰ کہ سوئی تاکہ تک ساتھ تھا۔ پھر اس توجہ اور اہتمام کے ساتھ اس مہم کی نگرانی کی کہ ہر تیسرے روز تازہ ترین خبریں منگوا کر یہ آیات روانہ کرتا تھا۔ چنانچہ جب محاصرہ

طویل ہوا تو حجان نے لکھا کہ ”منجھنق کو ایک زاویہ کم کر کے مشرق کی جانب نصب کر کے دیبل پر سنگباری کی جائے“ حجان کے اس مشورہ پر عمل کیا گیا تو دیبل کے مرکزی مندر کا گنبد پاش پاش ہو گیا اور کفرستان ہند میں پہلی مرتبہ اسلام کا پرچم لہرایا۔

حجان کلام اللہ کا بڑا اچھا حافظ و قاری تھا۔ نو مسلموں کی ضرورت کا لحاظ کر کے اس نے قرآن کریم پر سب سے پہلے اعراب لگوئے اور آیات و رکوع کی علامات قائم کیں۔ وہ عربی زبان کا شیریں بیان خطیب تھا۔ اس صنف میں اُسے حضرت حسن بصریؒ کا مماثل بتایا جاتا ہے۔

وسط جمادی الاخرہ ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک کے دیر مروان وفات پید میں وفات پائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور باب صغیر کے باہر دفن کیا گیا۔ اس کی عمر بیالیس سال چھ مہینے ہوئی اور نو سال آٹھ مہینے تخت خلافت پر متمکن رہا۔ اس نے انیس بیٹے یادگار چھوڑے۔

ولید بن عبدالملک اگرچہ علم و فضل سے بے بہرہ تھا، مگر سلیقہ حکمرانی و جہان نبانی میں ممتاز تھا۔

خوش قسمتی سے اس نے ایسا زمانہ پایا کہ ملک میں داخلی فتنے دب چکے تھے اور مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی ختم ہو چکی تھی۔ اس نے اس زبردست موقع سے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی پوری توجہ اندرونی اصلاحات اور بیرونی فتوحات کی طرف مبذول کر دی۔

ولید نے رفاہ عام کے بہت سے کام انجام دیئے۔ تمام ممالک محروسہ

میں شکر میں درجست کرائیں، ہیل نصب کرائے، ہنریں اور کنوئیں کھدوائے، مساجد
 خانے تعمیر کرائے، شفا خانے اور محتاج خانے جاری کیے، ہر پانچ بج کے لیے ایک
 خدمتگارا اور ہر اندھے کے لیے ایک رہنما حکومت کے ختم پر مقرر کیا ضرورتاً
 زندگی کے نسخہ پر بھی اس نے کنٹرول قائم کیا۔ اس کی عادت تھی کہ خود بازار
 میں نکل جاتا اور کسی سبزی فروش سے پوچھتا یہ سبزی کا گٹھا کس قیمت کلے
 وہ کہتا کہ ایک پیسہ کا تو دلید کہتا کہ ایک پیسہ ہیں یہ کم ہے اس میں اضافہ کر دو
 دینداری کی طرف بھی اس کا میلان تھا باوجود اپنے کثیر مشاغل کے
 ہر تیسرے دن ایک کلام مجید ختم کرتا تھا اور رمضان شریف کے مہینے میں
 سترہ قرآن کریم ختم کر لیتا تھا۔ تعلیم قرآن کریم کی طرف اس نے خاص طور پر
 توجہ کی۔ اسی کے زمانہ میں قرآن کریم میں اشعار لگائے گئے۔ اس نے قرآن و
 حفاظ کے وظیفے مقرر کیے اور حفظ قرآن مجید پر انعامات دیے۔
 اس کو تعمیرات سے خاص دلچسپی تھی لیکن اس نے اپنے اس ذوق
 مساجد کی تعمیر میں صرف کیا۔ یوں تو اس نے بہت سی مسجدیں بنائیں مگر
 مدینہ منورہ کی مسجد نبوی اور دارالخلافت کی جامع دمشق کی تعمیر میں جس زیادہ
 اور فن کاری کا ثبوت دیا وہ تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔
 ۸۸ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد امارت مدینہ میں مسجد نبوی نے
 سرے سے تعمیر ہوئی۔ اہمات المؤمنین کے حجرے جو اس وقت تک اپنی
 اصلی حالت میں تھے اور دوسرے متصلہ مکانات مسجد میں شامل کر لیے گئے
 اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بھی حدود مسجد میں آگئی۔

مسجد کی تعمیر کے لیے شام و روم سے ماہر کاریگر بلائے گئے۔ قیصر روم کو معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی مسجد تعمیر ہو رہی ہے تو اس نے بھی ایک لاکھ مثقال سونا، چالیس گنتھے نبت کاری کا سامان اور بہت سے کاریگریز جمع کر لیے کی خوشنودی حاصل کی۔

مسجد کے صحن میں ایک فوارہ بھی بنایا گیا جس میں بیرون شہر سے نلوں کے ذریعہ پانی لایا گیا تھا۔

مسجد مشرق فن کاری کا ایک نادر نمونہ تھی اس کا تمام فرش مرصع تھا دیواروں پر قد آدم سنگ رخام کی کھتیں۔ اس کے اوپر سونے کے ٹائل تھے جن میں جو اہرات کے رنگوری پیلین بنائی گئی تھیں، اس سے اوپر تختہ اللوان جو اہرات سے دنیا کے تمام مشہور شہروں کے نقشے بنائے گئے تھے۔ محراب پر کعبہ مکرمہ کا نقشہ تھا، چھت سونے کی اینٹوں کی بنائی گئی تھی اور اس میں سونے کی رنجیروں میں تندلیں آویزاں تھیں۔ محراب صحابہ میں ایک بہت بڑا جوہر تھا جو قندیلوں کے گل ہو جانے کے بعد بھی اپنی روشنی سے مسجد کو جگمگانا رہتا تھا۔

اس مسجد کی تعمیر میں ہندوستان ایران، افریقہ اور روم وغیرہ کے کاریگروں نے حصہ لیا تھا اور دنیا کے مختلف حصوں سے سامان تعمیر فراہم کیا گیا تھا۔ بارہ ہزار مزدور روزانہ کام کرتے تھے اور آٹھ سال کی مدت میں بن کر تیار ہوئی تھی۔ علامہ ابن کثیر کے بیان کے مطابق اس کی تعمیر و تزئین میں ایک کروڑ بارہ لاکھ دینار صرف ہوئے تھے۔ اور امام شافعی نے اس کو دنیا کے پانچ عجائبات

میں شمار کیا تھا۔

ولید کے زمانہ کی فتوحات حضرت عمر فاروقؓ کے عہد کے بعد تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتیں، قتیبہ بن مسلم، محمد بن قاسم اور موسیٰ بن نصیر کے کارنامے تفصیل کے ساتھ ذکر کیے جا چکے ہیں۔ ان جلیل القدر فاتحین عظام کے زیر علم حجابدین کرام کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے چین سے اسپین تک کے علاقہ کو روند ڈالا اور حالت یہ تھی کہ

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذان ہماری
تتمتہ نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

سلیمان بن عبد الملک

سنة ۹۶ تا سنة ۹۹ھ

سلیمان عبد الملک بن مروان کا بیٹا اور ولید کا حقیقی بھائی تھا۔ مدینہ منورہ میں محلہ بنی جذلیہ میں ۵۴ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اور ملک شام میں اپنے باپ کے پاس تعلیم و تربیت پائی تھی۔ راوی حدیث بھی تھا۔ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق ولید کے بعد ۱۵ جمادی الآخرہ ۹۶ھ کو رملہ میں وارث تاج و تخت ہوا۔

سلیمان کی صبح حکومت کا دامن بعض نامور سپہ سالاروں کے شفق گوں خون سے رنگین ہو گیا۔ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ولید نے اپنے باپ کی وصیت کے برخلاف سلیمان کو معزول کر کے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنا چاہا۔ امراء حکومت میں سے حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم نے اس کی اس رائے کی تائید کی، مگر دوسرے امراء کے اختلاف اور موت کی پیش دستی کے سبب یہ کام انجام نہ پاسکا۔

سلیمان طبعاً ان امراء سے ناراض تھا۔ یہ لوگ بھی اس کی طرف سے مطمئن نہ تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملت کو اپنے چند بہترین فرزندوں کا داغ سینہ پر لینا پڑا۔

حجاج کو اس بات کا بڑا ڈر رہتا تھا کہ ولید کا اس کی زندگی میں انتقال نہ ہو جائے مگر اسے اس خطرہ سے دوچار نہ ہونا پڑا، اور وہ خود ولید سے ایک سال قبل راہی ملک عدم ہوا، مگر سلیمان نے حجاج کی بجائے اس کے ناموز بھتیجے محمد بن قاسم سے انتقام لیا۔

محمد بن قاسم کا قتل
محمد بن قاسم اس زمانہ میں فتوحاتِ سندھ کی تکمیل میں مصروف تھا۔ سلیمان نے اسے مغزول کیے یزید بن

ابی کبشہ سکا سکی کہ سندھ کا والی مقرر کر کے بھیجا۔ یزید نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے پابڑ بچیر کیا اور اسے صالح بن عبدالرحمن کے پاس و اسطد عراق بھیج دیا۔ صالح کے بھائی آدم کو حجاج بن یوسف نے خارجیت کے جرم میں قتل کیا تھا۔ صالح نے محمد بن قاسم اور اس کے اہل خاندان کو سخت سخت تکلیفیں دے کر قتل کر دیا۔

محمد بن قاسم نے اہل سندھ کے قلوب کو اپنے حسن سلوک سے فتح کر لیا تھا چنانچہ اس کی مظلومانہ موت پر بقول ابن اثیر انہوں نے آنسو بہائے اور حسب بیان بلاذری انہوں نے اس کا بت بنا کر اپنے مندر میں رکھا یہ حمزہ بن ربیع حنفی محمد بن قاسم کا اس طرح ماتم کرتا ہے :-

ان المرقة والسماحة والقرى بهادري ازم دلی اور سخاوت محمد بن قاسم بن محمد
محمد بن القاسم بن محمد ہی کے لئے مقدر ہو چکی تھی۔ سترو سال کی عمر میں
سأس الجیوش سبع عشرة الفه ہی اس نے لشکروں کی سالاری لی۔ اس کی
یا قریب ذاك سو دامن مولد سرداری کس قدر کم عمری میں تھی :-

قتیبہ بن مسلم کا قتل
قتیبہ بن مسلم حاکم خراسان حجاج کا ساختہ پروانہ تھا۔ سلیمان نے اس کی ولی عہدی میں وہ بھی مزاگم ہوا تھا، اس لیے اس کی تخت نشینی کے بعد اسے فگر ہوا کہ میں سلیمان اس سے انتقام نہ لے، چنانچہ اس نے پیش بندی کے طور پر اپنا ایک قاصد سلیمان کے پاس بھیجا اور اسے سلیمان کے

نام تین خط دیئے۔ پہلے خط میں اس نے سلیمان کو تخت نشینی کی مبارکباد دی تھی اور
عبدالملک اور ولید سے اپنی وفاداری کا ذکر کیا تھا۔ پھر لکھا تھا کہ وہ سلیمان کا بھی
اسی طرح حلقہ بگوش رہیگا، اگر اسے معزول نہ کرے۔

دوسرے خط میں اس نے خراسان و ترکستان میں اپنی محیر العقول فتوحات
کا تذکرہ کیا تھا اور سرداران ایران و شہر یاران ترکستان کے دلوں میں اپنے
رعب و دبدبہ کا حال لکھا تھا۔ پھر لکھا تھا کہ اگر اسے خراسان سے معزول کیے
اس کے حریف یزید بن مہلب کو اس کا جانشین بنایا گیا تو وہ خلیفہ کی بیعت
توڑ دیگا۔ تیسرے خط میں سلیمان بن عبدالملک کی بیعت توڑنے کا اعلان تھا۔
یہ تینوں خط ایک ساتھ قاصد کو دیئے اور کہا کہ پہلے پہلا خط خلیفہ سلیمان
کو دینا اگر وہ اسے پڑھ کر یزید بن مہلب کی طرف بڑھا دے تو پھر دوسرا خط
دینا، اگر وہ اسے پڑھ کر بھی یزید بن مہلب کے حوالہ کر دے تو پھر تیسرا خط دینا۔
قتیبہ کا قاصد دربار خلافت میں حاضر ہوا تو حسب توقع یزید بن مہلب
وہاں موجود تھا۔ قاصد نے پہلا خط سلیمان کو دیا۔ سلیمان نے اسے پڑھ کر یزید کے
حوالہ کر دیا۔ اب قاصد نے دوسرا خط سلیمان کے حوالہ کیا۔ سلیمان اسے بھی
پڑھ کر یزید کی طرف بڑھا دیا۔ اب قاصد نے قتیبہ کے ترکش کا آخری تیر نکالا
اور سلیمان کی طرف بڑھایا۔ سلیمان اسے پڑھ کر لال پیلا ہو گیا۔ تاہم اس نے
عاقبت اندیشی سے کام لیا۔ قاصد کو انعام و اکرام سے نوازا اور قتیبہ کی ولایت
خراسان پر برقراری کا پروانہ دے کر اسے رخصت کیا۔ مگر افسوس! قتیبہ کی
جلد بازی نے بنا بنایا کام خراب کر دیا۔

قاصد کو روانہ کرنے کے بعد قتیبہ نے اس بدگمانی پر کہ سلیمان اسے ضرور معزول کر دینگا۔ سلیمان کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا۔ اسے اپنے ماتحت سرداروں سے بڑی توقعات تھیں، مگر خلیفہ وقت سے بغاوت کے معاملہ میں اس کے سرداروں نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ بنی تمیم کے سردار وکیع کو اپنا سپہ سالار بنا کر وہ قتیبہ کے مقابلہ پر گئے اور ایک معرکہ میں اسے قتل کر دیا۔

بہر کیف قتیبہ بن مسلم جیسا فاتح اسلام جس سے شاہان عجم و ترکستان بے پروا ہونے لگے۔ آپس کی بدگمانی اور مخالفت کی تذر ہوا۔

ایک خراسانی نے اس کے قتل کی خبر سن کر کہا "خدا کی قسم اگر قتیبہ جیسا فاتح ہم میں ہوتا اور مرجاتا تو ہم اسے تابوت میں رکھتے اور دشمنوں کے مقابلہ کے وقت اس تابوت کی برکت سے فتح طلب کرتے"۔

سلیمان بن عبد الملک کے خیر انتقام کا تیسرا
موسیٰ بن نصیر کی تعزیر شکار فاتح افریقیہ و اندلس موسیٰ بن نصیر بنا۔

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ سلیمان نے اس سے خواہش کی تھی کہ وہ دار الخلافہ میں داخل ہونے کے لئے اس کے عہد حکومت کا انتظار کرے مگر موسیٰ نے اس کی اس خواہش کو پورا کرنا ضروری نہ سمجھا تھا۔ سلیمان نے عمان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد موسیٰ سے افریقیہ کے خراج کی بقایا کا سختی کے ساتھ مطالبہ کیا، موسیٰ اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکا تو اس نے اسے قید کر دیا۔ اور اس پر گراں قدر تاون عائد کیا۔ ۹۷ھ میں سلیمان نے حج بیت اللہ کیا تو موسیٰ بن نصیر اسیرانہ حیثیت سے

اس کے ساتھ تھا۔ آخر مدینہ منورہ میں انسی سال کی عمر میں اسلام کے اس فرزندِ سعید نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمتہ کا ملکہ شاملہ

فتوحات

فتح قستانِ جرجان | جرجان اور طبرستان کے علاقے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں سعید بن عاص کے ہاتھ فتح ہو چکا تھا مگر یہ ملک پہاڑی تھا اور یہاں کے رہنے والے سرکش اور ثوریش پسند واقع ہوئے تھے جلد ہی یہ لوگ باغی ہو گئے بلکہ اسلام کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ سلیمان کے عہدِ حکومت میں جب یزید بن مہلب خراسان کی مارت پر ماتو ہوا تو اس نے ادھر توجہ کی اور ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ جرجان کی طرف روانہ ہوا۔ پہلے قستان کے علاقہ کا محاصرہ کیا۔ ترکوں نے سخت مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی، بیس ہزار مال و دولت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ پھر یزید جرجان پہنچا۔ شاہ جرجان نے دیم سے مدد مانگی۔ دیلی پوری طاقت کے ساتھ اہل جرجان کی مدد کے لیے آئے اور دونوں فوجوں میں سخت معرکہ ہوا۔ اسلامی لشکر کے ایک بہادر ابن ابی سبرہ نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔ ایک دن کسی ترک سردار سے ان کی مہارت ہوئی۔ ترک نے ان کے سر پر تلوار کا وار کیا۔ اس کی تلوار ان کے خود میں الجھ کر رہ گئی۔ انہوں نے اسی حالت میں پلٹ کر ترک پر جو الی حملہ کیا اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مبارزت سے فارغ ہو کر یہ اسلامی لشکر میں اس

حال میں داخل ہوئے کہ ان کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور دشمن کی تلوار ان کی کلاہ افتخار کا طرہ بنی ہوئی تھی، یہ منظر دیکھ کر یزید بن مہلب کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔ میں نے اس بہتر منظر کبھی نہیں دیکھا، یہ کون بہادر ہے؟ لوگوں نے بتایا، یہ ابن ابی سبرہ ہے۔ یزید نے کہا "یہ بہترین شخص تھا اگر اسے شراب کی لت نہ ہوئی۔"

آخر اسی بہادر نے شاہ ولیم کا سر تن سے جدا کیا۔ شاہ ولیم کے قتل سے غنیمت کے پاؤں اکھڑ گئے اور مجبوراً شاہ جرجان کو بیٹھ قرار دیا۔ وہ نے کر سعید بن عاص کے زمانہ کی شرائط پر صلح کرنی پڑی۔

اس غزوہ میں جو بیٹھ قرار زرو جو اہل مسلمانوں کے ہاتھ آیا اسی میں ایک تاج بھی تھا۔ یزید بن مہلب کی خدمت میں جب وہ تاج پیش کیا گیا تو اس نے کہا کیا کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جسے یہ تاج دیا جائے اور وہ اسے نگاہ میں نہ لائے؟ لوگوں نے کہا "ایسا کون ہو سکتا ہے؟" یزید نے ایک رضا کا محمد بن واسع کو بلایا اور اس کو یہ تاج بطور عطیہ کے پیش کیا۔ محمد نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں، یزید نے قسم کھا کر کہا تمہیں ضرور لینا ہوگا۔ محمد نے تاج لے لیا اور اپنے خیمہ کی راہ لی راستہ میں اسے ایک سائل ملا اور اس سے کچھ مانگا۔ محمد نے بے تکلف وہ تاج اس کے حوالہ کر دیا۔ آخر یزید کو یہ خبر ہوئی اور اس نے مال کثیر دے کر اس سائل سے تاج واپس لے لیا۔

۹۸ھ میں سلیمان نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ اپنے قسطنطنیہ پر حملہ بھائی مسلمہ بن عبد الملک کو قسطنطنیہ کی فتح کے لیے روانہ

کیا۔ ایک لاکھ بیس ہزار کا ایک لشکر خشکی کی راہ سے اور اسی تو راہ کا دوسرا لشکر سمندر کے راستہ سے قسطنطنینہ کی طرف بڑھا اور شہر کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا۔ مسلمان اس عزم سے گئے تھے کہ وہ شہر کو فتح کیے بغیر واپس نہ جائینگے۔ پھر انہوں نے قسطنطنینہ کے متصل ایک نیا شہر بسا دیا اور اپنی ضروریات کے لیے غلہ اور ترکاری کے کھیت بوندیئے۔

رومیوں نے جب مسلمانوں کے یہ جوصلے دیکھے تو انہوں نے صلح کی پیشکش کی۔ مگر مسلمہ نے اس پیشکش کو رد کر دیا اور بڑک شہر شہر کے دروازے کھولنے کے عزم کا اعلان کیا۔ اب رومیوں نے ایک دوسری تدبیر کی۔ سلطنت روم کا اندرونی نظام ان دنوں مثل ہوا تھا۔ ملک میں طوائف و مملوک کی بھلی ہوئی تھی۔ بیس سال کے اندر اندر چھ قیصر تخت نشین ہو کر معزول ہوئے تھے۔ انہیں کسی مدبر و منتظم بادشاہ کی ضرورت تھی جو اس وقت قوم کے سر کو اسلامی حملہ کے طوفان کے صحیح و سلامت لے کر نکل جائے۔ ادھر ملکہ کی فوج میں لیون مرشی ایک بہادر اور چالاک سردار تھا۔ تو اس ہم میں مشیر کا اور معتمد علیہ تھا۔ رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان نامہ و پیام بھی اس کی معرفت کونا کام لوٹا دے۔ نو وہ لے سے رومی بیڑ لپٹی حکومت کا فرمانروا ایم کر لیا۔ ایک مرتبہ جب لیون مسلمہ کے ایلچی کی حیثیت سے قسطنطنینہ سے واپس آیا تو اس نے مسلمہ سے کہا کہ رومی قسطنطنینہ کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں مگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ لشکر اسلامی محاصرہ اٹھا کر دور چلا جائے تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ اپنا ساڑوسا مان لے کر شہر سے چلے جائیں۔ مسلمہ نے کسی قدر تامل

کے بعد لیون کے اعتماد پر اس تجویز کو قبول کر لیا۔

اسلامی فوجوں کے مٹتے ہی رومیوں نے مسلمانوں کے خوراک کے تمام ذخائر کو راتوں رات شہر میں منتقل کر لیا اور فصیل بھی جہاں جہاں سے شکستہ ہو گئی تھی اسے درست کر لیا، اور لیون کو اپنا سردار بنا کر مسلمانوں کے مقابلہ پر نئے سرے سے صف آرا ہو گئے۔ ایک دوسری مصیبت مسلمانوں پر نازل ہوئی کہ اس سال اس قدر سردی پڑی کہ عربوں سے برداشت نہ کر سکتے تھے تاہم مسلمانوں کے عزم و استقلال میں فرق نہ آیا اور وہ ان مصائب میں محصور ہو کر بھی دشمن سے جنگ کرتے رہے یہ

سلیمان جو اسلامی لشکر کی مدد کے لئے مرجع سابق میں مقیم تھا اسی دوران میں راہی عدم ہوا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اس کے جانشین منتخب ہوئے آپ نے مسلمہ کو واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ اسلامی لشکر جان و مال کے کثیر نقصانات اٹھا کر ناکام واپس آ گیا۔

سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بعد اپنے بیٹے ایوب کو ولی عہد ولی عہدی نامزد کیا تھا۔ مگر ایوب اس کی زندگی ہی میں مر گیا۔ جب سلیمان مرض موت میں مبتلا ہوا تو اس نے رجا بن حیوہ کے مشورہ سے اپنے چچے بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ولی عہد نامزد کیا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ بی بی مروان حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کو خوشی سے منظور نہ کریں گے اس لئے اس نے ولی عہدی کے متعلق اپنے وصیت نامہ کو سرکھبر

کر کے رجا بن حیوۃ کے حوالہ کر دیا اور اسے ہدایت کی کہ میرے خاندان کے افراد کو جمع کر کے جس شخص کا نام اس خط میں ہو اس کے نام کی بیعت لے لو اس طرح بنی مروان نے نام سے آگاہ ہوئے بغیر خلیفہ کے نامزد کردہ شخص کی بیعت کر لی۔

۱۔ صفر ۹۹ھ کو جمعہ کے دن سلیمان بن عبد الملک نے **وفات سلیمان** مرجع سابق (مصنوعات قنسرین) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ موت کے وقت اس کی عمر پتالیس سال تھی۔ مدت خلافت دو سال آٹھ مہینے ہوئی۔

سیرۃ سلیمان سلیمان بن عبد الملک اپنے اوصاف و خصائل کے لحاظ سے اکثر خلفاء ربی امیہ سے ممتاز تھا، وہ فصیح و بلیغ تھا۔ دینداری، نیکی، حق پرستی اور اہل حق کی محبت کی طرف اس کا میلان تھا۔ کتاب و سنت کا اتباع، اور احکام شریعت کا اجراء اس کا مسلح نظر تھا۔ اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی قیدیوں کی رہائی کے احکام جاری کیے یہاں تک کہ قید خانے خالی ہو گئے۔ رعایا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ اور ظالم و جاہر حکام کو معزول کر دیا۔ اس کے ان کارناموں کی وجہ سے لوگ اسے مفتاح النیر (کھلائی کی کنجی) کے نام سے یاد کرتے تھے یہ

اس نے احکام جاری کیے کہ نمازیں اول وقت میں ادا کی جائیں
جامع دمشق کی بنیاد رکھی ولید نے اسی کی رک سے ڈالی تھی۔ پھر اس نے اپنے

عہد میں اس کی تکمیل کی شدت میں وہ حج بیت اللہ کے لئے گیا۔ اہل حرم کو داد و ہش سے نوازا، صرف خاندان قریش میں چار ہزار وظیفے مقرر کیے۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے لشکر گاہ میں کسی تمغی کی آواز سنی، کہنے لگا جب مرد گاتا ہے تو عورت کو اس کی طرف کشش پیدا ہوتی ہے اور بدکاری کی راہیں کھلتی ہیں۔ پھر گانے والوں کو بلایا اور حکم دیا کہ انہیں حاضی کر دیا جائے، اس کے بعد اس نے تحقیق کی کہ غنا، کامرکز کہاں ہے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ ہے۔ اس نے وہاں کے عامل ابو بکر بن حزم کو حکم بھیجا کہ تمام معنیوں کو حاضی کر دیا جائے یہ

اعلاؤ کلہ اسلام کا اسے اس قدر خیال تھا کہ اپنے بھائی مسلمہ کو قسطنطنیہ روانہ کر کے دوز مرزج دابق میں اس کی مدد کے لئے پڑا رہا اور اعلان کر دیا کہ جب تک قسطنطنیہ کو فتح نہ کر لیا جاوے گا، اس سے نہ لوٹے گا۔ چنانچہ اس نے مرکز خلافت سے دوز مرزج دابق ہی میں جان جہاں آفریں کے سپرد کی۔ مگر اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے پاک باطن شخص کو زندگی میں اپنا وزیر اور اپنے مرنے کے بعد اپنا جانشین تجویز کیا۔ محمد بن سیرین نے فرمایا:۔

”خدا سلیمان کو اپنی رحمت سے نوازے، اس کی خلافت کی ابتداء بھی خیر سے ہوئی اور انتہا بھی خیر پر، ابتداء و نازوں کی بروقت ادائیگی کے اہتمام سے ہوئی اور انتہا حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ولیعهدی کے حکم پر۔“

مگر تعجب ہوتا ہے کہ ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ
قائدین ثلاثہ کا معاملہ | اس کا دامن موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم اور
 قتیبہ بن مسلم جیسے فاتحین اسلام کے ساتھ بے انصافیوں کے دھبوں
 سے داغدار ہے۔ اس میں شک نہیں ان دھبوں کو جس قدر نمایاں کرنے
 کی کوشش کی گئی ہے حقیقت حال کے لحاظ سے وہ اس قدر نمایاں
 نہیں ہیں۔

قتیبہ بن مسلم کے قتل کا جہاں تک تعلق ہے سلیمان پر کوئی الزام عائد
 نہیں ہوتا باوجود اس دھمکی کے جو آداب شاہی کے سراسر خلاف تھی۔ اس
 نے قتیبہ کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لیا۔ مگر افسوس کہ قتیبہ کی جلد بازی اور
 بے اعتمادی نے اس کا کام تمام کیا اب موسیٰ بن نصیر اور محمد بن قاسم کا
 معاملہ رہ جاتا ہے۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے فاتحین روپے پیسے کے خرچ
 میں محتاط نہیں ہوتے۔ حضرت خالد بن ولید پر بھی اسی قسم کی گرفت کی
 گئی تھی۔ لیکن ایک خلیفہ عادل کسی کی اہم خدمات کے عوض اموال
 مسابین پر اعتبار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ سلیمان نے موسیٰ سے افریقہ کے خرچ
 کی بقایا کا مطالبہ کیا اور جب وہ اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکا تو اسے لٹرنہ
 کر دیا۔ بالکل قرین قیاس ہے کہ سلیمان کے اس بتاؤ میں اس کے سابق
 الذکر جد بے انتقام کو بھی دخل ہو۔ لیکن اصولی اعتبار سے جو کچھ کیا گیا وہ اپنی
 جگہ صحیح تھا۔

یہ واضح رہے کہ عام مورخین نے سلیمان کے اس محاسبہ کی جو تفصیلات لکھی ہیں، وہ مغربی مورخین کے معاندانہ بیانات پر مبنی ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے جو مشہور محقق مورخ ہیں، صرف اس قدر لکھا ہے :-

«سلیمان موسیٰ سے ناراض تھا، اس لیے اُس نے اُسے نظر بند کر دیا اور کثیر رقم کا اس سے مطالبہ کیا۔ موسیٰ اس نظر بندی کی حالت میں سفر حج میں سلیمان کے ساتھ تھا کہ اس نے انتہی حال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔»

پھر موسیٰ اگرچہ نظر بند تھا تاہم وہ سلیمان کا معتد علیہ تھا اور اہم امور میں وہ اس سے مشورے کرتا رہتا تھا۔ سلیمان کے دور خلافت کا سب سے اہم کارنامہ غزوہ قسطنطنیہ سر اسراہی کے مشوروں کا رہا۔ منت تھا علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

وذلك كله عن مشورة اور غزوہ قسطنطنیہ کے یہ تمام انتظامات
موسیٰ بن نصیر حین قدم موسیٰ بن نصیر کے مشورہ سے جب
علیہ من بلاد المغرب بلاد مغرب سے واپس آیا اعل میں آئے

مقام حیرت ہے کہ ایک طرف بقول ابن کثیر سلیمان موسیٰ کی رائے پر دو لاکھ چالیس ہزار مسلمانوں کی جانوں کی بازی لگا دیتا ہے اور خود بھی مستقر خلافت سے دور مرجع دابق میں زندگی کے آخری لمحات پورے کرتا ہے اور دوسری طرف بقول مسٹر ایس پی اسکاٹ موسیٰ کی اس کے دربار میں پوزیشن یہ ہے کہ

”موسیٰ کی جائداد ضبط ہوتی ہے، دو لاکھ دینار جرمانہ کیا جاتا ہے پھر اسے دھوپ میں پابزیر کھڑا کرنے کے بعد حکم دیا جاتا ہے کہ وہ دربار شاہی میں کبھی نہ پھٹکے۔ اس کے بعد وہ اپنے ایک غلام کو ساتھ لے کر اپنے وطن چلا جاتا ہے جہاں وہ بدوؤں سے پھیک مانگ کر اپنا پیٹ پالتا ہے۔ اس طرح اس کی زندگی گمنامی میں ختم ہو جاتی ہے“ لہ

اب محمد بن قاسم کا معاملہ رہ جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سلیمان نے بنی عقیل و خاندانِ حجاج بن یوسف کے ساتھ سخت برتاؤ کیا اور مورخین نے اس کا سبب یہی لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف نے چونکہ سلیمان کی ولی عہدی کے معاملہ میں اس کی مخالفت کی تھی اس لیے ایسا ہوا مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر حجاج کی مخالفت کی بنا کیا تھی؟ یہ بات بالکل صاف ہے کہ سلیمان حضرت عمر بن عبدالعزیز کی پارٹی کا آدمی تھا اور عمر بن عبدالعزیز اور حجاج بن یوسف کے طرز سیاست میں بعد المشرقین تھا۔ حجاج کی رائے یہ تھی کہ عراق میں آپ شمیر ہی فتنہ و فساد کی آگ فرو کر سکتی ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز خونِ مسلم کی اس ارزانی کو سرگرم پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ اختلاف صرف نظری ہی نہیں تھا بلکہ عملی بھی تھا۔ چنانچہ کئی مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حجاج میں ٹکر ہوئی۔

جب سلیمان کے ہاتھ میں عذراں حکومت آئی تو جلالِ توفیقِ حیات
 سے آزاد ہو چکا تھا۔ اس کے اہل خاندان کو اس کے مظالم کا کفارہ ادا
 کرنا پڑا۔ سلیمان نے بڑے عقیل کو جن میں محمد بن قاسم بھی تھا صلح بن عبد
 الرحمن کے حوالہ کر دیا۔ صلح نے حجان سے اپنی خاندانی کاوش کی بنا پر
 محمد بن قاسم کو تہ تیغ کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حجان کے مظالم کتنے ہی ناحق کیوں نہ ہوں،
 محمد بن قاسم جیسے عادل نوجوان سے ان کا انتقام کسی طرح حق بجانب
 قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز

۹۹ھ - ۲۱ھ

عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم کے صاحبزادے تھے۔ والدہ ماجدہ ام عامر عامر بن عمر بن خطاب کی صاحبزادی تھیں۔ ۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور دولت و حکومت کی آغوش میں بچپن ہی سے علم و تقویٰ کی طرف میلان رکھا۔ تھوڑی ہی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ باپ نے طبیعت کا میلان دیکھ کر مدینہ منورہ کے مشہور محدث صالح بن کیسان کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے بھیج دیا۔

زمانہ طالب علمی ایک دن ان کی نماز باجماعت فوت ہو گئی اسناد نے جواب طلب کیا عمر بن عبد العزیز نے کہا: "انا میرے بال سنوار رہی تھی" صالح نے عبد العزیز کو جو اس زمانہ میں مصر کے والی تھے واقعہ کی اطلاع دی اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ عبد العزیز نے فوراً ایک قاصد کو مصر سے روانہ کیا جس نے عمر بن عبد العزیز سے کسی قسم کی گفتگو کے بغیر ان کے بال موٹا دیئے۔

عبد العزیز ایک مرتبہ حج کے لیے آئے تو مدینہ منورہ میں بھی حاضری دی صالح بن کیسان سے پوچھا کہ بچہ کا کیا حال ہے؟ صالح نے جواب دیا میں نے عمر سے زیادہ کسی بچہ کے دل کو اللہ تعالیٰ کی عظمت سے لبریز نہیں پایا۔

صالح بن کیسان کے علاوہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ دوسرے صلحاء مدینہ

سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت انس بن مالک، سائب بن زید، یوسف بن عبد اللہ بن سلام، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر جیسے حلیل القدر صحابہ کرام و تابعین عظام کے حلقہائے درس میں شریک ہوئے۔ فطری صلاحیت اور اکابر امت کی صحبت کا یہ نتیجہ ہوا کہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے "میں تابعین میں سے بجز عمر بن عبدالعزیز کے کسی کے قول کو حجت نہیں سمجھتا!"

طالب علمی ہی کے زمانہ میں آپ کی بہت بلند اور ارادے نیک تھی۔ حکومت اموی کو آپ خلافت راشدہ کے سانچہ میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں کہ ایک دن عمر بن عبدالعزیز مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو کسی نے کہا "آپ کو دیکھو! آپ مدینہ میں کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کرنے آئے ہیں اور یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ سنت فاروقی کی پیروی کریں، چہ خوش" داؤد کہتے ہیں "خدا کی قسم اس نوجوان نے جو ارادہ کیا تھا وہ پورا کر کے دکھا دیا۔"

جان ہوئے تو عبدالملک بن مروان کی بیٹی فاطمہ سے شادی ہوئی، اور بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہوئے تاہم مسند حکومت پر فائز ہو کر بھی دولت دین کو ہاتھ سے نہ دیا۔ ولید نے جب انہیں مدینہ منورہ کی گورنری پر مامور کیا تو اس سے شرط ٹھہرائی کہ وہ دوسرے حکام کی طرح ظلم نہ کریں گے۔

۱۰ صفر ۹۹ھ کو سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا۔ سلیمان بن

بیعت خلافت | اگرچہ رجاہ بن حیوہ کے ذریعہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بیعت لے چکا تھا، لیکن رجاہ کو یقین تھا کہ بنی امیہ آسانی سے عمر کی خلافت کو منقرض ہونے دینگے۔ اس لیے سلیمان کے انتقال کی خبر کو رجاہ نے مخفی رکھا۔

اور مرج و ابوق کی جامع مسجد میں خاندانِ حکومت کو جمع کر کے دوبارہ سلیمان کے نامزد کردہ شخص کی بیعت لی۔ جب سب نے دوبارہ بیعت کر لی تو رجا نے آگے بڑھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے بازوؤں کو پکڑا اور انہیں منبر کی طرف بڑھایا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خلافت کا اعلان ہوا تو اناتیشد کی دوستی ایک وقت مسجد میں گونجیں۔ عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس لیے اناتیشدؓ کی خلافت کا بارگراں ان کے کندھوں پر اٹھایا، اور ہشام بن عبدالملک نے اس لیے کہ وہ متوقع تختِ حکومت سے محروم رہا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ آخر بادل نا خواستہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا :-

برادرانِ ملت! نفس انسانی کی کمزوریوں سے میں بھی خالی نہیں ہوں۔ میں بھی اپنے پہلو میں ایک حربیں دل رکھتا ہوں۔ اس کا خاصہ یہ ہے کہ جب وہ کسی ایک مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے تو اس سے بالاتر مرتبہ کے حصول کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ تختِ خلافت کے حصول کے بعد اب وہ اس سے بلند مرتبہ چیز کی فکر میں ہر اور وہ منزل جنت ہے میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ ازراہِ کرم اس خواہش کی تکمیل میں میری مدد کریں۔

مسجد سے باہر نکلے تو شاہی سواری آپ کے لیے پیش کی گئی اور بصورتِ بلوس آپ کو بیتِ خلافت تک لیجانے کا ارادہ کیا گیا اور گھوڑوں اور فہروں کی قطاروں پر آپ کی نظر پڑی تو آپ نے پوچھا یہ کیا ہے! ارکانِ حکومت نے

جواب دیا "شاہی سواری" آپ نے فرمایا جی نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں گھوڑا ہی میرے لئے زیادہ موزوں ہے۔ چنانچہ تمام جلوں منتشر کر دیا گیا۔ آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو اپنے خیمہ کا راستہ لیا، ارکان نے عرض کی، حضرت منزل خلافت (شاہی کیمپ) میں تشریف لے چلنے نے فرمایا "نہیں وہاں سلیمان کے اہل و عیال ہیں، انہیں تکلیف ہوگی مجھے خیمہ کافی ہے"۔

بیعت سے فراغت کے بعد گھر میں تشریف لکے تو بچہ مغموم تھے۔ نے پوچھا، حضرت آپ اس قدر متفکر کیوں ہیں؟ آپ نے جواب دیا، بیجا نہیں، مشرق و مغرب میں امت محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں جس حقوق کی ادائیگی میرے ذمہ نہ ہو، خواہ وہ طلب کرے یا نہ کرے پھر بیوی (فاطمہ بنت عبد الملک) سے کہا "میرے طرز زندگی ساتھ اگر تم بناہ دیکھو تو میرے ساتھ رہو، ورنہ تمہیں اختیار ہے کہ چلی جاؤ۔ نیک نفس بیوی سن کر رونے لگیں، پھر پولیس میں ہر حال میں شریک زندگی ہوں۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز کے نیک ارادوں کا پہلے ذکر آچکا ہے۔ اصل حاکم کے پورا کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلا کام اہل یہ کیا کہ مختلف صوبہ جات کے امراء کے نام حسب ذیل فرمان جاری فرمائے اپنے عزائم سے آگاہ کیا۔

آنا بعد سلیمان اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جسے اس نے نعمتِ خلافت سے بہرہ اندوز کیا تھا، اب اس کا انتقال ہو گیا اور میں اس کا قائم مقام بنایا گیا ہوں۔ خدا نے جو ذمہ داری مجھ پر عائد کی ہے وہ بہت سخت ہے مگر بھیاں جمع کرنا اور دولت سمیٹنا مجھے منظور ہوتا تو مجھ سے زیادہ کسی کے لیے اس کے وسائل مہیا نہ تھے لیکن میرا تو یہ حال ہے کہ میں خلافت کی ذمہ داری کے سلسلہ میں سخت محاسبہ سے لڑا ہوں۔ البتہ اگر خدا نے رحم و درگزر سے کام لیا تو امید ہے کہ چھٹکارا ہو جائے۔“

اس کے علاوہ مختلف صوبجات کے امراء کو وہاں کے مخصوص حالات کے پیش نظر مخصوص احکام بھیجے۔ سلیمان بن ابی السریٰ کے نام یہ حکم بھیجا۔

”تم مسافر خانے بنو اور جو مسلمان ادھر سے گزرے اسے ایک دن اور ایک رات وہاں ٹھہراؤ، اس کی ضیافت اور اس کی سواری کے چارہ کا انتظام مفت کرو جو مسافر مریض ہو اور اپنے وطن جانا چاہے اسے حکومت کے خرچ پر گھر پہنچانے کا انتظام کرو۔“

عبد الحمید کے نام یہ حکم بھیجا :-

”ماگزشتہ زمانہ میں اہل کوفہ کو عمالِ سور کے ہاتھوں سخت مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ہے اور ان کے ساتھ بہت برا ہتاؤ کیا گیا ہے، دیکھو دین کی بنیاد عدل و احسان پر ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ اپنے نفس کے محاسبہ کا خیال رکھنا چاہیے۔ تم اسے گناہوں کے تھوڑے بوجھ سے بھی گراں بار نہ کرو۔ خراج کے معاملہ میں پوری احتیاط برتو۔ غیر آباد زمین

سے آباد کے خراج کا مطالبہ نہ کرو۔ اس سے اسی قدر وصول کرو، جو اس کے لئے مناسب ہو۔ البتہ اسے آباد کرنے کی فکر کرو۔ آباد زمین سے صرف خراج وصول کرو اور اس میں کبھی نرمی اور حسن تقاضا ملحوظ رہے۔ رعایا سے ہر سال کے مصارف، لو روز اور ہر جاں تمواروں کے ہدیئے، قرآن کریم کی قیمت، پانی جہیا کرنے کا ٹیکس، مکانات کا کرایہ اور نکاحانہ وصول نہ کیا جائے۔ کوئی شخص کسی ملک کا بھی اگر مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ ہرگز نہ وصول کیا جائے۔“

اگر آپ نے صرف احکام کے اجراء ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ امرات سے باز پرس | امرات و ولایة کی کمزوریوں اور غلط کاریوں پر سختی سے

احتساب کیا۔

یزید بن مہلب کے ذمہ بیت المال کا ایک گراں قدر مطالبہ تھا۔ آپ نے یزید کو دار الخلافت میں طلب کر کے اس سے اس کی ادائیگی کا تقاضہ کیا۔ یزید نے جواب میں کسی مطالبہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جب یزید کو سلیمان کے زمانہ کی اس کی وہ تحریر دکھلائی گئی جس میں اس نے ان رقوم کا اقرار کیا تھا تو اس نے کہا ”آپ کو معلوم ہے کہ میرا اور سلیمان کا معاملہ واحد تھا، نے اپنے مخالفین کو مرعوب کرنے کے لئے اسے لکھ دیا تھا اور نہ حقیقت میں ذمہ کچھ نہیں ہے۔“ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کے اس جواب کو قبول کیا اور اسے قید کر دیا۔

یزید کے بیٹے محمد کو باپ کا حال معلوم ہوا تو دربار خلافت میں حاضر

اور کہا "یا امیر المؤمنین اللہ نے اس اُمت پر آپ کو خلیفہ بنا کر بڑا احسان فرمایا۔
 ہر پھر تم ہی آپ کے لطف و کرم سے کیوں محروم رہیں؟ مناسب ہے کہ کچھ گھٹا
 بڑھا کر معاملہ طے کر لیا جائے" حضرت عمرؓ نے فرمایا "جب تک ایک ایک
 کوڑی وصول نہ کر لوں گا تمہارے والد کو نہ چھوڑوں گا۔ یہ معاملہ حقوقِ مسلمین کا ہے،
 یزید بن مہلب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے آخری عہد تک مقید رہا لیکن
 جب اس نے سنا کہ ان کا وقت آخر ہے اور زمامِ خلافت یزید بن عبدالملک
 کے ہاتھ میں آنے والی ہے جس سے خاندانِ حجاج سے بدسلوکی کی وجہ سے اس
 کی مخالفت ہو تو وہ قید خانہ سے فرار ہو کر بصرہ کی طرف چلا گیا۔ اس نے حضرت
 عمرؓ کو خط میں لکھا: "خدا کی قسم! اگر مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہوتا تو میں کبھی
 حکم عدولی نہ کرتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے بعد یزید خلیفہ ہوگا اور وہ میری
 تنگ بونی کر ڈالے گا۔"

جراح بن عبداللہ حاکمِ خراسان کے متعلق آپ کے پاس شکایت
 پہنچی کہ وہ نو مسلموں سے بھی جزیہ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ لوگ جزیہ کی ادائیگی
 سے بچنے کے لیے مسلمان ہوتے ہیں۔ نجاتِ آخری کی خاطر نہیں آپ کے
 لکھا:۔

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ مبین کا داعی بنا کر بھیجا
 گیا تھا، ٹیکس وصول کرنے والا بنا کر نہیں، جو شخص نماز ادا
 کرے ہمیں اس سے جزیہ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں۔"

جراح نے اس حکم کی تعمیل شروع کر دی تو لوگ گروہ درگروہ مسلمان ہوئے

لگے یہ حالت دیکھ کر بعض حاشیہ نشینوں نے پھر جراح کو بہکایا کہ ان لوگوں کی ختنہ
 کرنا ان کے اخلاص کا امتحان کرنا چاہیے۔ جراح نے حضرت عمرؓ سے رائے طلب
 کی۔ آپ نے جواب لکھا:-

«اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی اسلام

بنا کر بھیجا تھا۔ ختنہ کرنے والا بنا کر نہیں»

آخر کار حضرت عمرؓ نے جراح کو اس کے عہدے سے معزول کر دیا۔

یہی نہیں بلکہ اپنے عہدے سے پہلے کے عمال و امراء کے متعلق شکایات کا
 بھی آپ نے منصفانہ تدارک کیا، اور جن لوگوں کے حقوق ظالمانہ طور پر
 چھین لیے گئے تھے، ان کو واپس دلائے، اس میں مسلم و ذمی کی کوئی تفریق
 نہ تھی۔

اہل سمرقند نے آپ کے پاس ایک وفد بھیج کر شکایت کی کہ قتیبہ بن مسلم
 نے سمرقند پر نا منصفانہ طور پر قبضہ کر لیا تھا لہذا ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے
 حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے سلیمان بن ابی الکسریٰ کو لکھا کہ اہل سمرقند قتیبہ
 بن مسلم کے قبضہ کو نا منصفانہ بتاتے ہیں۔ تم اس معاملہ کی تحقیق کے لیے ایک
 قاضی مقرر کرو جو شہادتوں پر غور کر کے ایمانداری کے ساتھ معاملہ کا فیصلہ
 کرے۔ اگر فیصلہ اہل سمرقند کے حق میں ہو تو مسلمانوں کو شہر چھوڑ کر اپنی قدیم
 لشکرگاہ میں لوٹ آنا چاہیے تا آنکہ نئے نئے سرے سے معاملہ طے ہو۔

سلیمان نے حکم کی تعمیل کی اور جمیع بن حاضر قاضی کو معاملہ کے تصفیہ

لے البیاء والنہایہ ج ۹ ص ۸۸۱ و ابن اثیر ج ۵ ص ۱۹ مختصاً

لے لیے مقرر کیا۔ قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ اہل سمرقند کی شکایت بجا ہے
 لہذا مسلمان سمرقند پر سے قبضہ اٹھالیں اور باہر اپنی قدیم چھاؤنی میں چل
 گئے اور نئے سرے سے بزور شمشیر فتح حاصل کریں یا نیا صلح نامہ مرتب ہو۔
 اہل سمرقند مسلمانوں کی اس انصاف پسندی سے بے حد متاثر ہوئے
 انہوں نے کہا کہ ہم موجودہ صورت حال پر خوش ہیں۔ ہم ایسی عدل پرور
 قوم سے جھگڑا مول لینا پسند نہیں کرتے۔

فدک سے دستبرداری | رسول اکرم صلعم نے اسے "خالصہ" قرار دے لیا تھا

اس کی آمدنی کو آپ اہل بیت اور بنی ہاشم کی ضروریات میں صرف فرماتے
 تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہؑ نے باپ کے
 ورثہ ہونے کی حیثیت سے حضرت صدیق اکبرؑ سے اس کا مطالبہ کیا آپ نے
 انکار فرما دیا اور فرمایا کہ رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے "انبیاء کے مال میں وراثت
 جاری نہیں ہوتی" البتہ میں اسے اتنی مصارف میں صرف کرتا رہوں گا جن
 میں رسول اللہ صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ فدک کی آمدنی اتنی مصارف میں صرف ہوتی رہی حتیٰ کہ مروان
 بن حکم نے اسے غاصبانہ طور پر اپنے خاندان کے لیے مخصوص کر لیا حضرت
 عمر بن عبد العزیز کے زمانہ تک وہ بنی مروان کی جاگیر رہا حضرت عمر بن عبد العزیز
 نے تمام حکومت ہاتھ میں لی تو آپ نے بنی مروان کو جمع کر کے فدک کی صحیح
 حیثیت واضح کی، پھر فرمایا کہ میں اسے بنی ہاشم کی تحویل میں تو نہیں دے سکتا

کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے عہد میں خود ایسا نہیں کیا لیکن میں اسے
 اپنی مصارف کے لیے مخصوص کرتا ہوں جن میں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ
 اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد میں صرف ہوتا رہا۔

آپ نے اپنے مولیٰ (غلام) مزاحم سے کہا۔ مجھے سابقہ خلفاء
 جاگیروں کی واپسی نے کچھ جاگیریں دی ہیں لیکن نہ دینے والوں کو ان کے

دینے کا حق تھا اور نہ لینے والے کو ان کے لینے کا میں ان کو ان کے حقداروں
 کو واپس کرنا چاہتا ہوں، مزاحم نے کہا۔ اور اولاد کے لیے کیا بندوبست کیا
 ہے؟ اس پر آپ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا میں انہیں اللہ کے سپرد
 کرتا ہوں "مزاحم نے اپنی خیر خواہی کے اظہار کے لیے صاحبزادہ (عبدالملک)
 سے اس گفتگو کا ذکر کیا اور کہا میں نے انہیں اس کام سے روک دیا ہے
 صاحبزادہ نے جواب کے رنگ میں رنگے جاچکے تھے مزاحم سے کہا "تم
 خلیفہ کے اچھے وزیر نہیں۔" پھر آپ کے پاس پہنچے اور کہا مزاحم سے
 مجھے آپ کے اس ارادہ کا علم ہوا ہے، پھر اسے پورا کرنے میں کیا تامل ہے؟
 حضرت عمرؓ نے جواب دیا "شام کو یہ کام ہو جائیگا۔" صاحبزادہ نے کہا جلدی
 کیجئے آپ کو کیا خیر کہ شام تک آپ زندہ رہتے ہیں یا نہیں اور اگر زندگی
 رہی تو آپ اس نیک ارادہ پر قائم رہتے ہیں یا نہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ہونہار بیٹے کی اس نصیحت کو سن کر بہت خوش
 ہوئے۔ فوراً اس پر عمل کیا اور پھر فرمایا "اے اللہ تیرا شکر ہے تو نے مجھے ایسی اولاد

دی جو دینی کاموں میں میری مددگار ہے۔

لیکن اصلاحات کے سلسلہ میں سب سے بڑی اصلاح جو
سید علی کا انسداد ان کے نامہ اعمال میں سنہری حروف سے ثبت ہے،

حضرت علیؑ کی شان میں بدگوئی کا انسداد ہر عرصہ سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ خلفاء
بنی امیہ اور ان کے عمال خطبوں میں حضرت علیؑ پر لعن و طعن کیا کرتے تھے حضرت
عمر بن عبدالعزیز کے والد زبیر گوار عبدالعزیز بھی مصر کے والی کی حیثیت سے اس
تکلیف دہ فرض منصبی کو ادا کرنے پر مجبور تھے لیکن چونکہ دل زبان کا ہوا
نہ تھا اس لیے اس موقع پر آپ کی آواز سٹ پٹا جاتی تھی بیٹھے باپ کی اس
کمزوری کو بھانپ لیا اور ان سے اس کی وجہ پوچھی امیر عبدالعزیز نے
کہا: بیٹا جو لوگ ہمارے ساتھ ہیں اگر انہیں علیؑ کے فضائل معلوم ہو جائیں
تو کوئی ہمارے ساتھ نہ رہے اور سب ان کی اولاد کے حامی بن جائیں۔

پھر مدینہ منورہ کے دوران قیام میں عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود
نے جن کا حضرت عمر بن عبدالعزیز ہرگز احترام کرتے تھے انہیں سمجھایا کہ اللہ
تبارک و تعالیٰ نے اہل بدر و اصحاب بیعت رضوان سے اپنی رضامندی کا اعلان
فرمایا ہے پھر کیا حضرت علیؑ ان میں شامل نہیں! اگر شامل ہیں تو خدا کی رضامندی
کے مقابلہ پر تمہاری ناراضگی سے کہا معنی؟

یہ بات حضرت عمرؓ کے دل میں گھر کر گئی، انہوں نے فرمایا میں اس ناروا
حرکت سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے
عغال کے نام حکم جاری فرمایا کہ خطبوں میں سے حضرت علیؑ پر لعن و طعن کو خارج

کر دیا جائے اور اس کی بجائے یہ آیت کریمہ پڑھی جائے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ
يَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی توجہ حکومت کو وسیع
حوادثِ خارجیہ و داخلیہ کرنے کی طرف نہ تھی۔ آپ کی توجہ اس طرف تھی

کہ اس کی داخلی کمزوریوں کو دور کیا جائے اور اسے امن و امان اور عدل و
انصاف سے معمور کر دیا جائے اس لیے آپ نے انہیں قابلِ گرفت و ملامت نہیں مانتے
پہلے ذکر آچکا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے قسطنطنیہ کی فتح کے لیے جو
عظیم الشان لشکر بھیجا تھا موسم کی ناسازگاری اور دشمن کی عیاری کے
سبب وہ سخت مشکلات میں مبتلا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کثیر تعداد میں سامان
خور و نوش و حمل و نقل بھیج کر اسے واپس بلا لیا۔

۹۹ھ میں ترکوں نے آذربائیجان پر حملہ کیا اور بہت سے مسلمانوں کو بے گناہ
قتل کر دیا۔ اپنے حاکم بن نعمان بابلی کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ حاکم
نے ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتارا اور چبھے انہیں گرفتار کر کے دار
الخلافہ روانہ کر دیا۔

۱۰۰ھ میں اپنے طرندہ کی اسلامی نوآبادی کو ملطیہ منتقل ہونے کا حکم دیا۔
طرندہ ملطیہ سے تین مراحل پر بلادِ روم میں واقع تھا۔ ۸۳ھ میں عبداللہ بن عبدالملک
نے اسے فتح کیا اور وہاں مسلمانوں کی نوآبادی بسادی جزیرہ سے ایک فوج
مسلمانوں کی حفاظت کے لیے وہاں آئی تھی لیکن برصغیر کے زمانہ میں لوٹ

ہائی تھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس انتظام کو نا کافی سمجھ کر مسلمانوں کو طرندہ
 بجائے مکتبہ میں آباد ہونے کا حکم دیا اور طرندہ کو اجاڑ دیا۔

اسی سال خارجیوں کے فتنہ پرداز گروہ نے سر اٹھایا اور عراق میں شورش
 برپا کی حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے والی کو قہر عہد مجید کو حکم دیا کہ خارجیوں کو نرمی باور
 نہ رہانی کے ساتھ حق کو قبول کرنے اور فساد سے باز آنے پر آمادہ کیا جائے، لیکن
 خارجی نہ مانے اور فساد پراٹھے ہے مجبوراً عبد المجید نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے مسلمہ بن عبدالملک کو جو حبشہ میں متعین تھے عراق
 جا کر اس فتنہ کو دبانے کا حکم دیا۔ مسلمہ نے حکم کی تعمیل کی اور خوارج کو شکست فاش
 دی۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے خوارج کے سردار بسطام کو لکھا :-

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میرے مقابلہ میں کیوں صاف آرا ہوتے ہو۔
 اگر حمیت دینی تمہیں مجبور کرتی ہے تو اس جذبہ میں میں تم سے کم نہیں ہوں نہ بانی
 گفتگو کر کے کیوں نہ فیصلہ کر لیا جائے کہ حق و صداقت کس کے ساتھ ہے۔“

بسطام نے اپنے دو نمایندوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس بھیجا حضرت
 عمرؓ نے ان کے ہر سوال کا کافی و شافی جواب دیا اور ان کے عقائد کا فساد
 ان پر ظاہر کے مظہر کر دیا۔ البتہ جب بسطام کے نمائندوں نے آپ سے پوچھا
 کہ اپنے بعد زید بن عبدالملک کی ولی عہدی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں تو
 آپ نے جواب دیا میں نے اُسے ولی عہد نہیں بتایا ہے۔ بسطام کے نمائندوں نے
 کہا اگر آپ اُسے امت محمدیہ کی امانت کا اہل نہیں سمجھتے تو اس کا اعلان کیوں
 نہیں فرمادیتے؟ حضرت عمرؓ اس مطالبہ کو سن کر خاموش ہو گئے اور تین دن

کی مہلت مانگی۔ کہا جاتا ہے کہ نبی امیہ کو خوف ہوا کہ کہیں وہ حکومت سے ان کے خاندان کو محروم نہ کر دیں، انہوں نے آپ کو کھانے میں زہر دے دیا اور تین دن گزرنے سے پہلے ہی آپ کا انتقال ہو گیا یہ

ستہ | ۲۵۔ رجب ۱۱۱ھ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک روایت کے مطابق وقفا مرض طبعی سے اور دوسری روایت کے مطابق زہر کے اثر سے دیر سمعان میں راہی ملک بقاء ہوئے۔

تکلیف زیادہ ہوئی تو کسی نے کہا حضرت کوئی دوا کر لیجئے۔ آپ نے جواب دیا بھائی اگر مجھے یقین ہو کہ صرف اپنے کان کو چھو کر میں تندرست ہو سکتا ہوں تو اتنا بھی نہ کروں، اپنے پروردگار کے جوار رحمت سے زیادہ مجھے کیا چیز عزیز ہو سکتی ہے؟

آپ کی عمر اٹھالیس یا چالیس سال ہوئی۔ دو سال پانچ مہینے چودہ دن مسند خلافت پر متمکن رہے۔

حکومت و سلطنت، علم و فضل، زہد و تقاوت اور عبادت و ریاضت

سیرۃ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے جیرتناک مناظر اگر آپ کو پہلو بہ پہلو دیکھنے ہوں تو سیرۃ عمر بن عبدالعزیز کا مطالعہ کیجئے۔

آپ نے دولت و ثروت کے آغوش میں آنکھ کھولی، تعیش و تنعم کے گہوارہ میں پلے بڑھے، مگر آپ نے اپنے سینہ کو علوم نبوت کا گنجینہ بنایا، اور

اپنے دامن دل کو دولتِ آخرت سے پُر کرنا پسند کیا۔
 ہو سکتا تھا کہ آپ ابوذر غفاریؓ کی طرح دنیا کو تین طلاقیں دیدیتے
 یا ابراہیم ادہم کی طرح مسندِ حکومت کو ٹھکرا دیتے لیکن اگر ایسا ہوتا تو تاریخ
 اسلام اس صفحہٴ زریں سے خالی ہوتی جو یورپ، افریقہ اور ایشیا تین بڑے
 اعظموں پر پہلی ہوئی ایک مہذب و متمدن حکومت کے فرمانروا کو "خلیفہ راشد"
 کی صورت میں پیش کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ حکومت کے متعلق اسلام کا نقطہٴ نظر
 کیا ہے۔

آپ کو حکومت غیر متوقع طور پر نہیں ملی۔ آپ نے اس کے لیے شروع ہی
 سے اپنے آپ کو تیار کرنا شروع کر دیا تھا اور سنت نبوی اور سنت خلفاء
 راشدین کی روشنی میں حکومتِ اسلامیہ کے رُخ دیا جو قیصریت و کسرت
 کے دھبوں سے پاک و صاف کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

جب آپ کچھ بڑے ہوئے تو آپ کے والد امیر عبدالعزیز نے آپ کو
 دمشق سے مصر اپنے دارالامارت لیجانا چاہا مگر آپ نے فرمایا "اے باپ کیا یہ
 نہیں ہو سکتا کہ مجھے مصر کی بجائے مدینہ منورہ حاضر ہونے کی اجازت دی جائے
 میں چاہتا ہوں کہ وہاں رہ کر علماء و فقہاء کی صحبت سے استفادہ کروں
 باپ نے اجازت دیدی۔

ذہانت و فطانت، شوق و محنت اور ریاست کی اعانت نے مل کر
 آپ کو اس درجہ پر پہنچا دیا کہ اگر آپ کے لیے تختِ حکومت مقدر نہ ہو چکا
 ہوتا تو آپ مسندِ علم و فضل کے صدر نشین ہوتے۔

ابو نصر مدینی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن سلیمان بن یسار کو عمر بن عبد العزیز کی قیام گاہ سے نکلتے دیکھا تو ان سے پوچھا کیا آپ انہیں پڑھاتے ہیں؟ سلیمان نے جواب دیا ہاں، لیکن خدا کی قسم وہ تم سب سے زیادہ جانتا ہے، مجاہد کہتے ہیں "ہم نے ابن عبد العزیز کو پڑھانے آئے، مگر ان سے پڑھ کر اٹھ گئے۔"

میمون بن مہران کا قول ہے "عمر بن عبد العزیز کے سامنے علماء و وقت کی حیثیت شاگردوں کی سی ہے" ایسا کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جو عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمرؓ کے حلقہ ہائے درس میں بیٹھ چکا ہے کہ "ہم نے جس مسئلہ کی کبھی تحقیق کی عمر بن عبد العزیز کو اس کے اصول و فروع پر سب سے زیادہ حاوی پایا۔"

علم و فضل کی اس دولت پہ پایاں کو آپ کس مقصد کے لیے جمع کر رہے تھے؟ داؤد بن ابی ہند کی سابق الذکر روایت سے تصریح ہوتی ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ سنت فاروقی کو زندہ کیا جائے اور خلافت راشدہ کے ٹوٹے ہوئے نظام کی دوبارہ شیرازہ بندی ہو! خلافت راشدہ کا سنگ بنیاد "شوری" ہے یعنی احکام اسلام کے نفاذ کی ذمہ داری جس شخص سے متعلق ہو وہ جمہور کی رائے سے منتخب ہوا ہو۔ نصف صدی سے زیادہ مدت گزر گئی تھی کہ یہ بنیاد متزلزل ہو چکی تھی۔ ہر خلیفہ اپنے بعد حکومت کے لیے ایک یا ایک سے زیادہ ولی عہد مقرر کر جاتا تھا۔ خود حضرت عمر بن عبد العزیز کا تقرر بھی اسی طرح ہوا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے اس بنیاد کو درست کرنے کی کوشش کی آپ نے

مسلمانوں کو جمع کر کے اعلان کیا:

”لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے کے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریاں سپرد کر دی گئی ہیں۔ میری اطاعت کا جو طوق خیرہ تمہاری گردنوں میں ڈالا گیا ہے اسے خود اٹکے دیتا ہوں تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔“

آپ کی اس تقریر پر ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں ”ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے، ہم آپ کی خلافت پر راضی ہیں۔“ اس کے بعد آپ نے اپنے خطبہ خلافت میں اپنے نظام عمل کی وضاحت کی اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

قول بغیر عمل کے دلوں میں گھر نہیں کرتا اس لیے آپ نے اصلاح امت کے لیے اپنی ذات کو ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا۔ اپنی چہیتی بیوی فاطمہ بنت عبد الملک کا جو بقول ایک شاعر کے، ایک شہنشاہ کی بیٹی، کسی شہنشاہوں کی بہن اور ایک شہنشاہ کی بیوی تھی۔ ایک ایک چھلکا اتروا کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ فاطمہ کو ان کے باپ عبد الملک نے ایک بیس قیمت ہیرا دیا تھا جو انہیں بہت عزیز تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسے بھی نہ چھوڑا اور صاف کہہ دیا۔ ”یہ ہیرا بیت المال میں داخل کر دو یا مجھے چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

عنان حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے ترقی و ترقی میں کسی سے کم نہ تھے۔ جب مدینہ منورہ کی ولایت پر تقرر ہوا تو تیس اونٹوں پر آپ کا ذاتی سامان بار تھا۔ بہتر سے بہتر قمیص پیش کی جاتی مگر فرماتے کہ ابھی مگر کھردری ہے مگر جب

خلیفہ کی حیثیت سے ملت کے سامنے آئے تو طرز زندگی ہی بدل گیا۔ مملی کی قمیص زیب بدن ہوتی تھی، پھٹی جاتی تھی اور اس پر تھکیاں لگتی جاتی تھیں۔ مرض الموت میں جب قمیص بہت بیل ہو گئی تو مسلمہ بن عبدالملک نے بہن (فاطمہ) سے کہا لوگ عیادت کو آتے ہیں، دوسری صاف قمیص بدلوادو۔ بہن خاموش ہو رہی۔ جب دوبارہ بھائی نے کہا تو پولین دوسری قمیص ہی نہیں ہے بدلوادوں کہاں سے؟

مسور کی دال کھانے کے لیے تجویز کی تھی کہ اس سے قلب میں وقت پیدا ہوتی ہے اور آنسوؤں کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے۔ پانس کی تین کھچیاں اور ان پر ایک مٹی کا ٹھیکرا۔ یہ آپ کا شمع دان تھا۔

آپ کی یہی سادگی تھی جس کی بنا پر ابوسلیمان دارانی نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز اویس قرنی خیر المتابعین سے بھی زہد میں آگے ہیں اور وجہ یہ بتائی کہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس دیتا پوری آن بان کے ساتھ آئی اور انہوں نے اسے ٹھکرایا اور اویس قرنی کو دینار سے سابقہ ہی نہیں پڑا۔

اسی طرح مالک بن دینار سے مستقول ہے، آپ نے فرمایا لوگ کہتے ہیں مالک ناہر ہے، مالک کا زہد کیا؟ زاہد عمر بن عبدالعزیز ہیں کہ دنیا منہ کھولے ہوئے ان کے سامنے آئی اور انہوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔

خشوع و خضوع اور رقت قلب کا یہ حال تھا کہ جب موت کا ذکر آتا تو آپ کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی: *وَإِذَا الْقَوَامُ مِنْهَا مَكَانًا ضِيقًا مَقْرَبِينَ* آپ اس قدر روئے

کہ گھنگی بندھ گئی۔ آخر مجلس سے اٹھ کر گھر میں چلے گئے۔

آپ کی بیوی فاطمہ کہتی ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھ کر مصیبت پر بیٹھ جاتے اور روتے رہتے یہاں تک کہ آنکھ جھپک جاتی۔ جب آنکھ کھلتی تو پھر رولے لگتے اور یہی سلسلہ صبح تک رہتا۔ کثرت گریہ سے بعض اوقات آپ کے آنکھوں میں سرخی جھلکنے لگتی۔ عبادت کے لیے ایک حجرہ مخصوص تھا۔ وہاں ایک موٹی کملی اور لوہے کا طوق رکھا تھا۔ جب اس میں داخل ہوتے کملی اوڑھ لیتے اور طوق گردن میں ڈال لیتے۔ جب صبح کو عبادت سے فارغ ہو کر نکلتے تو حجرہ کوتالا لگا دیتے۔ وصال کے بعد یزید نے اسے اس خیال سے کھولا کہ شاید کچھ خزانہ محفوظ کیا ہو۔ مگر دیکھا تو ایک موٹی کملی اور طوق کے سوا کچھ نہ تھا۔

اپنے بعد اپنے خاندان کی طرف توجہ کی۔ بنی امیہ نے بہت سی املاک ناحق دبا رکھی تھیں، ان سے چھین کر ان کے حقداروں کو واپس کیں۔ پھر عام منادی کرادی کہ کسی کا حق کسی نے دبا رکھا ہو تو وہ مطالبہ پیش کرے۔ ایک ذمی نے عباس بن ولید کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے میری زمین غصب کر لی ہے۔ شہزادہ عباس برابر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سے جواب طلب کیا۔ شہزادہ نے کہا "امیر المؤمنین ولید نے مجھے اس کے متعلق فرمان لکھ دیا ہے۔" آپ نے جواب دیا "اللہ کا فرمان ولید کے فرمان سے زیادہ ماننے کے قابل ہے۔" حکم دیا کہ ذمی کی زمین واپس کر دی جائے۔

شاہی خاندان کے ارکان اس سلوک کے عادی کب تھے۔ مروان کی بیٹی فاطمہ زندہ تھی اور خاندان کی بڑی بوڑھی سمجھی جاتی تھی۔ سب خلفاء اس کا

احترام کرتے آئے تھے۔ بنو مروان جمع ہو کر اس کے پاس گئے اور اپنی سفارش کے لیے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا حضرت نے اسے تعظیم کے ساتھ اپنے برابر جگہ دی فاطمہ نے ناراض ہو کر کہا: "اے عمر شاہی خاندان کے ارکان تمہاری حکومت کے ذمہ میں ذلیل ہو رہے ہیں۔ ان کی املاک چھین چھین کر دوسروں کو دینے جا رہے ہیں، انہیں برا بھلا کہا جا رہا ہے اور تم کچھ نہیں کرتے"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا "اے پھوپھی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو خدائے رب کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا۔ آپ نے ایک ایسا چشمہ چھوڑا جس سے سب کو سیراب ہونے کا حق حاصل تھا۔ پھر ابو بکرؓ نے بھی اس چشمہ کو اسی حال میں چھوڑا اور عمرؓ نے بھی لیکن بعد میں یزید، مروان، عبدالملک اور اس کے بیٹوں نے اپنے آپ کو اس سے سیراب کیا اور دوسروں کو اس سے محروم کر دیا۔ میں اسے اس کی اصلی حالت پر لانا چاہتا ہوں۔"

فاطمہ بنت مروان نے کہا میں تمہارا مطلب سمجھ گئی۔ اگر تمہارا ارادہ نبرد سلف کی تقلید کا ہے تو میں تمہیں منع نہیں کر سکتی۔ پھر واپس آکر اپنے اہل خاندان سے کہا: "یہ تو سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔ نہ عمر فاروق کے گھر کی بیٹی بیاہ کر لیتے نہ اس کی اولاد میں فاروقی رنگ آتا"

امراء و حکام بادشاہ کے دست و بازو ہوتے ہیں، امرائے صحیح انتخاب اور ان کی مکمل نگرانی کے بغیر کوئی بادشاہ ملک میں عادلانہ نظام قائم رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ولایت و حکام کے نام بکثرت فرما کر جاری کیے۔ ان فرمانوں میں عدل و انصاف کے قیام، اخلاق کی اصلاح، تعلیم

کی اشاعت، ذمیوں اور نو مسلموں کے حقوق کی حفاظت، اسلام کی تبلیغ اور نفاذ عام کے کاموں کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی اور جہاں سختی کی ضرورت سمجھی گئی وہاں سختی بھی کی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی دنیا امن و امان کا گہوارہ بن گئی۔ گلشن اسلام میں نئے سرے سے بہا ر آئی اور لوگوں نے پھر ایک مرتبہ عہد نبوت کے نظر نواز مناظر اپنی آنکھ سے دیکھے گھر گھر میں دینداری کا چرچا ہوا، ہزار ہا ذمی حلقہ بگوش اسلام ہوئے، راجایان سندھ جو مرتد ہو گئے تھے دوبارہ آغوش اسلام میں واپس آ گئے۔ مگر

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد سیر گل خوش ندیدیم و بہار آخر شد وفات کی خبر سن کر شاہِ روم نے رو کر کہا:-

• اگر عیسیٰ مسیح کے بعد کوئی شخص مردوں کو زندہ کر سکتا تو وہ عمر بن عبد العزیز ہوتے ہیں اس راہب کو پتہ نہیں کرتا جو دنیا سے منقطع ہو کر عبادت خانہ میں جا بیٹھے، میں اس راہب پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا تھا اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

امام احمد بن حنبل اور دوسرے جلیل القدر علماء امت کی رائے پر کہ حضرت عمر بن عبد العزیز پہلی صدی ہجری کے مجدد تھے اور امام شافعی و سفیان ثوری کا قول کہ آپ پانچویں خلیفہ راشد تھے یہ

۱۵ یہ تمام واقعات للہدایہ والنہایہ ج ۱۹، الکامل لابن اثیر ج ۱۵ اور مروج الذهب مسعودی سے اخذ کیا۔

یزید بن عبد الملک

۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ

یزید بن عبد الملک بن مروان ۶۵ھ میں پیدا ہوا، اپنے بھائی سلیمان بن عبد الملک کی نامزدگی کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیز کے وصال کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ جوانی میں تھا اور پہلو میں جوان دل رکھتا تھا، بادہ و ساغر اور چنگ و رباب کا شغل جاری کیا اور دو کنیزوں حبابہ و سلامہ کو نہیں چلیس بنایا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی اصلاحات ختم کر دیں اور دیار لموی کا نظام قدیم پھر جاری کیا۔

پہلے ذکر آچکا ہے کہ یزید بن مہلب حضرت عمر بن عبد العزیز کے آخری عہد میں یزید بن عبد الملک اور اس کا استیصال کے انتقام کے ڈر سے قید خانہ سے فرار ہو کر بصرہ

کی طرف چلا گیا تھا۔ یزید نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی عدی بن ارطاة والی بصرہ کو یزید بن مہلب کے فرار کی اطلاع دی اور اس کے خاندان کو نظر بند کرنے کا حکم بھیجا۔ عدی نے یزید بن مہلب کے ہمین بھائیوں افضل، حبیب اور مروان کو قید کر دیا۔ یزید بن مہلب کا خاندان عراق میں بہت بااثر تھا، اس نے بہت جلد ایک لشکر گراں جمع کر لیا اور بصرہ پر حملہ آور ہوا۔ عدی بن ارطاة نے شکست کھائی اور بصرہ پر یزید بن مہلب کا قبضہ ہو گیا۔ دار الحکومت بصرہ

پر قابض ہونے کے بعد یزید نے تمام عراق و خراسان و کرمان میں اپنی فوجیں بھیلایا دیں اور اپنی طرف سے حاکم و والی مقرر کیے۔ یزید بن عبد الملک کی بیعت فسخ کر دی اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کے نام پر اپنی اُمیہ کے خلاف لڑنے کی دعوت دی اور کہا "ان سے لڑنا ترک و دینم سے لڑنے سے بھی زیادہ ثواب کا باعث ہے۔"

حضرت حسن بصریؒ ابن اشعث کے فتنہ کا انجام دیکھ چکے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو اس بے نتیجہ خونریزی سے علیحدہ رہنے کی ہدایت کی اور فرمایا: "یہی یزید بن مہلب کل اہل عراق کی گزشتیں کاٹ کاٹ کر بنو مروان کے پاس بھیجتا تھا اور اپنی قوم کو ہلاک کر کے ان کی خوشنودی کا طالب تھا۔ آج جب ان سے بگڑ گئی تو میدان میں جھنڈا گاڑ کر کھڑا ہو گیا اور اہل عراق سے کہنے لگا "میں ان سے لڑ رہا ہوں تم بھی ان سے لڑو میں تمہیں سنت عمرین کی طرف دعوت دیتا ہوں" حالانکہ سنت عمرین تو یہ ہے کہ اسے بیڑیاں پہنا کر جیل میں بند کر دیا جائے۔

یزید بن عبد الملک نے اپنے بہادر بھائی مسلمہ بن عبد الملک کو انہی ہزار فوج لے کر یزید کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ یزید بن مہلب بھی ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ بصرہ سے نکل کر واسط آیا اور وہاں سے گتے بڑھ کر مسلمہ کے مقابلہ میں صفت آرا ہوا۔ یزید کو اہل عراق پر بھروسہ نہ تھا۔ اس نے اس ٹڈی دل فوج پر نظر ڈالی اور کہا "کاش اس لشکر عظیم کی بجائے میرے ساتھ میرے گتے چنے خراسانی رشتہ دار ہوتے" آخر وہی ہوا جس کا یزید کو اندیشہ تھا۔ ابھی لڑائی شروع

ہی ہوئی تھی کہ یزید کے لشکر میں یہ خبر پھیل گئی کہ دریا کا پل جسے پار کر کے وہ گئے ہیں
 اسے آگ لگا دی گئی ہے۔ اس خبر کے پھیلنے ہی عراقی بھاگ کھڑے ہوئے یزید نے
 بہت کچھ روکنے کی کوشش کی مگر کوئی نہ رکا۔ یزید بن مہلب نے اپنے چند جاں
 نثاروں کے ساتھ بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دی۔ اس کے ڈوب جانے
 حبیب بن مہلب اور محمد بن مہلب بھی میدان جنگ میں مقتول ہوئے۔

اس شکست کے بعد یزید کا بھائی مفضل اپنے بچے کچھ ساتھیوں کے ساتھ
 واسط پہنچا۔ واسط میں یزید بن مہلب کا بیٹا معاویہ مقیم تھا۔ مفضل اور معاویہ
 دونوں نے اپنے اہل خاندان کے ساتھ بصرہ کا قصد کیا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے
 سامان سفر درست کیا اور یزید بن مہلب کی ہدایت کے مطابق قنذابل کے عازم
 ہوئے۔ کرمان تک کا سفر اس قافلہ نے کشتیوں کے ذریعے طے کیا۔ وہاں سے
 خشکی کے راستہ قنذابل (سندھ) پہنچا۔

قنذابل کا امیر وداغ بن حمید یزید بن مہلب کا پروردہ تھا۔ آل مہلب
 کو اس سے حسن سلوک کی توقع تھی۔ مگر حبیب وداغ کو معلوم ہوا کہ مسلمہ کی طرف
 سے ہلال بن احوذ تمیمی مفضل کے تعاقب میں چلا آ رہا ہے تو اس نے آل مہلب
 کو پناہ دینے سے انکار کر دیا۔

قنذابل کے باہر آل مہلب کا ہلال بن احوذ کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ خاندان
 مہلب کے تمام مرد مردانہ وار مقابلہ کر کے ہتھے قتل ہوئے۔ عورتیں اور بچے گرتا
 کر کے دمشق بھیج دیے گئے۔ البتہ ابو عیینہ بن مہلب اور عثمان بن مفضل بچ
 کر زبیل کے پاس چلے گئے۔

اس طرح اس نامور خاندان کا جس نے اپنے قابل فخر کارناموں سے
 بنی امیہ کی عظمت میں چار چاند لگائے، ستارہ اقبال غروب ہو گیا۔
 جب مسلمہ بن عبد الملک یزید بن مہلب کے فتنہ کا قلع قمع کر چکا تو یزید
 بن عبد الملک نے اسے عراقین کا والی مقرر کر دیا۔ مسلمہ نے اپنے داماد سعید
 خذینہ کو حاکم خراسان مقرر کیا۔

سعید ظالم و عیش پرست آدمی تھا۔ اس کی کمزوری سے
 صفد کی سرزنش | فائدہ اٹھا کر اہل صفد نے خاقان اعظم کے امدادی
 لشکر سے ایک بہادر سردار کورصول کی رہنمائی میں قصر باہلی پر حملہ کر دیا۔
 اس قصر میں بہت سے مسلمان آباد تھے جو محصور ہو کر رہ گئے۔ حاکم سمرقند
 عثمان بن عبد اللہ نے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر عارضی طور پر کورصول
 سے صلح کر لی۔ اور اس پاس کے اسلامی حکام سے امداد طلب کی۔

ایک مسلمان سردار مسیب بن بشر زباجی سات سو منتخب جنگجو سپاہیوں
 کو ساتھ لے کر قصر باہلی کے محصور مسلمانوں کی امداد کے لیے پہنچ گیا۔ یہ وقت
 تھا کہ مسلمان پٹے کر چکے تھے کہ اپنے اہل و عیال کو اپنے ہاتھوں ٹھکانے
 لگا کر ایک ایک کر کے کٹ مریں گے۔ مسیب بن بشر نے اہل قصر کو خفیہ طور پر
 اپنی آمد کی خبر دی اور کہا کہ وہ صبح تک اور صبر سے کام لیں۔

علی الصباح مسیب نے اپنے مٹھی بھر جانباڑوں کو لے کر ترک محاصرہ
 پر حملہ کر دیا۔ اندر سے محصور مسلمان بھی شمشیر بکفت نکل آئے۔ سوت خونریز جنگ
 ہوئی جس میں فتح و کامرانی نے مسلمانوں کے قدم چمے اور ترک بھاگ کھڑے

ہوئے۔ اب مسیب نے مسلمانوں سے کہا یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔ ہماری طاقت کم ہے اور دشمن کا علاقہ نزدیک۔ اس لیے جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے نکل چلو۔ مسلمان قصر کے ساز و سامان اور مال غنیمت کو ساتھ لے کر قصر باہلی سے نکل آئے مسیب کی رائے بالکل درست ثابت ہوئی۔ دوسرے دن ترک اپنی طاقت کو مضبوط کر کے واپس آئے، مگر وہاں میدان خالی پایا یہ واقعہ ۱۲ھ کا ہے۔ اسی سال مسلمہ بن عبد الملک کو عراقین کی امارت سے معزول کر دیا گیا اور اس کی بجائے عمر بن ہبیرہ فزاری کو مقرر کیا گیا۔ عمر بن ہبیرہ نے سعید خذیمہ کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے اس کی بجائے سعید عرشى کو مامور کیا۔ سعید عرشى بہادر سپہ سالاروں میں سے تھا۔ صفد و ترک کو اس کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ بلاد صفد کو چھوڑ کر چینی علاقہ کی طرف نکل گئے۔ سعید عرشى نے نجدہ تک ان کا تعاقب کیا۔ ان کی جمعیت کثیر کو تیر تیر کیا۔ بہت سے قیدیوں اور مال غنیمت کر کے کر کامیاب و کامراں واپس آیا۔

۱۳ھ میں عمر بن ہبیرہ والی عراقین سے اختلاف ہو جانے کی وجہ سے سعید عرشى حکومت خراسان سے معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ مسلم بن سعید کلابی کا تقرر ہوا۔

اسی سال ثبیت ہزانی کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک لشکر خزر کی سرکوبی | خزر کی سرکوبی کے لیے آرمینیہ کی طرف بڑھا۔ خزر نے قبا قبا وارمن اور ترکوں کے دوسرے قبائل کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ مارج حجارہ میں

ایک ہولناک معرکہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور دشمنوں نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ دمشق میں یہ خبر پہنچی تو یزید نے جراح بن عبد اللہ حکمی کو حاکم آذربایجان و آرمینیا مقرر کر کے بھیجا اور اسے خزر کی گوشمالی کی ہدایت کی۔

جراح بن عبد اللہ حکمی اتارہ دم شامی قوج کے ساتھ ترکستان کی طرف بڑھا، پہلے ہرزہ پہنچ کر دم لیا۔ پھر نہر کو عبور کر کے باب الا بواب پہنچا۔ خزر اسے خالی کر کے پہلے ہی آگے بڑھ چکے تھے۔ جراح بلا مقابلہ اس پر قابض ہو گیا۔ جراح یہیں مقیم تھا کہ خزر اپنے شہزادہ کی رہنمائی میں ایک لشکر گراں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے آئے۔ نہران کے کنارے سخت لڑائی ہوئی، مسلمان فتحیاب ہوئے اور ترک شکست کھا کر لوٹ گئے۔

جراح یہاں سے چل کر حصن حصین پہنچا۔ اہل قلعہ نے بغیر لڑنے قلعہ مسلمانوں کے سپرد کر دیا اور وہاں سے اپنا مال و اسباب لے کر نکل گئے، اس کے بعد جراح نے بلخ کا رخ کیا۔ یہ ترکوں کا ایک بہت مضبوط قلعہ تھا جہاں ان کی بڑی قوت مجتمع تھی۔ یہاں مسلمانوں اور ترکوں کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ مگر فتح مسلمانوں کی ہوئی، مسلمانوں نے بہت دور تک ترکوں کا تعاقب کیا۔

ان کی جمعیت عظیم کو تہ تیغ کیا اور اس پاس کے تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر شام میں جراح نے بلخ سے آگے بڑھ کر بلا دکان پر حملہ کیا، بہت سے قلعے فتح کیے، ترکوں کی جمعیت عظیم کو قید کیا اور مال کثیر لے کر واپس لوٹا۔ جراح کی ان بے درپے کامیابیوں سے ترکوں پر اس کا رعب چھا گیا، ترکستانی علاقہ میں دوبارہ امن و امان قائم ہو گیا۔

ولی عہدی | یزید کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اپنے بعد اپنے بیٹے ولید کو جانشین بنائے
لیکن اس کے مشیروں نے کہا کہ ولید ابھی کمسن ہے، خلافت
کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ لہذا یزید نے اپنے بعد ترتیب وار
اپنے بھائی ہشام بن عبد الملک اور اپنے بیٹے ولید بن یزید کو ولی عہد
سلطنت نامزد کیا۔

۲۵ شعبان ۱۰۵ھ کو یزید بن عبد الملک نے نسل کی بیماری
وفات یزید میں بلقاء (مضافات دمشق) میں انتقال کیا۔ اس کی عمر
اڑتیس سال کی ہوئی اور چار سال ایک مہینہ تخت حکومت پر متمکن رہا۔

ہشام بن عبد الملک

۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ

ہشام بن عبد الملک بن مروان ۱۰۵ھ میں عائشہ بنت ہشام کے لہجے سے تولد ہوا۔ باپ نے اس نام منصور رکھا کیونکہ اسی سال اس نے مصعب بن زبیر کو قتل کیا تھا۔ ماں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ہشام تجویز کیا، اور اسی نام سے مشہور ہوا۔

یزید کے انتقال کے وقت وہ رصافہ میں مقیم تھا۔ یہیں اس کی تاجپوشی ہوئی اور عصار و خاتم اس کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ پھر دمشق پہنچ کر اس نے بیعت عام لی۔

خلافت کے وقت اس کی عمر چونتیس سال تھی ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک تقریباً بیس سال وہ تحت حکومت پر تکیا رہا، وہ حلیم، عقیف، مدبر اور حوصلہ مند بادشاہ تھا۔ اس کے زمانہ میں بہت سے اندرونی حادثات اور بیرونی مہمات پیش آئے۔ مگر سب میں وہ کامیاب و کامراں رہا۔ وہ بنی امیہ کے بہترین خلفاء میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہشام بن عبد الملک نے تحت نشین ہوتے ہی عراق و خراسان کی حکومت سے عمر بن ہبیرہ کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ خالد بن عبد اللہ قسری کو مامور کیا۔

مسلم بن سعید

اس زمانہ میں مسلم بن سعید حاکم خراسان ترکوں سے برسرِ پیکار

تھا۔ خالد قسری نے اسے اپنا کام جاری رکھنے کا حکم دیا۔ مسلم بن سعید فرغانہ پہنچا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ خاقان اپنا لشکر لیے اس کے مقابلہ کے لیے آرہا ہے۔ مسلم بن سعید اسے روکنے کے لیے آگے بڑھا۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی جماعت کی خاقان کے لشکر سے ٹکرائی ہو گئی۔ ترکوں نے ان کو سخت نقصان پہنچایا اور کئی بہادر افسروں کو جن میں مسیب بن بشر ریاحی بھی تھے قتل کر دیا۔ اسلامی فوج کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے آدمیوں کو دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑایا۔ دشمن کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اس لیے مسلم بن سعید نے مقابلہ مناسب نہ سمجھا اور کتراکر نکل گئے۔ آٹھ روز تک برابر چلتے رہے تو یوں دن ایک دریا پر پہنچے۔ دریا کے اس پار اہل فرغانہ اور شمشاد مجتمع تھے۔ مسلم بن سعید نے حکم دیا کہ تمام مسلمان اپنی تلواریں میان سے نکال لیں۔ ان کی آن میں تلواروں کا جنگل نظر آنے لگا۔ مسلمانوں نے دریا کو پار کیا اور دوسرے کنارے پر اتر گئے۔ ایک دن پھرے تھے کہ معلوم ہوا خاقان کا بیٹا دو لاکھ ترکوں کے ساتھ تعاقب میں چلا آرہا ہے۔ مسلم بن سعید نے فوج کو رک جانے کا حکم دیا۔ یہاں ترکوں اور مسلمانوں کا خونریز مقابلہ ہوا۔ مٹھی بھر مسلمانوں نے ترکوں کے ٹڈی دل فوج کا منہ پھیر دیا۔ ترک و صفد کے ممتاز افسر جن میں خاقان کا بیٹا بھی شامل تھا مقتول ہوئے۔

مسلمان اگرچہ منظر و منصور رہے۔ مگر انہیں اس جنگ میں بھوک اور پیاس کو سخت تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ مسلم بن سعید سالار فوج کے یٹو

جب ایک گلاس پانی لایا گیا تو اسے دوسرے سپاہیوں نے پھین کر پی لیا۔
مسلم نے کہا کچھ ہرج نہیں یہ مجھ سے زیادہ پیلے تھے۔

اب مسلمان بہت تھک گئے تھے اس لیے خجندہ میں آکر مقیم ہو گئے یہیں
قاصد نے اطلاع دی کہ عبداللہ قسری نے مسلم بن سعید کو معزول کر کے اپنے
بھائی اسد بن عبداللہ کو حاکم خراسان مقرر کیا ہے اور جدید والی خراسان،
اسد نے اسلامی فوج کا سپہ سالار عبدالرحمن بن نعیم کو مقرر کیا ہے۔ مسلم کو جب یہ اطلاع
ملی تو اس کے چہرہ پر بل تک نہ آیا۔ اور اس نے بخوشی عبدالرحمن کی سیادت کو
قبول کر لیا۔

اسد بن عبداللہ ایک بہادر و دلیر افسر تھا۔ اس نے ۱۰۶ھ
اسد بن عبداللہ میں جبال ہرات میں غور پر فوج کشی کی۔ اہل غور نے
اپنا سامان ایک گہرے غار میں چھپا دیا اور خود ہٹ گئے۔ اسد نے زنجیروں
میں صندوق باندھ کر اپنے آدمیوں کو غار میں اتارا اور تمام سامان نکلوا لیا۔
۱۰۸ھ میں اسد نے پھر ختل و غور پر فوج کشی کی مسلمانوں نے بہادری
کے بڑے جوہر دکھائے اور کامیاب واپس ہوئے۔

اسد میں ایک بڑا عیب یہ تھا کہ اس میں قبائلی عصبیت کوٹ کوٹ کر
بھری ہوئی تھی۔ اس نے مھتان کی طرف داری اور مضر کی مخالفت بر ملا شروع
کر دی۔ اس نے نصر بن سیار، عبدالرحمن بن نعیم، سورہ بن حرا، بختری بن ابی
ذرہم جیسے سرداران مضر کے کوٹے لگوائے اور ان کے سر منڈوا کر اپنے بھائی خالد

کے پاس عراق بھیج دیا۔

۱۰۶ھ میں یروتان میں قحطانی اور مضرى قبائل میں ایک جنگ بھی ہو چکی تھی۔ اسد کے طرز عمل نے عصبیت کی آگ پر تیل کا کام دیا اور مسلمانوں میں بھائی کی خانہ جنگی شروع ہو گئی بہ شام کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے خالد کو لکھا "اپنے بھائی کو معزول کر کے اس کی جگہ اشرس بن عبد اللہ کو حاکم خراسان مقرر کرو"۔

اشرس

اشرس ۱۰۹ھ میں خراسان آیا۔ وہ عالم و فاضل اور متدین امیر تھا۔ اہل خراسان اس کی آمد سے بہت خوش ہوئے۔ اشرس نے سمرقند اور ماوراء النہر کے علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے ابوالصیداء ایک بزرگ کو مامور کیا۔ ابوالصیداء کی کوشش سے ترک جوق جوق داخل اسلام ہوئے لگے۔ ذمیوں کے قبول اسلام سے جزیرہ کی رقم میں بہت کمی آگئی۔ عامل سمرقند ابن عمر طہ نے اشرس کو جزیرہ کی کمی کی اطلاع دی۔ اشرس نے جواب میں لکھا "جزیرہ کی رقم مسلمانوں کی طاقت پر مجھے معلوم ہو رہی کہ ذمی دین کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ جزیرہ سے بچنے کے خاطر مسلمان ہو رہے ہیں تم امتحان کرو جو ذمی ختنہ کرائے، فرائض اسلامی ادا کرے اور قرآن کی کوئی سورت بھی یاد کرے گے چھوڑ دو باقی سب سے حسب دستور جزیرہ لو۔"

اشرس کے اس حکم سے نو مسلم برہم ہو گئے اور سات ہزار کی تعداد میں لڑنے کے لیے میدان میں آگئے بہت سے نیک نہاد مسلمانوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ جن میں ابوالصیداء بھی تھے۔ اشرس نے محشر بن مزاحم کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ محشر نے ابوالصیداء اور دوسرے مسلمانوں کو جو نو مسلموں کے حامی تھے دھوکا

سے گرفتار کر کے اشترس کے پاس بھیج دیا۔ پھر نو مسلم ترکوں سے بزورِ شمشیر خیر وصول کیا اور ان کے سرداروں کی توہین کی محشر کے اس طرزِ عمل سے سمقندی نو مسلم مرتد ہو گئے۔ انہوں نے ترکوں سے مدد طلب کی اور مسلمانوں کے مقابلہ پر آگئے۔ صورت حال کی نزاکت کو دیکھ کر اشترس خود مقابلہ کے لیے نکلا۔ درپے درپے پارائل کے قریب اشترس کا صفد و ترک کے متحدہ لشکروں سے مقابلہ ہوا قریب تھا کہ مسلمان شکست کھا جائیں لیکن آخر اشترس کی ہوشیاری سے انہیں کامیابی حاصل ہوئی

پھر اشترس آگے بڑھ کر بیکند پہنچا۔ یہاں ترکوں نے مسلمانوں کا پانی بند کر دیا چنانچہ سات سو مسلمان پیاسے مر گئے۔ آخر مسلمانوں نے بڑی جدوجہد سے پانی پر قبضہ کیا اور سیراب ہو کر دشمنوں کو ان کے ٹھکانوں سے ہٹا دیا اور انہیں شکست دی۔

ابھی یہ لڑائی جاری ہی تھی کہ خاقان نے اہل فرغانہ، اقصینہ و واقعہ کمر جبہ نسف کو ساتھ لے کر خراسان کی اسلامی نو آبادی کمر جبہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کمر جبہ کے مسلمانوں نے شہر کے دروازے بند کر لیے خندق کا پل توڑ دیا اور شہر بند ہو کر کفار کے مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ ترکوں نے شہر کے گرد کی خندق کو گیلی لکڑیوں سے پُر کر کے راستہ نکالنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں نے اندر سے خشک لکڑیاں ڈال کر ان میں آگ لگا دی۔ ترکوں کی سات دن کی محنت ایک گھنٹہ میں ختم ہو گئی۔ ترکوں نے مسلمانوں کو ڈرالے کے لیے ایک سو مسلمان قیدیوں کو شہر کی فصیل کے نیچے قتل کر دیا اور ان کے سر

کاٹ کر شہر میں پھینک دیے۔ مسلمانوں نے اتنی ہی تعداد میں ترک قیدیوں کے سر کاٹ کر باہر پھینک دیئے۔ غرض مٹی بھر مسلمان مرد، عورتیں اور بچے سر کاٹ کر ہو کر دو مہینے تک ٹڈی دل دشمنوں کے دانت کھٹے کرتے رہے۔

خاقان کو دورانِ محاصرہ ہی میں اطلاع ملی کہ اسلامی فوجیں فرغانہ پہنچ گئی ہیں، اس نے کمرچہ کے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ ہماری عادت یہ نہیں ہے کہ جس شہر کا محاصرہ کریں اسے بغیر فتح کیے چھوڑ دیں۔ البتہ ہم تمہارے ساتھ اتنی رعایت کر سکتے ہیں کہ تم شہر چھوڑ کر نکل جاؤ اور ہم تم سے نعرہ نہ کریں۔ مسلمانانِ کمرچہ نے جواب دیا کہ ہمارا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جو شہر ہمارے قبضہ میں ہو جیسے جی ہم اسے اپنے ہاتھ سے دیدیں۔ آخر کار مسلمانوں اور ترکوں میں یہ معاہدہ طے پایا کہ مسلمان بھی کمرچہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں اور ترک بھی اپنی فوجیں لے کر ہٹ جائیں۔ چنانچہ فریقین نے ایک دوسرے سے ضمانت لی اور مسلمان کمرچہ چھوڑ کر دوسرے چلے گئے۔

۱۱۱ھ میں ہشام نے اشرس بن عبداللہ کو معزول کر دیا۔ جنید بن عبدالرحمن اور اس کی جگہ جنید بن عبدالرحمن مری کو حاکم خراسان

مقرر کیا۔ جنید مضر ہی تھا۔ اس نے اپنے تمام ماتحت حکام مضر ہی مقرر کیے۔ ۱۱۲ھ میں جنید طخارستان پر حملہ آور ہونے کے ارادہ سے نکلا۔

واقعہ شہاب | ترکوں کو یہ خبر پہنچی تو وہ ایک کثیر فوج کے ساتھ سمرقند کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے۔ عامل سمرقند سوره بن حری نے جنید کو اطلاع دی

اور لکھا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ دشمن کی اس جمعیت عظیم کا مقابلہ کر سکوں آپ فوراً میری مدد کے لئے پہنچئے۔

جنید نے اپنے بارہ ہزار ساتھیوں کے ساتھ ہمرقندینج کر سورہ کی مدد کا ارادہ کیا اس کے رفقاء نے سمجھایا کہ پہلے امراء خراسان میں سے کسی نے بھی پچاس ہزار سے کم فوج کے ساتھ کبھی دریائے جیون کو عبور نہیں کیا ہے۔ آپ مزید کمک کا انتظار کیجئے، مگر جنید نے کہا مجھے سورہ کی مدد کے لئے جلد سے جلد پہنچنا ضرور ہے۔ غرض جنید دریا کو پار کر کے "کس" میں مقیم ہوا، اور ترکوں سے مقابلہ کی تیاری کی۔ پھر وہاں سے چل کر ہمرقند کے قریب ایک گھاٹی میں خیمہ زن ہوا۔ خاقان کو خبر ہوئی تو وہ ترکوں کے مختلف قبائل کی جمعیت عظیم لے کر اندھیر منہ مسلمانوں پر آپڑا۔ مسلمانوں نے باوجود قلت تعداد بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا اور ترکوں کے دانت کھٹے کر دیئے لیکن دو دن کے مقابلہ کے بعد مسلمانوں نے کمزوری کے آثار پائے

جنید نے ہمرقند میں جو قریب تھا سورہ بن حر کو حالات کی اطلاع دی۔ اور مدد طلب کی۔ سورہ بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ہمرقند سے نکل کھڑا ہوا جب جنید اور سورہ کے درمیان ایک فرسخ فاصلہ رہ گیا تو ترک بیچ میں حائل ہو گئے اور دریائے کناس کے جھاڑ جھنکار میں آگ لگا دی۔

سورہ نے ترکوں کو ہٹا کر جنید سے مل جانے کا عزم کیا۔ مسلمانوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ ترکوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے لڑائی کے گرد و غبار کی وجہ سے آگ کے شعلے نکا ہوں سے اوجھل ہو گئے پھر۔

مسلمان ترکوں کے تعاقب میں گئے تو بہت سے مسلمان اور ترک آگ کے شعلوں
 کی لپیٹ میں آ گئے۔ اس افراتفری میں سورہ امیر سمرقند کھوڑے سے گر گیا
 اور اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ سورہ کے زخمی ہونے سے مسلمانوں میں انتشار
 پیدا ہو گیا۔ ترکوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی اکثر فوج کا صفایا کر دیا۔
 اس حادثہ کی اطلاع سن کر جنید نے سمرقند کی طرف کوچ کیا۔ یہاں گھالی
 سے نکلے بھی نہ تھے کہ ترکوں کا لشکر نمودار ہوا۔ مسلمانوں نے فوراً مقابلہ کے لیے
 صفیں درست کر لیں۔ چونکہ مسلمان دشمن کے مقابلہ میں کم تھے اس لیے جنید
 نے اعلان کر دیا کہ "اس محرکہ میں جو غلام کار ہائے نمایاں انجام دیکھا وہ آزاد
 ہو"۔ یہ سن کر غلام اس بہادری سے لڑے کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔
 جنید سمرقند پہنچا اور مصلحت وقت دیکھ کر مسلمانوں کے اہل و عیال کو
 مرو پہنچا دیا۔ جنید سمرقند ہی میں مقیم تھا کہ معلوم ہوا خاقان بخارا کے ارادہ سے
 نکل کھڑا ہوا ہے۔ جنید بھی فوراً بخارا کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ پہاڑی اور بڑا پرخطر
 تھا لیکن مسلمان پوری احتیاط اور انتظام کے ساتھ اس راستہ کو طے کر گئے۔
 کرینیہ کے قریب خاقان اپنی فوج لیے نمودار ہوا مگر مسلمانوں نے ترکوں کو شک
 دیدی۔ جنید بخیر و خوبی بخارا میں داخل ہوا۔ اہل بخارا نے اس مدد پر بڑی خوشی
 کا اظہار کیا اور ہر مسلمان سپاہی کو شکرانہ کے طور پر دس درہم نذر کیے۔
 ۱۱۶ھ میں ہشام بن عبدالملک نے جنید کو اس جرم میں
 عاصم بن عبداللہ معزول کر دیا کہ اس نے یزید بن مہلب کی لڑائی سے

شادی کر لی تھی۔ اور اس کی بجائے عام بن عبد اللہ طالی کو حاکم خراسان مقرر کر کے بھیجا۔ ہشام نے عام کو یہ بھی ہدایت کی کہ اگر وہ جنید پر قابو پالے تو اسے زندہ نہ چھوڑے مگر جنید مرض استسقا میں مبتلا تھا۔ عام کے پہنچنے سے پہلے ہی اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ عام نے جنید کے جانشین اور اس کے عمال کے ساتھ سخت برتاؤ کیا۔

ت ش مریخ | اسی سال حارث بن سرہج نے خراسان میں علم بغاوت
بغاوت حارث بن یحییٰ | بلند کیا۔ اس نے سیاہ لباس کو اپنا شعار بنایا۔ اور لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور آزادی انتخاب خلیفہ کے نام پر بیعت کی دعوت دی۔ بہت سے مسلمانوں نے اس کا ساتھ دیا۔ حارث نے بلخ، جوزجان، طالقان اور مرو و زہر قبضہ کر لیا۔ پھر وہ خراسان کے صدر مقام مرو کی طرف بڑھا۔ عام نے مرو کے دروازوں پر اس کا مقابلہ کیا۔ حارث کو شکست فاش ہوئی اور اس کے بہت سے ساتھی بھگتے ہوئے دریا میں ڈوب گئے۔ حارث جان بچا کر وادی مرو سے نکل گیا۔ عام نے اس کا تعاقب مناسب نہ سمجھا۔ اس کے بعد عام نے ہشام بن عبد الملک کو لکھا "خراسان کا امن و امان اس امر کا مقتضی ہے کہ اسے ولایت عراق سے ملحق کر دیا جائے۔ اس صورت میں وقت ضرورت فوجی مدد پہنچنے میں آسانی ہوگی ورنہ مرکز سے دور ہونے کی وجہ سے بغاوت و شورش جاری ہی رہے گی۔"

ہشام نے عام کی اس رائے کو پسند کیا اور خراسان
اسد بن عبد اللہ قسری | کے صوبہ کو ولایت عراق کے ماتحت کر دیا۔ مگر

عامم کو معزول کر کے خالد بن عبداللہ قسری والی عراق کے بھائی عبداللہ کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا۔

عامم کو معزولی کی خبر پہنچی تو وہ بہت برا فروختہ ہوا اس لئے حارث بن سمرج کے پاس پیغام بھیج کر اس بشرط پر صلح کر لی کہ حارث خراسان کے جس پر گنہ میں چاہے اقامت اختیار کرے اور دونوں مل کر ہشام کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیں۔

عامم کی اس مصالحت کو امراء لشکر نے پسند نہ کیا اور اسے جارت سے لڑنے پر مجبور کیا۔ مجبوراً عامم کو حارث کے مقابلہ پر آنا پڑا۔ حارث کو شکست ہوئی اور وہ مرد روز کی طرف چلا گیا۔

اس دوران میں اسد خراسان پہنچ گیا۔ اس نے عامم کو گرفتار کر لیا اور بیت المال کی ایک لاکھ درم کی بقایا کا مطالبہ کیا۔ اسد نے جنید کے عمال کو بھی جنہیں عامم نے گرفتار کر لیا تھا، رہا کر دیا۔ اسد ایک مدبر اور جنگ آنے سے پہلے سالار تھا۔ خراسان پہنچ کر اس نے ملک میں امن و امان قائم کرنے کی طرف پوری توجہ مبذول کی۔

۱۱۹ھ میں اسد نے ختل پر فوج کشی کی اور ان کے سب سے بڑے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ تعداد کثیر مال غنیمت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اس کے بعد اسد نے ختل کی وادیوں میں اپنی فوجیں بھیلادیں۔ ختل اپنے علاقہ کو چھوڑ کر چین کی طرف نکل گئے۔

خاقان کا قتل | اسی سال اسد کی جوڑ جان کے قریب خاقان سے ٹکرا

ہوئی۔ خاقان کے ساتھ حارث بن سرتج بھی تھا۔ اس نے خاقان کو شکست
 فاش دی اور تین فرسخ تک اس کا تعاقب کیا۔ پشمار ترک قتل ہوئے اور مسلمانوں
 کے ہاتھ بہت سامانِ غنیمت آیا۔ اس نے مستقر حکومت بلخ میں واپس
 آگیا اور خاقان اپنے علاقہ میں چلا آیا۔ خاقان نے پھر مسلمانوں سے جنگ کی
 تیاری شروع کر دی اور اس مقصد کے لیے پانچ ہزار مجردوں سے حارث بن
 سرتج کی مدد کی مگر اسی دوران میں اتفاقاً خاقان اور مشہور ترک سردار کورصول
 کے درمیان تڑکھیلنے ہوئے لڑائی ہو گئی کورصول نے خاقان کا ہاتھ توڑ دیا۔
 خاقان نے قسم کھائی کہ وہ کورصول کو قتل کر کے رہے گا۔ کورصول کو خاقان
 کی اس قسم کی اطلاع ہوئی تو اس نے شیخون مار کر خاقان کو قتل کر دیا۔
 خاقان کے قتل سے ترکوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ ان کی طاقت ٹوٹ
 گئی اور ان میں انتشار پیدا ہو گیا۔ اس نے ہشام کو اس واقعہ کی اطلاع
 دی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے درگاہِ خداوندی میں سجدہ شکر ادا کیا
 ۱۲ھ میں اس نے بلخ میں وفات پائی۔

اسی سال ہشام بن عبد الملک نے خالد بن عبد اللہ کو اس کے مخالفوں
 کی ایک سازش کی بنا پر معزول کر دیا۔ اور اس کی بجائے یوسف بن عرقی
 کو جو تہمین کا عامل تھا۔ والی عراق مقرر کیا۔ یوسف بن عمر نے عراق پہنچ کر
 سب سے پہلا کام یہ کیا کہ خالد اور اس کے عمال کو گرفتار کیے قید خانہ میں ڈال
 دیا۔ یوسف نے نصرین سیار کو خراسان کا حاکم مقرر کیا۔
 نصرین سیار | نصرین سیار بھی ایک مدبر عادل اور شجاع افسر تھا۔ اس نے

آتے ہی منظام کی تحقیقات کا انتظام کیا معلوم ہوا کہ تیس ہزار مسلمان ایسے ہیں جن کا جزیرہ وصول کیا جاتا ہے اور اسی ہزار غیر مسلم ایسے ہیں جن کا جزیرہ معاف کر دیا گیا ہے اس نے اس بد عنوانی کا ایک ہفتہ کے اندر اندر انسداد کر دیا، پھر اس نے خراج کی بد نظمی کو دور کیا۔ اندرونی اصلاحات سے فارس ہو کر اس کے ترکوں کے علاقوں پر پے در پے فوج کشی کی۔

۱۲۰ھ میں جب نصرتی مرتبہ جہاد کے لئے شام کو حصول کا قتل کی طرف نکلا تو اتفاقاً ترکوں کا سالار اعظم کو حصول جو

بہتر مرتبہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر چکا تھا، ایک مسلمان کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ نصرتی اسے قتل کر کے دریا کے کنارے منظر عام پر لٹکا دیا۔ کو حصول کے قتل سے ترکوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ انہوں نے اس کے ماتم میں اپنے کان کاٹ لیے اور اپنے گھوڑوں کی دم کے بال تراش دیے اور اپنے گھروں کو آگ لگا کر نکل گئے۔

حارث بن سریح کی غدارانہ سرگرمیاں برابر جاری تھیں۔ اس معرکہ میں بھی وہ کو حصول کے ساتھ تھا۔ یوسف بن عمر نے نصرتی کو لکھا کہ وہ اس کا تدارک کرے۔ نصرتی یحییٰ بن حصین کو حارث کے استیصال کے لئے شام روانہ کیا۔ حارث ایک ترک سردار اصرم کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلا۔ اصرم جنگ میں قتل ہوا اور ترک میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس ہزیمت کے بعد فرمانروا نے شام سے نصرتی کو صلح کا پیغام بھیجا۔ نصرتی نے اس شرط پر قبول کر لیا کہ حارث کو شام سے نکال دیا جائے۔ حارث شام سے نکل کر فریاب آیا اور آخر کسی سال بعد اپنی حرکات پر نادم ہو کر ۱۲۴ھ میں مسلمانوں سے آملا۔

شاش سے فارغ ہو کر نصر فرغانہ کی طرف بڑھا۔ والی فرغانہ نے نصر سے صلح کر لی اور اپنی ماں کو جو ایک مدبر عورت تھی شرائط کی تکمیل کے لیے نصر کے پاس بھیجا۔

آرمینیہ و آذربائیجان | آرمینیہ و آذربائیجان کے علاقہ بھی برسوں مسلمانوں اور ترکوں کا میدان جنگ بنے رہے یہاں کا والی جراح بن عبد اللہ حکمی تھا۔ جراح نے بلخ تک فتوحات حاصل کیں پھر ۱۰۸۱ء میں مشام نے جراح کو معزول کر کے مسلمہ بن عبد الملک کو وہاں کا والی مقرر کیا۔ مسلمہ نے حارث بن عمر طائی کو اپنا نائب بنا کر بھیجا حارث نے ترکوں کے بہت سے شہر فتح کر لیے اور ان پر اپنی دھاک بٹھادی۔

۱۰۸۱ء میں مسلمہ بنفس نفیس باب الدان سے ترکی علاقہ میں بڑھا۔ خاقان بہت بڑی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلا ایک ہفت روزہ تک لڑائی جاری رہی مسلمانوں کو فتح ہوئی اور خاقان نے فرار اختیار کیا۔

۱۰۸۱ء میں ہشام نے مسلمہ کو معزول کر کے پھر جراح بن عبد اللہ کو مامور کیا۔ جراح نے قفلس کی طرف سے بلاد خزر پر حملہ کیا۔ مدینہ بیضا، مسلمانوں کے ہاتھوں مفتوح ہوا اور جراح سالم و فاقم لوٹا۔

مسلمانوں کی واپسی کے بعد خزر نے مسلمانوں سے مقابلہ کی زور شور سے تیاری کی۔ علاقہ لان سے ترک بھی ان کے ساتھ آئے۔ جراح نے آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ مرج دابل میں نہایت ہولناک جنگ ہوئی جس میں جراح بن عبد اللہ حکمی کام لے۔

جرح کے قتل سے ترکوں کے ولولے بڑھ گئے۔ انہوں نے اسلامی علاقوں کی طرف رخ کیا اور موصل کے قریب پہنچ گئے۔ ترکوں کا یہ اقدام مسلمانوں کے لیے بڑا خطرناک تھا۔ ہشام کو خبر ہوئی تو اس نے سعید حسنی کو ترکوں کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اور دوسرے مسلمان افسروں کو اس کی مدد کا حکم دیا۔ سعید ترکوں کے مقابلہ کے لیے گئے، اذن پہنچے تو وہاں جرح کے باقی ماندہ ہمراہی ان کے ساتھ ہو گئے۔ پھر خلاط پہنچے اور اسے بزور شمشیر فتح کیا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے اور بہت سے شہروں اور قلعوں کو فتح کرنے ہوئے۔ بزورِ پہنچ گئے۔ خاقان کا بیٹا اس وقت ورتان کا محاصرہ کیے پڑا تھا۔ حسنی نے ورتان کے محصور مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ صبر و استقامت سے کام لینا، ہم جلد پہنچتے ہیں۔ خاقان کے بیٹے کو جب مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ محاصرہ اٹھا کر چلا گیا۔ حسنی نے بلا مقابلہ شہر پر قبضہ کر لیا۔

ورتان سے حسنی اردبیل آیا، وہاں سے باجروان پہنچا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریب ہی دس ہزار کی تعداد میں خزر کا لشکر چیمہ زن ہے اور ان کے ساتھ پانچ ہزار مسلمان قیدی بھی ہیں۔ حسنی نے راتوں رات چل کر پوکھٹے خزر کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ خزر اس ناگہانی مصیبت کی تاب نہ لاسکے، سب مقتول ہوئے اور مسلمان قیدیوں نے رہائی پائی۔

اس شکست کے بعد پھر خزر نے اپنی قوت مجتمع کی۔ حسنی بھی اپنی فوج کو لے کر آگے بڑھا، بزورِ قوت کے قریب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ سخت ہولناک جنگ ہوئی۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے قدم لڑکھڑا جائیں مگر خزر کے ساتھ جو مسلمان

قیدی تھے انہوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے۔ مسلمانوں کو جوش آیا اور پھر جو بلیٹ
 کر حملہ کیا تو دشمنوں کو میدان سے بھگا کر چھوڑا۔ اس لڑائی میں مسلمان قیدیوں
 کے علاوہ بہت کچھ مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

اس کے بعد خزر نے اپنی منتشر قوت جمع کی اور اپنے شہزادہ کی سرکردگی
 میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ ہر بیتان پر سخت جنگ ہوئی، فریقین
 نے بڑی بہادری دکھائی۔ آخر کار مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ خزر کے
 بہت سے سابقہ مقتول ہوئے اور باقی دریا میں غرق ہو گئے۔ حرشی نے
 مال غنیمت کا خمس اور فتوحات کی اطلاع ہشام کو بھیجی، ہشام نے اظہار
 خوشنودی کیا۔

۳۱۱ھ میں ہشام نے سعید حرشی کو واپس بلا لیا اور اپنے بھائی مسلمہ بن
 عبدالملک کو دوبارہ والی آرمینیہ و آذربائیجان مقرر کر کے بھیجا۔ مسلمہ نے آتے ہی
 خاقان کے علاقہ میں اسلامی فوجیں پھیلا دیں۔ بہت سے شہر اور قلعے فتح کیے
 بہت سے ترک قیدیے اور ماوراؤ بلتج کے تمام علاقہ پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔

اسی دوران میں خاقان کا لڑکا مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ خزر اور
 دوسرے قبائل جوش انتقام میں متحد ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے میدان
 میں آگئے۔ اس وقت ترکوں کی تعداد بے اندازہ تھی۔ مسلمہ اس وقت بلتج کو پار
 کر چکا تھا وہ تدبیر سے اپنی فوج کو خطرہ سے نکال کر سب عت تمام باب الابواب
 لوٹ آیا۔ مسلمہ نے جو کچھ کیا وہ اگرچہ عین مصلحت تھا تاہم اسے اس کی کمزوری
 پر محمول کیا گیا، چنانچہ ۳۱۲ھ میں ہشام نے مسلمہ کو واپس بلا لیا اور مروان بن محمد

کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ مروان بن محمد ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر بلاذخر میں داخل ہوا اور تمام علاقہ کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک روند ڈالا۔ بہت سے شہر فتح کیے بہت سے قلعوں پر قبضہ کیا اور سریر، تومان، زریکان، حمرین، سعدان، لکر اور نثروان کے فرمانرواؤں سے طوعاً و کرہاً اطاعت کا وعدہ لیا اور

خروج مقرر کیا۔ الغرض مروان بن محمد نے آرمینیہ و آذربائیجان کے تمام علاقہ میں اسلامی طاقت کی دھاک بٹھادی، بحر خزر کے کنارے کے تمام شہر مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گئے اور ملک خزر ذلت کے ساتھ سرحدی علاقہ کی طرف بھاگ گیا۔

ابلا و اسلامیہ کی حدود شمالیہ میں مسلمانوں اور رومیوں کے ایشاکے کوچک درمیان برابر چھپر چھاڑ جاری رہتی تھی۔ چونکہ یہاں عظیم

الشان رومی سلطنت سے مقابلہ کا معاملہ تھا اس لیے خلفاء کی توجہ اس طرف بہت تھی "شواتی" اور صوائف کی معرکہ آرائیوں کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ اور ان فوجوں کے سالار اکثر نامور فوجی افسر اور خاندان شاہی کے ممتاز اراکین منتخب کیے جاتے تھے۔ مروان بن محمد، مسلمہ بن عبد الملک، معاویہ بن ہشام اور سلیمان بن ہشام نے اس نواج میں اسلامی جرات و بسالت کے بے نظیر نمونے پیش کیے۔ قونیہ، غرشنہ، قیساریہ اور دوسرے بہت سے شہر اور قلعے رومیوں سے چھین کر ان کے دلوں پر مسلمانوں کی بہادری کی دھاک بٹھادی۔ ان کے علاوہ عبدالملک لطلال اور عبدالوہاب بن بخت دو جانباز افسروں نے اپنی جانبازی سے دشمنوں کو حیران کر دیا۔

لہٰذا یہ تمام واقعات ابن اثیر کے مختلف ابواب سے ماخوذ ہیں۔

عبداللہ بطلال نے رومیوں کے خلاف متعدد معرکوں میں حصہ لیا۔ اس کی بہادری کے افسانے اس علاقہ میں زباں زد ہو گئے تھے۔ خود عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ رومی علاقہ میں چپکے سے کسی گاؤں میں پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک ماں اپنے بچہ کو یہ کہہ کر رونے سے منع کر رہی ہے بچہ اگر توراوتا رہا تو میں بطلال کو بلا لوں گی۔ جب بچہ روتا ہی رہا تو ماں نے اسے گھوارہ سے نکال کر کہا 'بطلال اسے لے جا' بطلال فوراً گھر میں داخل ہو گئے اور بچہ کو گود میں لے لیا۔ ماں حیران رہ گئی۔

عبدالوہاب بن نجبت ایک ممتاز تابعی مجاہد تھے، وہ رومی معرکوں میں بطلال کے ساتھ بہتر تھے۔ ۱۱۳ھ میں کسی لڑائی میں بطلال کے ساتھیوں نے رومیوں کے مقابلہ میں کمزوری دکھائی اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔ عبدالوہاب اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر میدان میں پہنچ گئے۔ پھر چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا 'بہادرو! ادھر آؤ جنت کا راستہ یہ ہے۔ افسوس کیا تم جنت کے راستے سے مُنہ موڑتے ہو؟' پھر بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

ان دونوں کی بہادری کے متعلق اور بہت سے واقعات مشہور ہیں، جن میں سے بعض مبالغہ آمیز ہیں۔

علاوہ ازیں حکومت اسلامیہ کے بحری بیڑے بھی، بحری راستے سے حدود روم میں حملہ کرنے رہتے تھے، ہشام کے زمانہ میں عبدالرحمن بن معاویہ بن خدیج امیر البحر تھا اور عبداللہ بن عقبہ افواج بحریہ کا ایک ممتاز افسر۔

شہادت زید بن علی | بنو ہاشم اور خلافت میں بنو امیہ کے پرانے حریف تھے تاہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان

کربلا میں جو لڑزہ انگیز سلوک ہوا اس نے بنو ہاشم کو عرصہ تک مہربان رکھا حضرت امام زین العابدین علی بن حسین جنہوں نے غیروں کی جفا کاری اور اپنوں کی غداری کے ہوشربا مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے، انہوں نے تختِ خلافت کا خیال بھی کبھی دل میں نہ آئے دیا۔ لیکن نئی نسل کے دل میں یہ جذبہ بغض بھر بیدار ہوا اور حصولِ خلافت کی آرزو دل سے نکل کر کبھی کبھی بالوں پر بھی آنے لگی۔

ہشام بن عبدالملک کے عہد میں خانوادہ نبوت کے ایک بزرگ حضرت زید بن علی بن حسین بھی اسی قسم کی آرزو کا اظہار کر چکے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے ایک خاندانی وقت سے متعلق نزاع کے سلسلہ میں دمشق گئے جلیفہ ہشام نے ان سے ان کے درجہ کے مطابق سلوک نہ کیا۔ کچھ عرصہ تک تو اس نے انہیں ملاقات کا موقع ہی نہ دیا، جب ملاقات کے لئے بلایا تو ایک بلند بالا خانہ پر طلب کیا۔ زید بن علی فریبہ جسم کے آدمی تھے انہیں چڑھتے میں کافی تکلیف ہوئی۔ بہر کیف گفتگو شروع ہوئی۔ امام زید نے دورانِ گفتگو میں کسی بات پر قسم کھائی۔ ہشام نے کہا "میں تمہاری بات کی تصدیق نہیں کرتا" امام زید نے فرمایا "اے ہشام! اس قدر مغرور نہ ہو، دنیوی عزت و ذلت خدا کے تعالیٰ کی رضا مندی و نارضا مندی کی دلیل نہیں"۔ اس پر ہشام برا فروختہ ہوا اور اس نے کہا "اے زید مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم خلافت کی آرزو رکھتے ہو، حالانکہ تم ایک باندی

کی اولاد ہو۔ زید نے جواب دیا "حضرت اسمعیلؑ باندی کے بطن سے تھے اور ان کے بھائی حضرت اسحاقؑ وغیرہ آزاد عورت کے بطن سے، لیکن خدا نے انہیں ان کے بھائیوں پر فضیلت دی اور خاتم الانبیاء صلعم کو ان کی اولاد میں پیدا کیا۔ اس سے زیادہ کسی شخص کی کیا عزت ہو سکتی ہے کہ اس کے نانا جناب رسول صلعم ہوں اور اس کے باپ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ"

اس گفتگو کے بعد ہشام نے ان کو مجلس سے چلے جانے کا حکم دیا۔

زید بن علی شام سے کو فرائے، اہل کوفہ اپنی پرانی عادت کے مطابق خفیہ طور پر ان سے ملتے اور اپنی امداد و حمایت کا یقین دلا کر دعوائے خلافت پر ابھارتے۔ انہوں نے اپنے چچے بھائی ابو جعفر سے مشورہ کیا۔ ابو جعفر نے کہا "اہل عراق کا ہرگز اعتبار نہ کیجئے انہوں نے ہمارے باپ اور دادا کو دھوکہ دیا" مگر زید آخر کوفیوں کے جال میں شکار ہو گئے۔ پندرہ ہزار کوفیوں نے خفیہ طور پر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور ایک تاریخ حکومت کے خلاف خروج کے لیے مقرر کی گئی۔

یوسف بن عمرو والی عراق کو وقت سے پہلے اس سازش کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے عامل کو ذکوہ سختی سے شورش دبانے کے احکام بھیجے۔ سبا یعین زید پر جب حکومت کی طرف سے سختی ہوئی تو انہوں نے امام سے ایک حیلہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ وہ امام زید کے پاس پہنچے اور ان سے سوال کیا: آپ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ امام زید نے کہا: "اللہ انہیں اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے میں نے اپنے بزرگوں کو ان کے

حق میں کلمات خیر کہتے سنا ہے۔ زیادہ زیادہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اہل بیت نبوی
خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔ ان بزرگوں نے اپنے آپ کو اہل بیت پر ترجیح دی۔
تاہم یہ کوئی کفر و اسلام کا معاملہ نہیں۔ انہوں نے اپنے عہد میں عدل سے کام
لیا اور کتاب و سنت پر عمل کیا۔

کوئی بولے! پھر ہم بنو امیہ سے کیوں لڑیں، ان کی حالت بھی یہی ہے۔
امام زید نے جواب دیا: ان کی صورت ان سے مختلف ہے۔ یہ اپنے نفس پر اور
دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کی
دعوت لے کر کھڑا ہوا ہوں، تمہیں میری مدد کرنا بہتر ہے۔

مگر یہ لوگ تو اپنے سر سے اُلانا اتارنے کے لئے آئے تھے یہ کہہ کر چل دیئے
"اگر آپ کے یہی خیالات ہیں تو ہم آپ سے بے تعلق ہیں"۔ آخر جس رات خروج
کا فیصلہ کیا گیا کھانا وہ رات آگئی۔ کل دو سو اٹھارہ آدمی امام زید کے ساتھ
میدان میں نکلے۔ ادھر یوسف بن عمر خود جمعیت کثیر لے کر مقابلہ کے لئے آگیا۔ زید
کی مختصر جماعت نے جان بازی مقابلہ کیا۔ آخر ایک تیر امام کی پیشانی پر آکر لگا
اور اس نے آپ کا کام تمام کر دیا۔

یوسف بن عمر نے آپ کی شہادت کے بعد آپ کی لاش کو قبر سے نکلوا
کر سولی پر آویزاں کیا۔

حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد کے علاوہ بنو ہاشم کے دو دوسرے
دعوتِ عباسیہ گھرانے بھی خلافت کے خواہشمند تھے۔ یہ گھرانے حضرت

علیؑ کے غیر فاطمی فرزند محمد بن حنفیہ اور حضرت عباس ابن ابی طالب کے گھرانے تھے۔
 پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عبدالملک کے زمانہ میں مختار ثقفی اور بعض شیعیان
 علیؑ نے حضرت زین العابدینؑ کے انکار کے بعد محمد بن حنفیہ کو منصب امامت
 پر فائز کیا تھا۔ اگرچہ بعد میں محمد بن حنفیہ نے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی
 لیکن ان کے حامی انہی کو امام تسلیم کرتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے
 صاحبزادہ ابو ہاشم عبداللہ کو ان کا جانشین تجویز کیا گیا۔

اگرچہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم، رسول اللہ صلعم کے ولی اقرب
 تھے تاہم آپ نے اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ بن عباس نے کبھی خلافت
 کی آرزو نہیں کی لیکن حضرت عباس کے پوتے علی بن عبداللہ بن عباس کے
 دل میں یہ خواہش موجود تھی۔ یہ مدینہ اور دمشق کے راستہ پر حمیمہ نامی ایک
 گاؤں میں جو حکومت کی طرف سے ان کو جاگیر میں دے دیا گیا تھا رہتے تھے۔
 ساتھ میں ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ سلیمان بن عبدالملک سے
 ملنے کے لیے دارالخلافہ دمشق گئے۔ سلیمان یوں تو ان سے بڑے اعزاز و اکرام
 کے ساتھ پیش آیا مگر ان کے علم و فضل اور ان کی فصاحت و طلاقت کو دیکھ
 کر سے ان کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا۔ اور جب دمشق کی حدود سے نکل گئے تو
 انہیں زہر دلوادیا۔ ابو ہاشم اپنی حالت کو خطرناک دیکھ کر حمیمہ میں ہلی بن عبداللہ
 بن عباسؑ کے ہاں اتر گئے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ مرنے سے پہلے ابو
 ہاشم نے علی بن عبداللہ بن عباسؑ کے بیٹے محمد کو اپنا جانشین بنا لیا اور اپنے
 حامیوں کو ان کی حمایت و نصرت کی وصیت کی۔

ابو ہاشم کی وصیت سے محمد بن علی کو بڑی مدد ملی فرقہ کیساتھ دھرت
محمد بن حنفیہ کے اتباع نے جس کی تعداد عراق و خراسان میں بہت کافی تھی
ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور امامت کا منصب اس طرح علویین سے عباسیوں
کے خاندان میں منتقل ہو گیا۔

محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ایک مدبر و منتظم شخص تھے۔ انہوں نے
تحریک امامت کا ایک نظام قائم کیا۔ کوفہ اور خراسان کو تحریک کا مرکز قرار
دیا گیا۔ کوفہ اس لیے کہ وہ شیعہ بن علی کا پرانا گہوارہ تھا۔ خراسان اس لیے
کہ شاہان عجم کے دستور کے مطابق وہاں کے لوگ خلافت میں وراثت کے
اصول کو آسانی سے قبول کر سکتے تھے اور سلطنت سے محروم ہو جانے کے بعد
ہر انقلاب کو اپنے لیے تقدیر آسانی کا ایک موقع تصور کرتے تھے۔

کوفہ کا قائم بالامر محمد بن علی کا خانہ زاد غلام میسر و مقرر کیا گیا اور خراسان
کا ابو محمد صادق محمد بن خنیس اور چیان عطار کو ابو محمد کا مددگار تجویز کیا گیا ابو محمد
نے بارہ کار آزمودہ داعیوں کو خراسان میں تحریک کا تعیب مقرر کیا۔ اور ان
فقہاء کی "مجلس خصوصی" کے ماتحت سرداعیوں کی مجلس عمومی مقرر کی۔
محمد بن علی نے تحریک کو ہمہ گیر اور موثر بنانے کے لیے مناسب قواعد بنائے اور
وہ طریق کار تجویز کیا جس سے اس کا راز افشا نہ ہونے پائے۔

غرض بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے یہ تحریک نہایت منظم و
ضبط کے ساتھ خفیہ طور پر شروع ہو گئی۔ بنی عباس کے داعی تاجروں اور مبلغوں
کا بھیس بدل کر تمام عراق و خراسان میں پھیل گئے اور بنی امیہ کے مظالم اور

بنو عباس کے حقوق کی تسمیر شروع کر دی۔ خوش قسمتی سے انہیں شروع میں حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے نیک نہاد اور رحم دل خلیفہ کا زمانہ میسر آ گیا۔ آپ کے اوصاف سے انہوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور آپ کے عہد میں اس تحریک نے بلا مزاحمت نشوونما پائی۔

یزید بن عبدالملک کے عہد میں امیر خراسان "سعید قزینہ" نے اس جماعت کے کچھ لوگوں کو مشتبہ سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ مگر ان لوگوں نے کہا ہم تو تجارت پیشہ ہیں ہم کو سیاسیات سے کیا تعلق؟ امیر نے کچھ معززین کی ضمانت لے کر ان کو رہا کر دیا۔

ہشام کے زمانہ میں بکیر بن مالان اور دوسرے متمول لوگوں کی شرکت سے اس تحریک کو بڑی قوت حاصل ہوئی۔ اسد بن عبداللہ قسری نے اپنے عہد امارت میں متعدد داعیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا مگر اس سختی سے کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ تحریک کے علمبرداروں میں قربانی کا جذبہ ابھر گیا، اور تحریک کا سلسلہ جاری رہا۔

بکیر بن مالان نے جو سیرہ کے مرنے کے بعد کوفہ کا قاکم بالامر منتخب ہو گیا تھا، جب محمد بن علی کو ان قربانیوں کی اطلاع دی تو وہاں سے جواب آیا:-

"اچھ ہٹو کہ تمہاری دعوت اور تمہارے پیغام کی صداقت ظاہر

ہو گئی۔ ابھی یہ دعوت حق مزید قربانیوں کی طلب گار ہے"۔

۲۵ھ میں امام محمد بن علی کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنے بیٹے ابراہیم

کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ امام ابراہیم نے بھی اس تحریک کو پوری قوت سے جاری رکھا۔ ان کے عہد کے آغاز میں اس تحریک میں مشہور داعی ابو مسلم خراسانی شریک ہوا۔ ابو مسلم نے وقت کے مساعد حالات اور اپنی داعی صلاحیتوں سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور اس خاموش تحریک کو ہنگامہ خیز انقلاب میں بدل دیا۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

یزید بن عبد الملک نے اپنے بوجہ ہشام بن عبد الملک اور اپنے ولی عہدی بیٹے ولید کو علی الترتیب ولی عہد نامزد کیا تھا۔ ہشام نے ولید

کو محروم کر کے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانا چاہا۔ بعض امراء کی مخالفت کی وجہ سے ہشام کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ البتہ ہشام اور ولید کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی۔ ولید علاقہ اردن میں اپنی جاگیر میں چلا گیا اور ہشام کی موت تک وہیں مقیم رہا۔

۶۔ ربیع الثانی ۲۵ھ کو ہشام بن عبد الملک نے رصافہ میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت اس کی عمر تقریباً پچپن سال تھی۔ مدتِ خلافت کچھ کم بیس سال ہوئی۔

سیرت ہشام بن عبد الملک

ہشام بن عبد الملک بنی امیہ کے ان تین ممتاز ترین خلفاء میں تھا جنہوں نے اپنے تدبیر و سیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کر دیا۔ ان تینوں میں سے پہلے حضرت معاویہ تھے جنہوں نے اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی

دوسرا عبدالملک تھا جس نے اس کی گرتی ہوئی دیواروں کو دوبارہ تھام لیا۔
تیسرا یہ خود تھا جس نے اس کی عمارت کو تکمیل تک پہنچا دیا۔

علامہ ابن کثیر کا بیان ہے کہ ہشام دور بین، کفایت شعار، تیز فہم اور
باتدبیر بادشاہ تھا۔ سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات اس کی نگاہوں
سے مخفی نہ رہتے تھے۔ ہر دباری اور تحمل اس کی امتیازی صفات تھیں۔
خوش قسمتی سے اسے بیس سال کا طویل زمانہ حکومت میسر آیا اس نے اپنی
ان صفات سے کام لے کر حکومت امویہ کے آفتاب اقبال کو نصف النہار
تک پہنچا دیا۔

ہشام کی انتظامی قابلیت کے دشمن بھی قائل ہیں۔ عبداللہ بن علی
عباسی کہتا ہے "میں نے بنی امیہ کے تمام خلفاء کے دفاتر کی جانچ پڑتال
کی مگر ہشام کے دفاتر راعی اور رعایا کے حق میں سب سے بہتر پائے۔
وہ اپنے عمال کی پوری نگرانی رکھتا تھا۔ مدائنی کہتا ہے "بنو امیہ کا کوئی
خلیفہ ہشام سے زیادہ عمال حکومت اور دفاتر حکومت کی نگرانی کرنے والا
نہ تھا۔ مالیات کے سلسلہ میں اس کی پالیسی بہت سخت تھی۔ مسرفانہ اخراجات
کو وہ قطعاً روانہ رکھتا تھا بلکہ جائز اخراجات میں جزی سے کام لیتا تھا اس
تشدد کی وجہ سے لوگوں میں وہ نجیل مشہور ہو گیا تھا۔

اس کی اپنی معاشرت بھی بہت سادہ تھی۔ معمولی کپڑے پہنتا تھا
اور معمولی غذا کھاتا تھا۔ عقاب بن مشبہ کہتے ہیں: جب ہشام نے مجھے خراسان

کی طرف بھینچنے کے لیے بلایا تو میں نے اُسے ایک سبز سوتی قبا میں ملبوس دیکھا۔
مجھے یاد آیا کہ ولی عہدی کے زمانہ میں بھی میں نے اُسے ہی قبا پہنے دیکھا تھا۔
ہشام میری نگاہوں کو تار گیا اور کہنے لگا "کیا بات ہے؟" میں نے کہا ولی عہد
کے زمانہ میں میں نے آپ کو ایسی ہی قبا پہنے دیکھا تھا، یہ وہی تو نہیں ہے؟
ہشام نے قسم کھا کر کہا۔ یہ وہی قبا ہے، میرے پاس اس کے سوا کوئی اور قبا
نہیں ہے یہ۔

اخلاق و عادات کے لحاظ سے بھی وہ بہت سادہ مزاج تھا۔ شاہانہ غرور
و تمکنت اس کے پاس بھی نہ دکھائی تھی۔ اپنی غلطی کو وہ بے تامل تسلیم کر لیتا تھا۔
ایک مرتبہ وہ کسی معزز شخص کو گالی دے بیٹھا۔ اس شخص نے بگڑ کر کہا "خلیفہ
وقت ہو کر آپ کو گالی دیتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ ہشام سخت شرمندہ ہو
اور کہنے لگا تم مجھ سے اس زیادتی کا بدلہ لے لو معزز شخص نے کہا اس کے معنی
یہ ہیں کہ میں بھی تم جیسا کمینہ ہو جاؤں۔ ہشام نے کہا تو کچھ مال لے کر معاف
کر دو۔ اس شخص نے جواب دیا۔ یہ کبھی میں نہیں کر سکتا۔ اس پر ہشام نے
کہا۔ تو خدا کے واسطے معاف کر دو۔ وہ شخص کہنے لگا یہ منظور ہے۔ میں خدا
کے واسطے اور تمہارے واسطے معاف کرتا ہوں۔ یہ سن کر ہشام نے اپنی گال
جھکالی اور ندامت کے ساتھ کہا "واللہ آئندہ ایسی حرکت نہ ہوگی یہ
عیش و عشرت سے اُسے لگاؤ نہ تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے باپ کو لکھ
میرے محل میں سونا زک بدن و خوش جمال کنیزیں ہیں مگر میں کسی سے متمتع نہیں

ہوتا۔ اسی طرح قص و سرود اور لہو و لعب سے اُسے نفرت تھی جس کسی کو اس میں مبتلا پاتا اُسے سخت سزا دیتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص کو اس جرم میں اس کے سامنے پیش کیا گیا کہ وہ مے نوشی و عیش کوشتی کا مشغل رکھتا ہے۔ ہشام نے حکم دیا کہ اس کا طنبورہ اس کے سر پر توڑ دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی تو وہ شخص رونے لگا۔ ہشام نے کہا صبر سے کام لو۔ وہ شخص بولا کہ میں تکلیف کے سبب نہیں رو رہا، بلکہ اس بدذوقی پر رو رہا ہوں کہ اب بربط کو طنبورہ کہا جاتا ہے۔

عقیدہ و عمل کے لحاظ سے بھی ہشام ایک سچا اور سچا مسلمان تھا۔ ایک دن نماز جمعہ میں اس نے اپنے کسی بیٹے کو غیر حاضر پایا تو اس سے باز پرس کی۔ شہزادہ نے عذر کیا کہ میری سواری نا کارہ ہو گئی تھی۔ ہشام نے کہا کیا پیدل نہیں آسکتے تھے۔ پھر ایک سال کے لیے سواری استعمال کرنے کی شہزادہ کو ممانعت کر دی۔

رومی و ایرانی اقوام کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے اور مفتوح قوموں سے مسلمانوں کے ملنے جلنے کے نتیجے کے طور پر مسلمانوں کے عقائد میں پہلی سی سادگی اور سخیگی رہی مشکل تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے ہشام کے زمانہ میں جعد بن درہم نے عقیدہ "خلق قرآن" کا اظہار کیا۔ ہشام نے امیر عراق خالد بن عبداللہ قسری کے ذریعے سے عین بقر عید کے دن قتل کر دیا۔

اسی طرح غیلان بن یونس نے سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں قدریہ خیالات کا اظہار کیا تھا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سمجھانے سے اُس نے توبہ کر لی تھی۔ ہشام کے زمانہ میں اُس نے پھر اپنے خیالات کا اعادہ کیا۔ ہشام نے اُسے بھی قتل کرادیا۔

ہشام کے زمانہ میں بڑے بڑے حوادث پیش آئے مگر مشرق اور مغرب میں اسلام کا جھنڈا ہمیشہ اونچا رہا۔ ترکستان اور آذربایجان میں ترک و تاتار کی مکر توڑدی گئی۔ سندھ میں بغاوت ہوئی تو اس کا سختی سے استیصال کیا گیا اور مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم کر کے انہیں محفوظ کر دیا گیا۔ ایشیا کے کوجک میں بہت سے قلعے مسلمانوں نے رومیوں کے ہاتھ سے چھین لئے۔ شمالی افریقہ میں بربریوں نے سر اٹھایا تو انہیں دبا دیا گیا۔ اندلس میں نظم و نسق کو درست کیا گیا اور وہاں سے کئی بار فرانس پر حملے کیے گئے۔

الغرض ہشام کا دور سزا اعتبار سے کامیاب دور کہا جاسکتا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ اموی حکومت کے چراغِ سحری کی جن کا روغن آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا، آخری لپک تھی۔

ولید ثانی بن یزید بن عبد الملک

۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ

ولید بن یزید بن عبد الملک بن مروان اپنے باپ یزید بن عبد الملک کی وصیت کے مطابق، ہشام کی وفات کے بعد ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں اردن میں تخت نشین ہوا۔

ولید ایک عیش پسند اور آوارہ مزاج نوجوان تھا اسے نعمت شیریں اور بادہ رنگین کے سوا کسی چیز سے دلچسپی نہ تھی ہشام نے پہلے تو اسے درست کرنے کی کوشش کی مگر حیب یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی تو اسے ولیعہد سے محروم کر کے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولیعہد بنانا چاہا۔ ابھی یہ تجویز پایہ تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ ہشام نے داعی اہل کو لبیک کہا۔ ہشام کے اس اقدام سے ولید اس سے کٹک گیا۔ وہ دار الخلافہ چھوڑ کر اپنی جاگیر اردن میں ایک چشمہ کے کنارے جا بسا۔ ولید کو ہمیں ہشام کی موت کی خبر ملی۔ سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ عباس بن عبد الملک بن مروان کو حکم دیا کہ فوراً رصافہ جا کر ہشام کے اہل و عیال کو نظر بند اور اس کے مال و منال پر قبضہ کر لے۔ البتہ اس نے مسلمہ کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے کی ہدایت کی کیونکہ وہ اپنے باپ کے ساتھ متفق رائے نہ تھا۔ عباس بن عبد الملک نے رصافہ پہنچ کر ولید کے احکام کی تعمیل کی۔

ولید نے ارکان دولت و امراء حکومت کو بھی نہ چھوڑا جو ولید کی برطانی
کی کوشش میں ہشام کے مددگار تھے۔ ولید نے ان سے سخت انتقام لیا اور
ان کی تذلیل و تحقیر میں کسر اٹھانہ رکھی۔

ہشام کے دونوں ماموؤں محمد اور ابراہیم کو پابزنجیر کر کے دمشق طلب کیا
وہاں ان کے کوڑے لگائے گئے۔ پھر انہیں یوسف بن عمرو والی عراق کے
پاس عراق بھیج دیا۔ یوسف نے انہیں سخت عذاب دے کر قتل کر دیا۔

سلیمان بن ہشام کو گرفتار کر کے اس کے سو کوڑے لگائے گئے۔ اور
اس کے سر اور ڈاڑھی کے بال مونڈا کر کے سے عمان کی طرف جلا وطن کر دیا گیا
یزید بن ہشام کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ ریح بن ولید اور اس کی بیوی کے
درمیان تفریق کر دی گئی۔ ولید کی اولاد میں سے بھی کئی ایک قید خانہ میں
ڈال دیے گئے۔

خالد بن عبداللہ قسری سابق والی عراق یعنی قبائل کا ممتاز سردار
تھا۔ ولید نے اسے حکم بھیجا کہ اس کے بعد اس کے دونوں بیٹوں حکم اور عثمان
کی ولی عہدی کی بیعت کرے۔ خالد نے انکار کیا تو ولید نے اس کے عصبی
دشمن یوسف بن عمر ثقفی نزاری کے حوالہ کر دیا۔ یوسف بن عمر نے اسے
برہنہ کر کے ایک چادر اٹھادی اور ہولناک عذاب دے کر قتل کر دیا۔
خالد کے ساتھ اس سنگدلانہ برتاؤ سے اہل یمن اور قضاعہ میں سخت
برہمی پھیل گئی، حالانکہ یہی قبائل بنو امیہ کے دست و بازو تھے۔

یحییٰ بن زید کا خروج اور شہادت | ۲۵ھ ہی میں یحییٰ بن زید کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے

کہ یحییٰ اپنے والد زید بن علی کی شہادت کے بعد خراسان چلے آئے تھے اور بخ میں اپنے ایک متوسل حریش بن عمر کے ہاں مقیم تھے۔ یوسف بن عمرو والی عراق نے حاکم خراسان نصر بن سیار کو لکھا کہ یحییٰ کو گرفتار کر لو۔ نصر نے حریش کو طلب کر کے یحییٰ کی سپردگی کا مطالبہ کیا۔ حریش نے لاطلی ظاہر کی مگر جب نصر نے سختی کی تو حریش کے بیٹے نے یحییٰ کا پتہ بتا دیا اور نصر نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ولید کو یحییٰ کی گرفتاری کی خبر پہنچی تو اس نے نصر کو لکھا کہ یحییٰ کو گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ انہیں خراسان سے شام بھیج دو۔

نصر نے یحییٰ کو دو ہزار درہم دے کر انہیں شام روانہ ہونے کی ہدایت کی۔ یحییٰ شام کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ ابھی وہ بہت ہی پہنچے تھے کہ انہیں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ان کے ساتھ دھوکہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ نیشاپور لوٹ گئے اور وہاں خروج کی تیاریاں شروع کر دیں۔

حاکم نیشاپور عمرو بن زرارہ نے نصر کو کل حالات سے مطلع کیا۔ نصر نے اسے مقابلہ کا حکم دیا عمرو دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ یحییٰ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ یحییٰ نے اپنے کئی ساتھیوں سے اسے شکست دیدی۔ عمرو بن زرارہ لڑائی میں کام آیا۔ نصر کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے سالم بن احوذ کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا۔ جو زجان میں دونوں کی مدد بھیج رہی تھی

خونریز جنگ ہوئی۔ اتفاقاً ایک تیرکچی کی پیشانی پر آکر لگا۔ یہی شہید ہوئے اور ان کی لاش جو زجان میں منظر عام پر لٹکا دی گئی۔ یہ

میزید کی مخالفت | حوالہ بالا واقعات کی وجہ سے عوام و خواص سب ولید سے بیزار ہو گئے۔ شاہی خاندان کے ارکان نے اس

کے خلاف سازش شروع کر دی۔ یزید بن ولید جو اپنے اخلاق و اعمال کی وجہ سے نیک نام تھا، خلافت کے لئے منتخب کیا گیا۔ یمنی قبائل نے جن پر حکومت کی فوجی طاقت کا دار مدار تھا اس کے ہاتھ پر خفیہ بیعت کرنی شروع کر دی۔

مرطبان بن محمد بن مروان کو جو اس وقت آرمینیا میں تھا ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس تجویز کو پسند نہ کیا۔ اس نے سعید بن عبد الملک کو لکھا "لوگوں کو اس فتنہ کی آگ میں کودنے سے روکو مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے خانہ جنگی سے ہمارے دشمن فائدہ اٹھائیں گے اور حکومت ہمارے ہاتھ سے نکل جائیگی۔ سعید کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی اس نے مروان کے اس خط کو عباس بن ولید کے پاس بھیج دیا کہ وہ اپنے بھائی یزید بن ولید کو سمجھائے۔ عباس نے یزید کو بلا کر اسے نشیب و فراز سمجھایا اور خانہ جنگی سے باز آنے کا مشورہ دیا۔ یزید کو اپنی کامیابی پر یقین تھا۔ عباس کے کہنے سے بظاہر تو اس نے اس ارادہ باز آنے کا وعدہ کر لیا، مگر اندرونی طور پر کام میں مصروف رہا۔

قتل ولید | جب یزید کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو اس نے دار الخلافہ دمشق

پر قبضہ کر لیا۔ ولید اس وقت اقدت مضافاتِ عمان میں مقیم تھا۔ یزید نے عبد
العزیز بن حجاج بن عبد الملک کو ایک جمعیت کثیر کے ساتھ ولید کے مقابلہ کے لیے
 روانہ کیا۔ ولید کے پاس کوئی بڑی طاقت نہ تھی۔ مقابلہ کیا مگر حیب مایوسی ہوئی
 تو میدان کو چھوڑ کر اپنے محل میں آیا اور قرآن کھول کر بیٹھ گیا۔ اسی حالت میں
 قتل ہوا۔ ولید کا سر کاٹ کر یزید کے پاس دمشق بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ جمادی
 الثانیہ ۱۲۶ھ کا ہے۔ ولید کی خلافت کی مدت صرف ایک سال تین مہینے
 ہوئی۔

یزید بن ولید بن عبد الملک

اور

ابراہیم بن ولید بن عبد الملک

۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ

یزید بن ولید بن عبد الملک بن مروان اس کی ماں شامہ آفریدی، فیروز بن یزدگرد شہنشاہ ایران کی بیٹی تھی۔ ولید کے قتل کے بعد آخر جادی الآخر ۱۲۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ ولید نے اپنے عہد میں فوج کی تختواہوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ یزید نے اس اضافہ کو منسوخ کر دیا۔ اس لیے "ناقص" کہلایا۔ یزید اگرچہ عابد و زاہد خلیفہ تھا مگر چونکہ اس نے ولید کو قتل کر کے خلافت حاصل کی تھی اور زمینوں کی فوجی امداد سے حاصل کی تھی اس لیے ولید کے رشتہ داروں کے علاوہ مصری بھی جو زمینوں کے حریف تھے اس کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ اس طرح یزید کی تخت نشینی کے فوراً ہی بعد ایک طرف قصر شامی میں مخالفت کے شرابے بھڑک اٹھے اور دوسری طرف ملک میں قبائلی عصبیت کا فتنہ خوابیدہ بیدار ہو گیا۔

سب سے پہلے اہل حمص نے مخالفت کا اظہار کیا انہوں
شام کی شورش نے یزید کی خلافت کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ امیر حمص مروان

بن عبداللہ بن عبدالملک نے ان کی ہمنوائی کی۔

اہل حمص نے معاویہ بن یزید بن حصین کو اپنا سردار بنایا اور یزید کے مقابلہ کے لیے دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ یزید کو اطلاع ہوئی تو اس نے یعقوب بن ہانی اور دوسرے لوگوں کو اہل حمص کی فہمائش کے لیے بھیجا۔ اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ مجھے خلافت کی خواہش نہیں ہے، اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو کسی اور کو شوریٰ کے ذریعہ خلیفہ منتخب کر لو! لیکن اہل حمص نے یزید کی اس پیشکش کو بھی رد کر دیا اور مقابلہ کے لیے آگے بڑھے۔

یزید نے ان کے مقابلہ کے لیے سلیمان بن ہشام کو بہت بڑی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ سلیمان دمشق سے چل کر حواریں میں مقیم ہوا۔ مروان بن عبداللہ نے اہل حمص سے کہا کہ دمشق جانے کی بجائے حواریں پہنچ کر سلیمان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اہل حمص نے اس رائے کو پسند نہ کیا اور مروان کو یزید سے ساز باز رکھنے کا الزام لگا کر قتل کر دیا اور اس کی بجائے ابو محمد سفیانی کو اپنا والی بنایا۔ اہل حمص دمشق کی طرف بڑھے تو سلیمان بھی ان کے روکنے کے لیے نکلا۔ مقام سلیمانہ میں اس نے ان کو جا لیا۔ ادھر یزید نے عبدالعزیز بن حجاج کی سرکردگی میں ایک دوسرا لشکر روانہ کیا۔ ان دونوں لشکروں نے مل کر اہل حمص کو شکست دیدی اور ان کی بہت بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آئی۔ اہل حمص نے مجبور ہو کر اطاعت قبول کر لی۔

کچھ ہی عرصہ بعد اہل فلسطین نے بھی یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ انہوں نے سعید بن عبدالملک عامل فلسطین کو نکال کر یزید بن سلیمان

بن عبد الملک کو اپنا عامل مقرر کر لیا۔

اہل اردن کو اہل فلسطین کی بغاوت کی خبر پہنچی تو وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔

یزید نے پہلے تو اہل فلسطین کے لیڈروں کو انعام و اکرام دے کر توڑ لیا جب اہل اردن تنہا رہ گئے تو سلیمان بن ہشام کو ایک لشکر گراں دے کر ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ سلیمان کے مقابلہ کی اہل اردن تاب نہ لاسکے اور میدان چھوڑ کر اپنے گھروں کی راہ لی۔

یہ تو ملک شام کے حالات تھے۔ عراق و خراسان کی شورش | خراسان کی فضا میں بھی فتنہ و فساد کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔

یزید نے یوسف بن عمر کو معزول کر کے منصور بن جہور کو عراق کی ولایت پر مامور کیا۔ منصور نے عراق میں پہنچ کر یوسف کے زمانہ کے انتظامات کو بدلا اور اپنے بھائی کو خراسان کا حاکم بنا کر بھیجا۔ نصر بن سيار حاکم خراسان نے جو وہاں بہت ذی اثر تھا اپنے منصب سے دست برداری سے انکار کر دیا۔ ابھی یہ قضیہ حل ہی رہا تھا کہ یزید نے منصور کو حکومت عراق سے معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو بھیجا۔ عبداللہ بن عمر نے نصر کو حکومت خراسان پر بحال کر دیا۔

اسی دوران میں خراسان میں پھر قبائلی عصبیت کا فتنہ بخواہیدہ جاگ اٹھا۔ جدیع بن علی ازدی کو رانی جو ایک بمینی سردار اور نصر بن سيار کا پرانا

دوست تھا، کسی بات پر نصر سے بگڑ بیٹھا۔ یعنی قبائل اس کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اس پر مضری قبائل نصر کی مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ نصر نے کسی بہانہ سے کرمانی کو قید کر دیا۔ کرمانی کے حامی اُسے قید خانہ سے نکال لائے۔ کرمانی کے فرار کے بعد نصر نے اسے منانے کی کوشش کی، مگر اس نے نصر پر اعتماد کرنے سے انکار کر دیا اور نصر کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں، کرمانی نے ربیعہ اور یمن کے عہد جاہلیت کے پرانے معاہدہ کی تجدید کے قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔

نصر اور کرمانی کے ان اختلافات نے عباسی داعیوں کے لیے خراسان میں مناسب فضا پیدا کر دی۔ اسی سال ابراہیم بن محمد نے جو اپنے والد کے انتقال کے بعد سلسلہ عباسیہ کے امام مقرر ہوئے تھے ابوہاشم بکیر بن ماہان کو وصیتوں اور ہدایتوں کے ساتھ خراسان بھیجا اس نے مرو میں جمع کر نقباء اور دعا کو جمع کیا۔ محمد بن علی کے بعد ان کے صاحبزادے کی بیعت لی اور فرمان امامت انہیں سنا یا۔ وابستگان تخریب نے جدید امام سے عقیدت کا اظہار کیا اور ایک معقول رقم ان کی خدمت میں بطور نذر پیش کرنے کے لیے بکیر کو دی۔

صرف پانچ مہینے بائیس دن تخت حکومت پر وفات یزید بن ولید

تمکن رہنے کے بعد یزید بن ولید نے مرض طاعون

میں ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۶ھ کو وفات پائی۔

ابراہیم کی جانشینی اور دستبرداری | یزید نے اپنے بعد اپنے بھائی ابراہیم بن ولید کو اور اس کے بعد عبدالعزیز

بن حجاج بن عبدالملک کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔ چنانچہ یزید کے انتقال کے بعد ابراہیم خلیفہ ہوا۔

پہلے ذکر آچکا ہے کہ مروان بن محمد بن مروان والی آرمینیا ولید کے قتل کے سلسلہ میں یزید سے ناراض تھا۔ چنانچہ یزید کے آخری عہد میں اس نے موقع دیکھ کر جزیرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یزید نے مصلحتاً جزیرہ کو اس کی حکومت میں دے کر اس کی مخالفت کو دیا دیا تھا۔

یزید کے انتقال کے بعد مروان بن محمد بن مروان نے ابراہیم کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور اہل جزیرہ کی جمعیت کثیرہ ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ قنسرین اور حمص پر قبضہ کرنے کے بعد وہ آگے بڑھا تو عین الحمر پر ابراہیم کے لشکر سے اس کا مقابلہ ہوا۔ مروان نے ابراہیم کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ ولید کے دونوں لڑکوں حکم اور عثمان کو جو اس کی قید میں ہیں رہا کر دے تو وہ مقابلہ سے دست بردار ہو جائیگا۔ ابراہیم نے انکار کیا۔ دونوں فریقوں میں خونریز جنگ ہوئی آخر ابراہیم کی فوج کو شکست فاش ہوئی اور مروان فاتحانہ دمشق میں داخل ہوا۔ یہ واقعہ ۶۸۴ء کا ہے۔

مروان ولید کے دونوں بیٹوں میں سے کسی کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔ مگر اس کے دمشق میں داخلہ سے پہلے ہی انہیں قتل کیا جا چکا تھا۔ اس لیے وہ خود تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ ابراہیم بن ولید مروان کی آمد کی خبر سن کر دمشق سے

بھاگ گیا تھا مگر مروان نے اُسے امان دے کر واپس بلا لیا۔
 چونکہ ابراہیم کا دورِ حکومت نہایت مختصر رہا اور پھر اس مختصر زمانہ میں
 بھی اس کی خلافت کو متفقہ طور پر تسلیم نہ کیا گیا، اس لیے مورخین نے اسے مستقل
 خلیفہ تسلیم نہیں کیا ہے۔

مروان بن محمد بن مروان

۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ

مروان بن محمد بن مروان بن حکم اس کی ماں ایک کردی اقم ولد تھی جس میں پیدا ہوا اپنے باپ کے بعد جزیرہ آرمینیہ کا والی مقرر ہوا۔ ابراہیم کی شکست اور شرار کے بعد صفر ۱۲۷ھ میں دمشق میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ مروان بہادر، جفاکش، معمر اور تجربہ کار بادشاہ تھا۔ مگر اس نے زمانہ ایسا پایا کہ حکومت امویہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اور اس کی تمام صلاحیتیں اس کے منتشر اجزاء کو جمع کرنے میں ناکام ثابت ہوئیں۔

اس کا تمام عہد حوادث و اضطرابات سے لبریز

عبداللہ بن معاویہ کا خروج ہے سب سے پہلے کوفہ میں عبداللہ بن معاویہ

بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ایک ہاشمی بزرگ نے خروج کیا۔ کوفیوں کی

بڑی تعداد ان کے ساتھ ہو گئی، اس زمانہ میں عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز والی

عراق تھے ان کے والد کی بزرگی کی وجہ سے لوگ ان سے محبت کرتے تھے انہوں نے

اپنے اثر و اقتدار سے کام لے کر عبداللہ بن معاویہ کی طاقت کو توڑ دیا۔

کوفی منتشر ہو گئے عبداللہ بن معاویہ اپنی جان بخشی کر عراق عجم کی طرف بھاگے

ملک شام میں جو حکومت کا گہوارہ تھا، جا بجا بغاوتیں

شام کی بغاوتیں رونما ہوئیں پہلے حمص میں بغاوت ہوئی مروان بنفس

نفیس وہاں پہنچا۔ خونریز جنگ کے بعد اہل حمص کو مطیع کیا۔ باغیوں میں سے پانچ سو آدمیوں کو شہر کے اطراف میں سولی پر لٹکایا اور شہر کی فضیل کا کچھ حصہ مسمار کر دیا۔ مروان کو حمص ہی میں خبر پہنچی کہ اہل غوطہ نے مجتمع ہو کر دمشق پر حملہ کر دیا ہے۔ اس نے فوراً ابو الورد کی سرکردگی میں دس ہزار کی جمعیت اہل غوطہ کے مقابلہ کے لیے روانہ کی۔ اہل دمشق شہر بند ہو بیٹھے تھے۔ شاہی فوج کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ بھی دروازے کھول کر اندر سے نکل آئے۔ اہل غوطہ شکست کھا کر بھاگے اور ان کا سردار یزید بن خالد بن عبداللہ قسری گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ اسی دوران میں اہل فلسطین نے بغاوت کر دی اور ثابت بن نعیم کو اپنا سردار بنا کر طبریہ پر حملہ آور ہوئے۔ مروان نے دمشق سے ابو الورد کو طبریہ جانے کا حکم دیا۔ ابو الورد کے طبریہ پہنچنے سے پہلے ہی اہل طبریہ دشمنوں کو شکست دے کر بھاگ چکے تھے۔ ابو الورد نے ان کا تعاقب کر کے ان کے منتشر جتھوں کو شکست دی۔

سلیمان بن ہشام کی مخالفت | ابھی یہ بغاوتیں فرو ہوئی تھیں کہ دشمنوں نے ایک نیا فتنہ اٹھا کھڑا کیا۔ کچھ

مفسدین سلیمان بن ہشام کے پاس گئے اور اسے اہل شام کی حمایت کا یقین دلا کر دعوائے خلافت پر ابھارا۔ سلیمان تیار ہو گیا اور ستر ہزار کی جمعیت اپنے گرد قنسرين میں جمع کر لی۔ مروان اس وقت قرقسیا میں تھا۔ مقابلہ کی تیاری کے قنسرين کی طرف روانہ ہوا۔ مقام صناف میں دونوں فوجوں میں سخت جنگ ہوئی۔ سلیمان نے شکست کھائی اور اس کی فوج کے تیس ہزار

آدمی قتل ہوئے سلیمان بھاگ کر حمص پہنچا یہاں اس کے بقیۃ السیف ساتھی اس سے آئے۔ مروان اس کے تعاقب میں حمص کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی مروان راستہ ہی میں تھا کہ سلیمان کے کچھ سرداروں نے اس پر شیخوں مارا مگر مروان نے انہیں شکست دے کر بھاگا دیا۔ سلیمان کو اس شکست کا علم ہوا تو حمص سے تدمر چلا گیا۔ مردان نے آگے بڑھ کر حمص پر قبضہ کر لیا۔

خوارج عراق | بنو امیہ کو اس طرح دست و گریبان دیکھ کر ان کے پرانے حریفوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور وہ بھی میدان میں

نمودار ہو گئے۔ خوارج ضحاک بن قیس شیبانی کے زیرِ علم منظم ہوئے اور کوفہ پر حملہ کر دیا امیر کوفہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے ان کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور کوفہ چھوڑ کر واسط چلے گئے۔ ضحاک بن قیس نے عبداللہ بن عمر کا تعاقب کیا اور واسط پہنچا۔ کئی مہینے کی جنگ کے بعد عبداللہ نے ضحاک سے مصاکحت کر لی اور واسط پر بھی ضحاک کا قبضہ ہو گیا۔ اسی دوران میں سلیمان بن ہشام بھی مروان کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر ضحاک سے آ ملا۔

اب ضحاک کی قوت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے موصل کو بھی فتح کر لیا۔ مروان اس زمانہ میں حمص میں مقیم تھا اسے ضحاک کی ان کامیابیوں کی خبر پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے عبداللہ بن مروان کو جو والی جزیرہ تھا حکم بھیجا کہ وہ جزیرہ میں ضحاک کو داخل ہونے سے روکے۔ عبداللہ بن مروان سات ہزار کی جمیعت کے ساتھ ضحاک کو روکنے کے لیے نصیبین میں مقیم ہوا۔ ضحاک نے مروان کی آمد کی خبر سن کر نصیبین کا محاصرہ اٹھا لیا اور مروان کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا۔

کفر تو ثنا کے نواحی میں فریقین میں ہولناک جنگ ہوئی جس میں ضحاک مقتول ہوا۔
خوارج نے سعید بن بہدل خیبری کو امیر منتخب کر کے پھر جنگ شروع کر دی۔
خیبری نے مروان کی فوج کے قلب پر حملہ کر کے اسے شکست دے دی مروان قلب
کے دستہ کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا مگر جب خیبری مروان کی خیمہ گاہ کی طرف بڑھا
تو مروان کے خدمتگاروں نے اس کے ساتھیوں کی قلت تعداد دیکھ کر اسے
گھیر لیا اور قتل کر دیا۔ مروان کو لڑائی کا نقشہ بدل جانے کی خبر پہنچی تو وہ ٹوٹ
آیا اور پھر نئے سرے سے صفیں درست کیں۔

خوارج نے خیبری کے قتل کے بعد شیبان بن عبدالعزیز لشکری کو اپنا
سردار مقرر کیا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس کے ساتھیوں کی تعداد روز بروز
کم ہوتی جا رہی ہے تو لڑائی ملتوی کر کے موصل چلا گیا۔ مروان بھی اس کے تعاقب
میں موصل پہنچا اور چھ مہینے تک اس سے جنگ کرتا رہا۔

اسی اثناء میں مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو عراق سے خارجہوں
کا اثر زائل کرنے کے لئے کوفہ بھیجا۔ ابن ہبیرہ نے پہلے کوفہ اور پھر تبصرہ خارجہوں
کو نکال کر عراق سے مطمئن ہو کر ابن ہبیرہ نے عامر بن ضبارہ کو سات ہزار کی
جمعیت کے ساتھ مروان کی مدد کے لئے جوشیبان کے مقابلہ میں صف آرا
تھا موصل بھیجا۔

شیبان کو عامر بن ضبارہ کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے خود کو
دو دشمنوں کے درمیان گھروانا مناسب نہ سمجھا اور موصل سے روانہ ہو گیا
مروان نے عامر کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ مقام حیرت میں عامر نے

شیمان کو جالیا۔ دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی شیمان کو شکست فاش ہوئی وہ سجستان کی طرف نکل گیا اور وہاں ۱۳۱ھ میں مر گیا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ان تمام مراحل میں سلیمان بن ہشام برابر خوارج کے ساتھ رہا اور ان کی ہر قسم کی مدد کرتا رہا خوارج کی قوت ٹوٹ جانے کے بعد وہ معہ اہل و عیال کے بحری راستہ سے سندھ چلا آیا۔ انقلاب حکومت کے بعد اس نے بڑی آبدوؤں کے ساتھ سفاح کے دربار میں حاضر ہو کر اس کی دست بوسی کی۔ سفاح نے بھی اس کے ساتھ عزت و اکرام کا برتاؤ کیا، مگر عین اس موقع پر جب سفاح کی نظر عنایت اس پر مبذول تھی سفاح کے غلام سدیف نے چند اشتعال انگیز شعر پڑھے سفاح کے سینہ میں انتقام کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور اس نے سلیمان کا سر قلم کر دیا۔

خوارج یمن و حجاز | جس زمانہ میں ضحاک اور اس کے ساتھیوں نے عراق اور جزیرہ میں شورش برپا کر رکھی تھی اس زمانہ میں

ایک دوسرے خارجی سردار ابو حمزہ مختار بن عوف ازدی نے حجاز کو اپنی فتنہ انگیز سرگرمیوں کا مرکز بنا رکھا تھا۔ ابو حمزہ نے ۱۲۹ھ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ عین حج کے موقع پر میدان عرفات میں خروج کیا۔ حجاج ان کے سیاہ جھنڈے اور نیروں پر سیاہ عمامے بلند دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ عبدالواحد بن سلیمان والی مکہ نے ابو حمزہ سے مراسلت کر کے یہ طے کر لیا کہ ایام حج میں

شورش برپا نہ ہوگی اور حجاج کو مناسک حج کی ادائیگی کا اطمینان سے موقع دیا جائیگا۔

حج سے فراغت کے بعد عبدالواحد بن سلیمان خاموشی کے ساتھ مکہ سے مدینہ چلا گیا اور ابو حمزہ نے بلا مزاحمت مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر عبدالواحد نے اہل مدینہ کو خوارج کے فتنہ سے آگاہ کیا اور انہیں ان کے مقابلہ میں نکلنے کے لیے ابھارا، چنانچہ اہل مدینہ عبدالعزیز بن عبداللہ کی سرکردگی میں خوارج کے مقابلہ کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ پر قابض ہونے کے بعد ابو حمزہ بھی مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ مقام قدیر میں دونوں گروہوں کا آمناسا منا ہوا۔ خوارج نے اہل مدینہ کو پیام بھیجا تھا کہ "انہیں اہل مدینہ سے کوئی پرخاش نہیں ہے وہ صرف بنو امیہ کے مقابلہ کے لیے نکلے ہیں۔ لہذا وہ درمیان سے ہٹ جائیں۔" مگر اہل مدینہ نے مقابلہ پر اصرار کیا۔ اہل مدینہ عرصہ سے عافیت پسندانہ زندگی کے عادی ہو گئے تھے اور خوارج مزد میدان تھے۔ اہل مدینہ نے بری طرح شکست کھائی، اور ہزاروں کی تعداد میں مقتول ہوئے۔ مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں سے آہ و بکا کی آوازیں بلند نہ ہو رہی ہوں۔ اب ابو حمزہ مدینہ پہنچا اور ایک طویل خطبہ میں بنو امیہ کے معائب اور انہی جماعت کے نیک عزائم بیان کیے۔ عبدالواحد مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر پہلے ہی شام کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ مدینہ پر قابض ہونے کے بعد ابو حمزہ بھی مروان کے مقابلہ کے لیے شام کی طرف روانہ ہوا۔ مروان کو خبر ہوئی تو اس نے چار ہزار منتخب سواروں کو عبدالملک بن محمد بن عطلیہ کی

ماتحتی میں ابو حمزہ کو روکنے کے لیے روانہ کیا۔ وادی القریٰ میں دونوں گروہوں کا آمنہ سامنا ہوا۔ شامیوں نے خارجیوں کو شکست فاش دی خود ابو حمزہ بھی مارا گیا۔ بقیۃ السیف خوارج نے بھاگ کر مدینہ میں پناہ لی، مگر عبدالملک نے مدینہ پہنچ کر انہیں بھی قتل کیا۔

خوارج کے اس گروہ کا امیر عبداللہ بن یحییٰ (طالب حق) تھا جو صنعاء (یمن) میں مقیم تھا۔ ابو حمزہ اسی کا داعی تھا۔ مدینہ میں ایک ماہ قیام کر کے عبدالملک نے صنعاء کی راہ لی۔ عبداللہ بن یحییٰ کو عبدالملک کی آمد کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ ابن یحییٰ قتل ہوا۔ اور عبدالملک نے اس کا سر مروان کے پاس بھیج دیا۔

حکومتِ امویہ کے مختلف صدیوں میں جس خراسان میں فتنہ عصیبت

وقت یہ شور و شیں برپا ہو رہی تھیں خراسان کی حالت سب سے زیادہ خطرناک تھی۔ پہلے ذکر آچکے ہے کہ یہاں قبائلی عصیبت کا فتنہ خواہیدہ بیدار ہو چکا تھا۔ امیر نصر بن سیار والی خراسان مضر بن قباہل کا قائد تھا اور جدیع بن شیبہ کرمانی یمنی قبائل کا رہنما۔ ان دونوں سرداروں کے زیر علم مضر بن سیار والی ایک دوسرے کو نچا دکھانے کی فکر میں تھے چونکہ زمانہ جاہلیت کے قدیم معاہدہ صلح کی تجدید ہو گئی تھی اس لیے قبائل ربیعہ یمنی قبائل کے ساتھ تھے ان کا سردار شیبان بن سلمہ عرووی تھا۔

ابو مسلم خراسانی عین اس موقعہ پر ابو مسلم خراسانی ایک عجمی النسل اور پارسی نژاد نوجوان خراسان کی سیاسیات میں داخل ہوا۔ اس نے حالات کا رخ ہی بدل دیا ابو مسلم قائم کوفہ بکیر بن مایان کا غلام تھا۔ بکیر نے اسے جوہر قابل دیکھ کر عباسی تحریک کے اصول کی تلقین کی پھر کسے حمیمہ میں امام ابراہیم کی خدمت میں نذر گزارا۔ ۱۲۸ھ میں ابراہیم نے ابو مسلم کو امیر جماعت خراسان بنا کر بھیجا اور اسے یہ وصیت کی۔

”تم ہمارے گھر کے آدمی ہو میری وصیت کو اچھی طرح یاد رکھو۔ یمن کے قبیلہ کا خیال رکھنا اور انہیں اپنے ساتھ مل کر رکھنا اور انہی کے ساتھ رہنا سہنا، تم اپنے مقصد میں ان کو ساتھ ملا کر ہی کامیاب ہو سکتے ہو۔ رمیہ پر اعتماد نہ کرنا۔ اور نصر کو تو قریبی دشمن سمجھنا۔ پھر تم جس کسی کو شکوک میں پاؤ اس کو قتل کر دینا اور جب موقع آئے تو کسی عربی بولنے والے کو (خواہ مضر ہی ہو، یا یمنی یا ربعی) زندہ نہ چھوڑنا۔“

ابو مسلم نے خراسان اگر ایک سال تک حالات کا جائزہ لیا اور اس دوران میں اپنا حلقہ اثر بڑھایا۔ ۱۲۶ھ میں اسے امام ابراہیم کی طرف سے دو جھنڈے ”طل“ اور ”سحاب“ موصول ہوئے اور دعوت عباسیہ کے اظہار و اعلان کا حکم ملا۔

ظہور دعوت عباسیہ ۲۵ شعبان ۱۲۸ھ کو جمعرات کے دن معینہ لاکھ عمل کے مطابق ابو مسلم نے ”یوم آزادی“ منایا۔ سفید تاج میں

تمام وابستگانِ نخریک سیاہ لباس پہن کر مجتمع ہوئے۔ تمام رات آگ روشن کی جاتی رہی اور ابو مسلم نے نفل اور سحاب کو یہ آیہ مبارک تلاوت کرتے ہوئے جمع میں بلند کیا :-

اٰذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ بِاَهْمُرُ اَنْ لُّوْغُوْنَ كُوْحِنَ سَعَا فِرْلُطِيْهِ
 تَكَلِّمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِ هٰمِرِ حَنَّاكَ كَالْحَمِّ دِيَا كِيُوْنَكَ اَنْ يُّظَلْمَ تُوْرَا
 نَعْتِدِيْثِيْرَا حَجْرِيْ
 گیا اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہو۔

مختلف قبائل و بلاد کے عباسی جو اس تقریب میں شرکت کے لیے گروہ در گروہ جمع ہوئے تھے ساری رات نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے۔ نفل اور سحاب سے یہ فال لی گئی کہ جدید التاسیس حکومت عباسیہ بادل کی طرح ساری زمین کو محیط ہو جائیگی اور سایہ کی طرح ہر زمانہ میں اس کا وجود باقی رہے گا۔ پھر اسی قریہ سفیدخ کو حکومت عباسیہ کا عارضی مرکز مقرر کیا گیا۔ اس کے قلعہ اور فصیل کی مرمت کرا کر اسے مضبوط کر لیا گیا۔

ان تیاریوں کے بعد ابو مسلم نے نصر بن سيار کو ایک خط لکھا جس میں اسے صرف نصر کہہ کر مخاطب کیا اور قرآن کی چند آیات اس میں درج کیں جن میں منکرین رسول کو عذاب الہی سے ڈرایا گیا تھا۔

نصر نے اب ابو مسلم کی اہمیت محسوس کی اور ایک دستہ اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا مگر ابو مسلم نے اسے شکست دے کر بھاگا دیا۔ اس کامیابی کے بعد ابو مسلم کی طرف رجوعات بڑھ گئی اور لوگ جوق در جوق اس کی

جماعت میں شریک ہونے لگے۔

اسی زمانہ میں مرو کے قریب نصر اور کرمانی میں جنگ چھڑ گئی۔ ابو مسلم بھی اپنی جمعیت کو لے کر فریقین کے درمیان مقیم ہوا۔ پھر اس نے کرمانی کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

نصر نے کرمانی کے پاس پیغام بھیجا کہ ابو مسلم کے دھوکہ میں نہ آؤ وہ سب عربوں کا دشمن ہے۔ بہتر ہے کہ ہم آپس میں صلح کر لیں۔ کرمانی نے اس پیغام کو قبول کر لیا۔ مگر جب کرمانی نصر سے صلح کرنے کے لیے اپنے لشکر سے نکلا تو نصر نے اسے دھوکہ سے قتل کر دیا۔

کرمانی کے قتل کے بعد اس کا بیٹا علی نصر کے مقابلہ کے لیے میدان میں آ گیا۔

قبائل عربیہ کا اتحاد اور افتراق | اس دوران میں ابو مسلم کی دعوت نور شہر سے جاری تھی مختلف بلاد خراسان سے لوگ آتے تھے اور عباسی تحریک کے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے۔ اتفاقاً مرو سے ایک وفد اس کے پاس آیا اور اس نے مسائل فقہیہ کے متعلق ابو مسلم سے کچھ سوالات کیے۔ ابو مسلم نے کہا ان باتوں میں کیا رکھا ہے، میرے ساتھ تحریک میں شریک ہو کہ کرنے کا کام یہی ہے۔ وفد نے کہا تمہارے ساتھ شریک ہونے سے کیا نتیجہ؟ یہ دونوں امیر حرب تک برسریکا رہیں تمہارا کام چمک رہا ہے، ان دونوں میں اتحاد ہونے ہی تمہارا خاتمہ ہے ابو مسلم کی زبان سے نکل گیا۔ میں ان دونوں کو ٹھکانے لگا دوں گا؟

اہل وفد نے اس گفتگو کا ذکر نصر سے بھی کیا اور شیبان بن مسلمہ سردار
ربیعہ سے بھی، جو اب تک کرمانی کا معاون تھا۔ ابو مسلم کے ان عزائم پر مطلع
ہو کر یحییٰ بن نعم شیبانی کی کوشش سے نصر شیبان اور علی بن کرمانی نے
آپس میں عارضی مصالحت کر لی۔

ابو مسلم کا مرو پر قبضہ | ابو مسلم کو عربی قبائل کے اتحاد کی خبر ملی تو اس کو
اپنا بنا بنایا کھیل بگڑتا ہوا نظر آیا۔ اس نے علی
بن کرمانی کو نصر سے اپنے باپ کے قتل کا انتقام لینے پر اکسایا۔ علی ابو مسلم
کے جال میں پھنس گیا اور عربی اقوام کے اتحاد کا شیرازہ بکھر گیا۔
ابو مسلم علی بن کرمانی کو ساتھ لے کر نصر بن سيار کے مقابلہ کے لیے اپنے جدید
مرکز ماخوان سے مرو کی طرف بڑھا۔ نصر کو شکست ہوئی اور ابو مسلم مرو پر قابض
ہو گیا۔ نصر نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی یہ واقعہ ۱۳۳ھ کا ہے۔
مرو پر قبضہ کے بعد ابو مسلم کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ اب اسے نہ ربیعہ
کی مدد کی ضرورت رہ گئی تھی اور نہ یمن کی۔ چنانچہ جلد ہی اس نے پہلے شیبان
بن سلمہ مروی کو قتل کرادیا اور پھر علی بن کرمانی سے درخواست کی کہ وہ اپنے
خاص خاص سرداروں کے نام بتائے تاکہ انہیں حسن خدمات کی صلہ میں
انعام و اکرام سے سرفراز کرے۔ علی نے نام بتا دیے تو ابو مسلم نے علی کو اس
کے تمام معاونین کے ساتھ تہ تیغ کر دیا۔

۱۔ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۷-۱۳۸

۲۔ ایضاً ص ۱۳۳

خراسان و عراق عجم کی تسخیر | ابو مسلم کے مرو پر قبضہ ہوتے ہی تمام خراسان جلد ہی اس کے جھنڈے تلے آ گیا۔ اس نے

مفتوحہ علاقوں کا انتظام کیا اور قحطیہ بن شیبہ طائی کو عراق عجم کی تسخیر کے لیے روانہ کیا قحطیہ نے معمولی فزاحتوں کے بعد رے، اصفہان اور ہناوند پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قحطیہ نے ابو عون عبد الملک کو شہر روز کی طرف بھیجا۔ مروان کی طرف سے وہاں عثمان بن سفیان متعین تھا۔ ابو عون نے عثمان کو شکست دے کر بھاگ دیا۔ اور بلادِ موصل میں قیام کیا۔ قحطیہ نے ابو عون کی مدد کے لیے مزید فوج بھیج دی اور اب اس کے پاس تیس ہزار کی جمعیت ہو گئی۔

مروان ان واقعات سے بے خبر نہ تھا۔ جس نہانہ میں مروان کی مجبوری نصر اور کرمانی کے درمیان جنگ چھڑی اور ابو مسلم اپنی جمعیت کو لے کر دونوں لشکروں کے درمیان مقیم ہوا تو نصر نے ابو مسلم کے حالات سے مروان کو ان اشعار کے ذریعہ اطلاع دی:-

ادی بین الرماد و میض نار و اخشی ان یکون لھا ضرام
مجھے راکھ میں چنگاریاں چمکتی نظر آتی ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ ٹھکر نہ اٹھیں
فان النار بالعودین یذکی وان الحرب مبداء کلام
اگ دو لکڑیوں سے سلگائی جاتی ہے اور لڑائی کی ابتدا گفتگو سے ہو جاتی ہے
فقلت من التعجب لیت شعری اایقاظ امیة امری نام

میں نے تعجب سے کہا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ بزومیہ جاگ رہے یا سو رہے ہیں لیکن مروان ہری طرح خوارج کی کشمکش میں مبتلا تھا وہ کوئی مدد نہ کر سکا۔

اسی دوران میں ایک قاصد جو حمیمہ سے امام ابراہیم کا خط ابو مسلم کے پاس لے کر خراسان جا رہا تھا پکڑا گیا۔ اس خط میں لکھا تھا۔
 ”ابو مسلم نصر اور کرمانی کی آویزش سے فوراً فائدہ اٹھائے اور
 خراسان میں کوئی عربی بولنے والا زندہ نہ چھوڑے“

مروان کے سامنے یہ خط پیش ہوا تو اس نے امام ابراہیم کو قید کر دیا اور
 وہ اسی حالت قید میں انتقال کر گئے۔ امام ابراہیم نے اپنی گرفتاری کے وقت
 اپنے بھائی ابوالعباس سفاح کو اپنا قائم مقام بنایا اور انہیں ہدایت کی کہ
 وہ اپنے تمام خاندان کو لے کر کوفہ چلے جائیں۔ ابوالعباس سفاح نے اس
 ہدایت کی تعمیل کی اور کوفہ میں مخفی طور پر اپنے داعی ابو سلمہ خلال کے ہاں
 آکر مقیم ہوئے۔

عراق پر قبضہ | عراق عجم پر قبضہ کرنے کے بعد قحطیہ ابو مسلم کے حکم سے
 عراق عرب کی طرف بڑھا۔ مروان کی طرف سے نیز

بن عمرو بن ہبیرہ وہاں کا والی تھا۔ وہ اپنی جمعیت کے ساتھ قحطیہ کو روک
 کے لیتے نکلا۔ دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ ابن ہبیرہ
 کو شکست ہوئی اور وہ واسط کی طرف چلا گیا۔ خود قحطیہ بھی اس لڑائی میں
 گم ہو گیا، اور اس کا بیٹا حسن بن قحطیہ اس کا جانشین تجویز کیا گیا۔

خلیفہ عباسی کی تخت نشینی | اب کوفہ پر عباسی علم لہرا رہا تھا۔ بیچ الادل
 ۱۳۱ھ کو ابوالعباس عبداللہ بن علی سفاح

ہاتھ پر بیعت خلافت لی گئی اور اس نے جامع کوفہ میں خلافت عباسیہ کے پہلے
تحت نشین کی حیثیت سے خطبہ دیا۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قحطیہ نے ابو عون کو بلا و وصل
فیصلہ کن جنگ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ مروان بن محمد نے جب دیکھا کہ
مصیبت سر پر آ رہی ہے تو وہ بھی ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت عظیم کے ساتھ
حلوآن سے چل کر نمرزآب کے کنارے خمیر زن ہوا۔

بیعت خلافت سے فراغت کے بعد ابو العباس سفاح نے اپنے چچا
عبد اللہ بن علی کو ایک لشکر گراں دے کر مروان بن محمد کے استیصال کے
لیے روانہ کیا ابو عون پہلے ہی مروان کے مقابلہ میں صفت آرا ہو چکا
تھا۔ ۲۔ جمادی الآخرہ ۱۳۲ھ کو فریقین میں جنگ شروع ہوئی مروان بن محمد کو
شکست فاش ہوئی۔ اموی بری طرح عباسیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے
اور جتنے قتل ہوئے ان سے زیادہ دریا میں ڈوب مرے۔

اس لڑائی کے نتیجے نے اموی حکومت کی قسمت کا
مروان کا فرار اور قتل فیصلہ کر دیا۔ مروان بھاگ کر موصل آیا موصل
سے حران، قنسربین، حمص، دمشق، اردن اور فلسطین ہوتا ہوا حدود مصر
میں داخل ہوا۔ مروان جہاں جاتا تھا عباسی فوج اس کے تعاقب میں
وہاں پہنچ جاتی تھی اور اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیتی تھی، آخر مصر کے قریب
بوصیر کے ایک کنیہ میں اُسے گھیر لیا گیا۔ مروان مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا
مارا گیا۔ یہ واقعہ ۲۸۔ ذی الحجہ ۱۳۲ھ کا ہے۔

لہ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶۰۔

مروان کی عمر باسٹھ سال ہوئی اور مدت خلافت پانچ سال دس مہینے
 مروان کے قتل سے حکومت امویہ کا ٹٹھماتا ہوا چراغ ہمیشہ کے لیے خاموش
 ہو گیا۔

قُلْ اللَّهُمَّ مَا لِكَ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ
 الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُقَدِّلُ مَنْ تَشَاءُ
 بِبَيْدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

۶۷

تاریخِ مِلّت

جلد سوم

خِلافَتِ بنی اُمیّہ

قاضی زین العابدین میرٹھی

مصنفین جامعہ مدنیہ
مدوۃ امین، کراچی